جہاد کے احکام و مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

الجہاد الاسلامی

جلد نمبر ۲

تالیف

مفتی عبدالرحمن الرحمانی

تہذیب و تسہیل

ابوسیاف اعجاز احمد تنویر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد کے احکام و مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

الجہاد الاسلامی

جلد نمبر ۲

جلد نمبر ۲

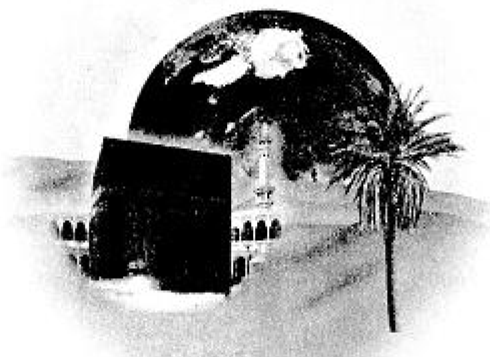

تالیف

فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی حفظہ اللہ

تہذیب و تسہیل

ابو سیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ

4۔ لیک روڈ چوبرجی لاہور فون: 7231106-7240940-7230549

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

الجہاد الاسلامی

تالیف

شیخ الحدیث مفتی عبدالرحمن الرحمانی حفظہ اللہ

تہذیب وتحشیہ

ابو سیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ

کمپوزنگ: .... عبدالقدوس

اشاعت: .... مارچ 2004

تعداد: **1000**

ناشر: .... دارالاندلس

قیمت: ....

ملنے کا پتہ

دارالاندلس 4- لیک روڈ چوبرجی چوک لاہور فون: 7230549 7231106 7240940

www.jamatdawa.org

الجہاد الاسلامی

جلد نمبر ۲

جلد نمبر ۲

فہرست ابواب

جلد نمبر ۱

باب:۱	چند اہم بنیادی باتیں ﷺ	۴۱
باب:۲	جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟	۶۷
باب:۳	فرض عین ہونے کے مستقل اور عارضی اسباب	۹۷
باب:۴	جہاد کے فرض عین ہونے کی شرائط	۱۳۱
باب:۵	جہاد اور حقوق الوالدین	۱۴۳
باب:۶	جہاد سے قبل امور	۱۷۷
باب:۷	خلافت و جہاد	۲۲۳
باب:۸	جہاد کی تعلیم اور ٹریننگ	۲۷۵
باب:۹	مورچہ بندی اور اسلامی سرحدوں پہ پہرہ	۳۱۱

جلد نمبر ۲

باب:۱۰	قرآن کریم میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل	۳۳۵
باب:۱۱	احادیث میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل	۳۶۹
باب:۱۲	غازیان اسلام سے تعاون اور ان کے اہل خانہ کی نگرانی	۴۰۱
باب:۱۳	جہاد بالمال	۴۱۳
باب:۱۴	شہید اور شہادت	۴۴۳
باب:۱۵	شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ	۴۹۳
باب:۱۶	شہداء کی زندگی کی حقیقت	۵۰۷
باب:۱۷	اخلاص نیت اور جہاد	۵۳۱
باب:۱۸	مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقت	۵۴۷
باب:۱۹	شہداء کے متعلق احکام	۵۶۷

جلد نمبر ۳

باب:۲۰	اسلامی اصول جنگ	۶۱۱
باب:۲۱	حالت جنگ میں اللہ تعالی سے مجاہدین کا خصوصی رابطہ	۶۳۱
باب:۲۲	انسانی حقوق اور عدل و انصاف	۶۷۵
باب:۲۳	جنگی قیدی	۷۱۵
باب:۲۴	بغاوت کرنے والوں اور فساد پھیلانے والوں سے جنگ	۷۳۹
باب:۲۵	فریقین کے مابین صلح کا معاہدہ	۷۸۳
باب:۲۶	اموال غنیمت	۸۱۷

فہرست مضامین

پیش لفظ	۲۹
عرض ناشر	۳۲
مقدمہ	۳۳
مدعائے نگارش	۳۷

جلد ۱

باب:۱ چند اہم بنیادی باتیں

علم جہاد کی اہمیت	۴۱
جہاد کا لغوی معنی	۴۳
جہاد کا شرعی اور اصطلاحی معنی	۴۳
علم جہاد کا موضوع	۴۵
علم جہاد کی غرض و غایت	۴۵
اہداف و مقاصد اور ثمرات و نتائج	۴۶
اقسام جہاد	۵۱
جہاد کی اقسام بمعنی عام	۵۲
① نفس کے خلاف جہاد	۵۲
② شیطان کے خلاف جہاد	۵۳
③ فاسقوں اور فاجروں کے خلاف جہاد	۵۴
④ کافروں اور مشرکوں کے خلاف جہاد	۵۶
فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل	۵۷
پہلا مرحلہ، دعوت و جہاد	۵۷
دوسرا مرحلہ، اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت	۵۹
تیسرا مرحلہ، جہاد و قتال کی اوّلیں اجازت اور اس کے اسباب	۶۱
چوتھا مرحلہ، جوابی حملہ	۶۲
اولاد اور وطن اسلام کا دفاع بھی "جہاد فی سبیل اللہ" ہے	۶۴

پانچواں مرحلہ، قتال عام کی فرضیت ۶۵

جلد ۱

باب ۲: جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

فرض عین کی تعریف ۶۷
فرض کفایہ کی تعریف ۶۷
جہاد بمعنی عام فرض عین ہے ۶۷
قرآن وسنت سے استدلال ۶۷
اجماع امت سے استدلال ۶۹
''جہاد'' قتال کے معنی میں بھی فرض عین ہے ۷۰
قرآن مجید کے دلائل ۷۰
جہاد بالسیف کے بارے آیات ۷۱
تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے ۷۲
جب جہاد کے لیے اعلان عام ہو جائے ۷۳
جہاد کے ذریعے آزمائش ۷۵
سنت سے دلائل ۷۶
جہاد کے بارے میں چند منتخب احادیث ۸۱
تخصیص کرنے والی آیات واحادیث ۸۴
جہاد کے فرض عین ہونے پر آثار واقوال ۸۸
فیصلہ کن بات ۹۴

جلد ۱

باب ۳: فرض عین ہونے کے مستقل اور عارضی اسباب

فرض عین ہونے کے مستقل اسباب ۹۷
(۱) انسداد فتنہ اور غلبۂ دین ۹۷
(۲) جب دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے ۹۸
(۳) جب جہاد کے لیے سب کو نکلنے کا حکم مل جائے ۱۰۱
(۴) جب دشمن حملہ آور ہو جائیں نیز قریب ترین کافروں کی سرکوبی ۱۰۲
جہاد کا تسلسل اور ترتیب نبوی ۱۰۴
محدثین اور فقہاء کی گواہی ۱۰۶

- قریبی کافر اور جہاد کا تسلسل ۱۱۰
- ⑤ قبول اسلام، جزیہ یا قتال فی سبیل اللہ ۱۱۱
- خلاصۂ کلام ۱۱۳
- فرض عین ہونے کے عارضی اسباب ۱۱۳
- ① مومنوں کی مدد کرنا ۱۱۳
- ② ظلم وزیادتی کی روک تھام کے لیے ۱۱۵
- ③ مسلمانوں کے علاقوں کو کافروں کے تسلط سے آزاد کرانا ۱۱۶
- ④ میدان جہاد میں موجود مجاہدین جب نا کافی ہوں ۱۱۷
- فرض کفایہ کا باطل تصور ۱۱۹
- امت محمدیہ کے لیے غور وفکر کا مقام ہے ۱۲۲
- عارضی اسباب میں فرضیت جہاد ۱۲۳
- ملت اسلامیہ سے ایک سوال ۱۲۴
- حاصل بحث ۱۲۵
- فرض کفایہ کی حقیقت ۱۲۵
- جید ائمہ اسلام کی گواہی ۱۲۶

باب:۴ جہاد کے فرضِ عین ہونے کی شرائط

جلد ۱

- تندرست، غیر معذور اور راہِ جہاد کے اخراجات کا متحمل ہونا ۱۳۱
- عاقل، بالغ اور مذکر ہونے کی شرائط ۱۳۳
- نابالغوں اور غلاموں کا جہاد ۱۳۳
- عورتوں کی جہاد میں شرکت کا حکم ۱۳۵
- بحری غزوات میں عورتوں کی شرکت ۱۳۶
- امہات المومنین رضی اللہ عنہن میدان قتال میں ۱۳۶
- مردوں کے ہمراہ خواتین اسلام کی غزوات میں شرکت ۱۳۷
- لہٰذا ثابت ہوا ۱۳۹
- اسلام کی ایک عظیم مجاہدہ ۱۴۰
- خواتین اسلام کے لیے لمحۂ فکریہ ۱۴۱

جلد ۱

باب:۵ جہاد اور حقوق الوالدین

- والدین کے ساتھ حسن سلوک ۱۴۳
- لہٰذا معلوم ہوا ۱۴۵
- والدین کے مشروط حقوق ۱۴۷
- والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ۱۴۷
- والدین کی اطاعت یا والدین سے صلہ رحمی ۱۴۷
- اطاعتیں صرف تین ہیں ۱۴۹
- جہاد اور والدین کا حق ۱۵۰
- والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے والی احادیث ۱۵۱
- مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا ۱۵۳
- مذکورہ بالا شرائط کے دلائل ۱۵۳
  - پہلی شرط ۱۵۳
  - دوسری شرط ۱۵۴
  - تیسری شرط ۱۵۵
  - چوتھی شرط ۱۵۶
- جہاد اور والدین سے تعلقات ۱۵۷
- یہ کیسے ممکن ہے؟ ۱۵۷
- یہ کیسا عدل و انصاف ہے؟ ۱۵۷
- یہ کیونکر جائز و مناسب ہے؟ ۱۵۸
- یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ ۱۵۸
- دونوں باتوں میں مطابقت کی صورت ۱۵۹
- مطابقت والے موقف کے دلائل ۱۵۹
- والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کرنے کی صحیح حدیث ۱۶۰
- لہٰذا معلوم ہوا ۱۶۰
- محدثین اور فقہاء کی وضاحت ۱۶۳
- فرضیت جہاد کے حالات و مراحل ۱۶۶
  - پہلی حالت ۱۶۷

دوسری حالت ۱۶۹
امت مسلمہ کی موجودہ حالت پر غور وفکر ۱۶۹
یہ وقت قیام ہے ۱۷۰
مقروض کا جہاد ۱۷۱
مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا ۱۷۴

باب:۶ جہاد سے قبل امور

جلد ۱

① اللہ تعالیٰ پر ایمان ۱۷۷
② عمل صالح ۱۸۰
مجاہد فی سبیل اللہ کا گناہوں سے اجتناب ۱۸۴
پہلی وجہ ۱۸۶
دوسری وجہ ۱۸۷
③ دعوت وتبلیغ ۱۸۸
دعوت وتبلیغ کے اصول وقواعد ۱۹۰
④ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ۱۹۱
مذکورہ بالا آیات واحادیث سے حاصل شدہ اسباق ۱۹۵
⑤ دوستی اور دشمنی کا معیار ۱۹۸
کافروں اور مشرکوں سے دوستی حرام ہے ۲۰۰
جناب ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ ۲۰۱
مومنوں سے دوستی اور محبت واجب ہے ۲۰۲
ذکر کی گئی آیات سے واضح ہوا ۲۰۳
⑥ اللہ کی راہ میں ہجرت ۲۰۵
ہجرت کی تعریف، اہمیت اور فضیلت ۲۰۵
ہجرت فرض ہے ۲۰۷
انصار ومہاجرین کے درمیان بھائی چارہ ۲۰۹
انصار ومہاجرین کے درمیان وراثت کی تقسیم کا حکم ۲۱۰
مذکورہ آیات واحادیث سے حاصل شدہ احکام ومسائل ۲۱۱

⑦ جماعت و امارت ٢١٣
جماعت کی ضرورت و اہمیت ٢١٤
امیر کی اطاعت و فرماں برداری ٢١٧
اللہ کی صفات اور فرائض ٢٢٠
مذکورہ آیات و احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل ٢٢٥

جلد ١

باب:۷ خلافت و جہاد

خلافت کا تصور اور گمراہ فرقے ٢٣٣
خلیفۃ المسلمین کی موجودگی میں جہاد کے فرض ہونے کے دلائل ٢٣٦
پہلی دلیل ٢٣٦
دوسری دلیل ٢٣٧
تیسری دلیل ٢٣٨
چوتھی دلیل ٢٣٨
پانچویں دلیل ٢٣٩
دلائل کا جائزہ ٢٣٩
پہلی دلیل کا جواب ٢٣٩
دوسری دلیل کا جواب ٢٤١
تیسری دلیل کا جواب ٢٤٤
① پہلی وجہ ٢٤٥
② دوسری وجہ ٢٤٥
③ تیسری وجہ ٢٤٦
چوتھی دلیل کا جواب ٢٤٦
پانچویں دلیل کا جواب ٢٤٨
خلافت کے بغیر جہاد کے وجوب کے دلائل ٢٤٨
قرآن مجید کی آیات سے ٢٤٨
مذکورہ بالا آیات کا خلاصہ حسب ذیل ہے ٢٥١
رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ٢٥٢

- خلافت کے اختتام اور جہاد کے دوام کی مختصر بحث ۲۵۳
- انقطاع خلافت پر صحیح احادیث ۲۵۳
- مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا ۲۵۵
- اے کاش......! ۲۵۷
- ''عصابۃ المسلمین'' اور ''طائفۂ منصورۃ'' پر تحقیقی نظر ۲۵۷
- طائفہ کا معنی ۲۵۹
- عصابہ کا معنی ۲۶۰
- مذکورہ صحیح احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے ۲۶۰
- معسکر ابی بصیر رضی اللہ عنہ ۲۶۱
- سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا امارت کی ذمہ داری سنبھالنا ۲۶۴
- مذکورہ احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل ۲۶۵
- اس مسئلہ کا بہترین حل ۲۷۰

باب ۸: جہاد کی تعلیم اور ٹریننگ

جلد ۱

- ''اِعداد'' کا لغوی معنی ۲۷۵
- ''اِعداد'' کا شرعی معنی ۲۷۵
- جہاد کی ٹریننگ کے متعلق شریعت کا حکم ۲۷۵
- فنون حرب وضرب کا سیکھنا بھی وراثت انبیاء ہے ۲۷۷
- قرآن مجید سے دلائل ۲۷۷
- مندرجہ بالا آیات سے حاصل شدہ چند فوائد ۲۷۹
- نشانہ بازی اور گھڑ سواری کے فضائل و مسائل ۲۸۰
- احادیث رسول سے دلائل ۲۸۰
- مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا ۲۸۷
- گھوڑے باندھنا اور اس کی فضیلت ۲۹۱
- گھوڑ دوڑ کے مقابلے اور گھوڑوں کو موٹا تازہ کرنا ۲۹۸
- لفظ ''تضمیر'' کا معنی ۲۹۹
- مسابقت کا معنی ۲۹۹

- ثنیۃ الوداع کا مطلب ۲۹۹
- مقابلے میں نمایاں آنے والوں کے لیے انعام واکرام ۲۹۹
- شرائط اور احکام ۲۹۹
- گھوڑوں کی اچھی اور بری صفات ۳۰۱
- جہاد کی بقاء اور جہادی وسائل ۳۰۳
- مذکورہ بالا آیات واحادیث کا خلاصہ ۳۰۵

جلد ۱ باب:۹ مورچہ بندی اور اسلامی سرحدوں پر پہرہ

- غرض وغایت اور اہمیت ۳۱۱
- رباط کا مطلب ۳۱۳
- رباط کا لغوی معنی ۳۱۳
- رباط کا شرعی معنی ۳۱۳
- رباط کے فضائل ۳۱۴
- چند الفاظ کے معانی ۳۱۶
- سرحدوں پر ڈٹے رہنے کی خصوصیات ۳۱۷
- اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صبح وشام نکلنا ۳۱۸
- حاصل کلام ۳۲۱
- راہ جہاد کا گرد وغبار اور جہنم کا دھواں ۳۲۱
- اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی اہمیت وفضیلت ۳۲۳
- مندرجہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا ۳۲۵
- طوبیٰ کے معنی ۳۲۶
- ''رباط فی سبیل اللہ'' کا دوسرا شرعی معنی ۳۲۸
- مذکورہ آیات واحادیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں ۳۳۰

جلد ۲ باب:۱۰ قرآن کریم میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

- قرآن مجید کی روشنی میں ۳۳۵
- جہاد کے لیے جانے والوں اور پیچھے بیٹھ رہنے والوں کا تقابل ۳۳۸
- جہاد کرنے والوں اور عبادت میں مصروف رہنے والوں کا تقابل ۳۳۹

- مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا ۳۴۰
- جہاد اور جنت ۳۴۱
- ﴿ السَّائِحُونَ ﴾ کا معنی ۳۴۲
- ﴿ اَلْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ﴾ کا معنی ۳۴۳
- جہاد پر نہ جانے والوں کے لیے ڈانٹ ڈپٹ ۳۴۴
- ﴿ حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ﴾ کا معنی ۳۴۵
- ﴿ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ ﴾ کا معنی ۳۴۵
- جہاد فی سبیل اللہ کامیابی اور بھلائی کی ضمانت ہے ۳۴۶
- صف قتال اور تجارت نجات ۳۴۷
- مذکورہ بالا آیات سے درج ذیل سبق آموز باتیں معلوم ہوئیں ۳۴۸
- مجاہد اور عابد کا تقابل ۳۵۱
- قرآن مجید میں جہاد کا بیان ۳۵۳
- سورۃ البقرہ کا جہادی خاکہ ۳۵۳
- سورۃ آل عمرآن کا جہادی خاکہ ۳۵۳
- سورۃ النساء کا جہادی خاکہ ۳۵۴
- سورۃ المائدہ کا جہادی خاکہ ۳۵۵
- سورۃ الانعام کا جہادی خاکہ ۳۵۵
- سورۃ الانفال کا جہادی خاکہ ۳۵۵
- سورۃ التوبہ کا جہادی خاکہ ۳۵۶
- سورۃ النحل کا جہادی خاکہ ۳۵۷
- سورۃ الحج کا جہادی خاکہ ۳۵۸
- سورۃ النور کا جہادی خاکہ ۳۵۸
- سورۃ الفرقان کا جہادی خاکہ ۳۵۹
- سورۃ الشعرآء کا جہادی خاکہ ۳۵۹
- سورۃ العنکبوت کا جہادی خاکہ ۳۵۹
- سورۃ الروم کا جہادی خاکہ ۳۶۰
- سورۃ لقمان کا جہادی خاکہ ۳۶۰

سورۃ الاحزاب کا جہادی خاکہ ۳۶۰
سورۃ الصافات کا جہادی خاکہ ۳۶۱
سورۃ الشوریٰ کا جہادی خاکہ ۳۶۱
سورۂ محمد (سورۃ القتال) کا جہادی خاکہ ۳۶۱
سورۃ الفتح کا جہادی خاکہ ۳۶۲
سورۃ الحجرات کا جہادی خاکہ ۳۶۳
سورۃ الحدید کا جہادی خاکہ ۳۶۳
سورۃ المجادلہ کا جہادی خاکہ ۳۶۴
سورۃ الحشر (سورۂ بنی نضیر) کا جہادی خاکہ ۳۶۴
سورۃ الممتحنہ کا جہادی خاکہ ۳۶۵
سورۃ الصف کا جہادی خاکہ ۳۶۶
سورۃ التحریم کا جہادی خاکہ ۳۶۶
سورۃ المزمل کا جہادی خاکہ ۳۶۷
سورۃ العادیات کا جہادی خاکہ ۳۶۷
سورۃ النصر کا جہادی خاکہ ۳۶۷

جلد ۲ باب: ۱۱ احادیث میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

جہاد تمام اعمال سے افضل ہے ۳۶۹
حدیث کی تشریح ۳۶۹
پہلی صورت ۳۷۰
دوسری صورت ۳۷۱
پہلی مثال ۳۷۱
تیسری صورت ۳۷۲
دوسری مثال ۳۷۳
جہاد اور ایمان تمام اعمال سے افضل ہے ۳۷۵
تیسری مثال ۳۷۶
جہاد کے مساوی اور برابر کوئی عمل نہیں ۳۷۷

اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے!	۳۸۰
ستر (۷۰) سالہ عبادت اور جہاد فی سبیل اللہ	۳۸۱
مجاہد کے خون کی قدر و قیمت	۳۸۲
کفار سے جنگ کرنا دوزخ سے نجات کا وسیلہ ہے	۳۸۳
مذکورہ بالا حدیث کی وضاحت	۳۸۳
مجاہد کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے	۳۸۴
مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا	۳۸۶
مجاہد سب لوگوں سے افضل ہے	۳۸۷
مذکورہ احادیث کی تشریح	۳۸۸
پہلی دلیل	۳۸۹
دوسری دلیل	۳۸۹
تیسری دلیل	۳۹۰
چوتھی دلیل	۳۹۰
مجاہدین کے درجات و مراتب	۳۹۱
مذکورہ حدیث کی تشریح	۳۹۱
جنت کے دروازے اور تلواروں کے سائے	۳۹۶
حدیث کی تشریح	۳۹۷
مذکورہ احادیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں	۳۹۷

جلد ۲ باب:۱۲ غازیانِ اسلام سے تعاون اور ان کے اہل خانہ کی نگرانی

بے سرو سامانی کا غم	۴۰۱
مجاہد کی تیاری اور مجاہد کے گھر کی نگرانی عین جہاد ہے	۴۰۳
جہاد میں شرکت کرنے والوں کی عورتوں کی عزت و ناموس	۴۰۵
مذکورہ بالا احادیث کی تشریح	۴۰۶
((اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ)) کا مطلب	۴۰۶
((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا)) کا مطلب	۴۰۷
((أَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَ مَالِهِ بِخَيْرٍ)) کا مطلب	۴۰۸

((وَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا)) کا مطلب	۴۰۸
مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا	۴۰۹

جلد ۲ باب:۱۳ جہاد بالمال

جہاد کی اقسام مختلف اعتبار سے	۴۱۳
مالی جہاد کی اہمیت و مرتبہ	۴۱۴
اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا اور جنگ کرنا واجب ہے	۴۱۵
بخل کی پر زور مذمت	۴۱۷
اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین اجر و ثواب کا وعدہ	۴۱۸
اللہ کی راہ میں رکے ہوئے تنگ دست مہاجرین اور مجاہدین	۴۱۹
الفاظ ﴿فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ کی شرعی حقیقت	۴۲۱
مالی جہاد کا واجب ہونا اور جاری و ساری رہنا	۴۲۵
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل	۴۲۸
جہاد فتنہ میں دیا ہوا مال سب سے افضل صدقہ ہے	۴۳۱
انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم بدلنے کی بدترین جسارت	۴۳۳
مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا	۴۳۸

جلد ۲ باب:۱۴ شہید اور شہادت

''شہادۃ'' کا لغوی اور شرعی معنی	۴۴۳
''شہادت فی سبیل اللہ'' کا معنی	۴۴۴
شہید کو شہید کہنے کی وجہ	۴۴۴
شہید کی جامع اور مختصر تعریف	۴۴۸
شہید کی مفصل تعریف	۴۴۸
فقہاء کی اضافی شرائط اور ان کا تنقیدی جائزہ	۴۴۹
شہید کی اقسام	۴۵۴
① حقیقی شہید	۴۵۴
② اعزازی شہید	۴۵۴
③ دنیاوی اور ظاہری شہید	۴۵۴

① دنیا اور آخرت کا شہید ۴۵۴
② آخرت کا شہید ۴۵۴
③ دنیاوی شہید ۴۵۴
❁ شہداء کے مرتبے ۴۵۵
❁ منصب نبوت اور تمنائے شہادت ۴۵۸
❁ شہادت فی سبیل اللہ اور جنت ۴۶۰
❁ ضمانت باری تعالیٰ ۴۶۱
❁ دخولِ جنت میں پیش پیش ۴۶۳
❁ فردوسِ بریں اور آرزوئے شہید ۴۶۴
❁ قاتل اور مقتول دونوں جہاد کی وجہ سے جنت میں ۴۶۷
❁ وہ جو اپنا وعدہ نبھا گئے ۴۶۹
❁ مزید کچھ مثالیں ۴۷۱
❁ مذکورہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا ۴۷۶
❁ دشمن کی صفوں میں تنہا گھس جانا اور جان قربان کر دینا ۴۸۰
❁ جنگ شروع کرنے سے پہلے خوشبو استعمال کر ۴۸۴
❁ خودکشی اور جان فدائی کارروائیوں میں فرق ۴۸۷
❁ مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۴۹۰

باب:۱۵ شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ

جلد ۲

❁ قرآن مجید کی روشنی میں ۴۹۳
❁ ﴿فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا......﴾ کا مطلب ۴۹۴
❁ ﴿فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ کا مطلب ۴۹۴
❁ احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں شہید کے اعزازات ۴۹۵
❁ قتل ہونے والے تین شخص ۴۹۸
❁ احادیث کا مطلب ۴۹۹
❁ ''شہید کے قتل کے سوا گناہ معاف ہو جاتے ہیں'' کی تحقیق ۴۹۹
❁ مذکورہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ یہ ہے ۵۰۲

جلد ۲

باب:۱۶ شہداء کی زندگی کی حقیقت

بہترین برزخی حیات اور رزق الٰہی ۵۰۷
مذکورہ آیات کی تشریح ۵۰۸
﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ...... ﴾ کا مطلب ۵۱۰
﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ...... ﴾ کا مطلب ۵۱۲
شہدائے اُحد کا اہل دنیا کے لیے پیغام ۵۱۲
شہید اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ملاقات ۵۱۳
بئر معونہ کے شہیدوں کا اہل دنیا کے لیے پیغام ۵۱۴
شہیدوں کی روحیں کہاں ہوتی ہیں؟ ۵۱۶
شہداء کی زندگی قرآن وسنت کی روشنی میں ۵۱۸
شہید کی روح ایک طائر ا ہوتی ہے ۵۲۳
﴿ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ ...... ﴾ کا مطلب ۵۲۴
﴿ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ...... ﴾ کا مطلب ۵۲۴
﴿ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ کا مطلب ۵۲۵
﴿ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ...... ﴾ کا مطلب ۵۲۵
شہداء کے چار مختلف درجات ۵۲۶
خلاصۂ کلام ۵۲۷

جلد ۲

باب:۱۷ اخلاصِ نیت اور جہاد

نیت خالص قرآن کی روشنی میں ۵۳۱
مذکورہ بالا آیات کی تفسیر ۵۳۱
نیت خالص احادیث کی روشنی میں ۵۳۶
خلاصۂ کلام ۵۳۸
ریاکار شہید، عالم اور سخی کا انجام ۵۳۹
مسائل واحکام ۵۴۲

جلد ۲

باب:۱۸ مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقت

- قرآنی آیات کی روشنی میں ۵۴۷
- ﴿فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ کا مطلب ۵۴۷
- مجاہد کا اجر پورا یا کم ۵۴۸
- دو مختلف احادیث کے درمیان مطابقت ۵۴۸
- جو اس لیے لڑا کہ اللہ کا دین سربلند ہو ۵۵۰
- اللہ تعالیٰ کے لیے لڑنے والا اور شیطان کے لیے لڑنے والا ۵۵۳
- طاغوت کے راستے میں قتال ۵۵۷
- طاغوت کا مفہوم ۵۵۷
- اللہ پر ایمان اور طاغوت کا انکار ۵۵۹
- شیطان کے دجل و فریب کا جال اور مومن کا یقین کامل ۵۶۰
- سابقہ بحث سے ثابت ہوا ۵۶۲

جلد ۲

باب:۱۹ شہداء کے متعلق احکام

- شہداء کی اقسام ۵۶۷
- ایمان اور پرہیزگاری کے اعتبار سے شہداء کی اقسام ۵۶۸
  1. شہید مطلق: (دنیوی اور اخروی شہید) ۵۶۹
  2. شہید مقید: (اخروی شہید) ۵۷۰
  3. دنیوی شہید ۵۷۰
- اخروی شہید کی سات قسمیں ۵۷۰
- اخروی شہید کی مزید اقسام ۵۷۲
- اخروی شہید کے احکام ۵۷۳
- بحری جنگ اور سمندر میں شہید ہونے والا ۵۷۴
- مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا ۵۷۶
- غزوۂ ہند کے بارے احادیث رسول ﷺ ۵۷۷
- مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۵۷۸
- دنیوی اور اخروی شہید کے احکام ۵۷۹

- مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۵۸۰
- شہید کے نماز جنازہ ۵۸۲
  - پہلا موقف ۵۸۲
  - دوسرا موقف ۵۸۴
  - تیسرا موقف ۵۸۵
- اپنے ہی وار سے شہید ہونے والا ۵۸۶
- باغیوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے قتل ہونے والا ۵۸۷
- شہید عورتوں اور بچوں کا حکم ۵۸۸
- میدان جہاد میں بغیر کسی نشان کے قتل ہونے والا ۵۸۹
- وہ شخص جو زخمی حالت میں کچھ دیر زندہ رہے ۵۸۹
  - المرتث کا لغوی معنی ۵۸۹
  - المرتث کا شرعی معنی ۵۸۹
- درست موقف ۵۹۱
- مقروض اور خائن شہید ۵۹۲
- دفن سے پہلے میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ۵۹۳
- دفن کے بعد کسی میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ۵۹۴
- شہید کی لاش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ۵۹۵
- غائبانہ نماز جنازہ ۵۹۶
- مذکورہ بالا متواتر حدیث سے درج ذیل احکام معلوم ہوتے ہیں ۵۹۷
- قبر پر نماز جنازہ ۵۹۹
- قبروں کی زیارت (جواز کے دلائل اور اغراض و مقاصد) ۶۰۱
- عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کے حرام ہونے کا بیان ۶۰۲
- قبروں کی زیارت اور ان کی طرف سفر ۶۰۳
- قبروں پر مجاور بننا اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ۶۰۴
- قبریں یا سجدہ گاہیں ۶۰۵
- مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۶۰۶
- ابھری ہوئی نمایاں قبروں کو برابر کرنا ۶۰۷
- رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ۶۰۸

جلد ۳

باب:۴۰ اسلامی اصول جنگ

- اسلامی اور غیر اسلامی مقاصد ۶۱۱
- جنگ سے پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت ۶۱۳
- نبی اکرم ﷺ کے شاہانِ عالم کو دعوتی خطوط ۶۱۵
- اسلامی جنگ کے آداب ۶۱۷
- مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم ۶۲۰
- ((فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ......)) کا معنی ۶۲۱
- مذاہب عالم کے جنگی مقاصد اور نظریات ۶۲۲
  - ① یہودیت ۶۲۲
  - ② عیسائیت ۶۲۳
  - ③ ہندو مذہب ۶۲۵
- چار وید درج ذیل ہیں ۶۲۵
- یہودیت کے مقاصد جنگ ۶۲۸
- عیسائیوں کا جنگی نقطۂ نظر ۶۳۰
- یہود و نصاریٰ قرآن کی نظر میں ۶۳۱
- ہندو مذہب کا فلسفۂ جنگ ۶۳۳
  - ④ بودھ مذہب ۶۳۴
- مذاہب اربعہ اور اسلام ۶۳۵
- امت مسلمہ پر جہادِ اسلامی کے اثرات کا بالاختصار نقشہ ۶۳۷
- غیر مسلم اقوام کے لیے جہادِ اسلامی کے ثمرات و برکات ۶۳۸

جلد ۳

باب:۴۱ حالت جنگ میں اللہ تعالیٰ سے مجاہدین کا خصوصی رابطہ

- جنگوں میں ختم الرسل کا اللہ تعالیٰ سے خصوصی رابطہ ۶۴۲
  - پہلی مثال ۶۴۲
  - دوسری مثال ۶۴۳
  - تیسری مثال ۶۴۵
  - چوتھی مثال ۶۴۶
  - پانچویں مثال ۶۴۷

- دشمن کے ساتھ ملاقات میں ثابت قدمی اور صبر کا مظاہرہ ۲۴۷
- ﴿إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ﴾ کا معنی ۲۴۸
- ﴿أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ﴾ کا معنی ۲۴۸
- جب دشمن کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو ۲۴۹
- دشمن سے مقابلے کی تمنا (ایک اعتراض اور اس کا جواب) ۲۵۰
- ظاہری حالت پر اعتماد ۲۵۱
- مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا ۲۵۴
- جنگ ایک دھوکہ ہے ۲۵۵
  - ① اصل مقصد اور حالت چھپانا ۲۵۵
  - ② جاسوسی اور خبر رسانی کا نبوی نظام ۲۵۵
  - ③ جھوٹ اور حیلہ سازی ۲۵۸
- فخر و تکبر کا اظہار ۲۶۰
- چند مسائل و احکام ۲۶۴
- جہاد اسلامی اور قومی جنگیں (تحقیقی و تاریخی موازنہ) ۲۶۶
- لوٹ مار اور قتل و غارت کے لیے جنگیں ۲۶۶
- بہادری اور شجاعت کے اظہار کے لیے جنگیں ۲۶۷
- وحشیانہ انتقام کے لیے جنگیں ۲۶۹

باب: ۲۲ انسانی حقوق اور عدل و انصاف — جلد ۳

- ① عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کے قتل کی ممانعت ۲۷۵
- مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۲۷۷
- ② اچانک حملوں اور شب خون کارروائیوں میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا ۲۷۸
- مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۲۷۹
- ③ مثلہ کرنے، آگ لگانے اور تباہی مچانے کی ممانعت ۲۸۳
- خلق عظیم کا فقید المثال مظاہرہ ۲۸۵
- ④ مکانات اور فصلوں کو تباہ کرنا اور نذر آتش کرنا ۲۸۶
- مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۲۸۷
- جنگ کے خصوصی آداب ۲۸۹

اسلامی آداب جنگ اور جاہلی وقومی جنگیں ۶۹۲
جنگ میں حصہ نہ لینے والوں پر زیادتی ۶۹۲
قتل وغارت گری اور شب خون کارروائیاں ۶۹۳
مقتولین کی تحقیر، تذلیل اور مثلہ ۶۹۵
آگ میں جلانے کی سزا ۶۹۷
غداری اور بدعہدی ۶۹۸
سلطنت روم اور سلطنت ایران کے جنگی اصول ۶۹۹
مذہبی مظالم ۷۰۰
سفیروں پر زیادتی اور بدعہدی کا مظاہرہ ۷۰۰
حالت جنگ میں وحشیانہ طریقے ۷۰۱
متفرق آداب جنگ ۷۰۳

جلد ۳

باب: ۲۳ جنگی قیدی

بدر کے قیدیوں کی رہائی (فدیہ اور احسان کے ساتھ) ۷۱۵
قیدی کو قتل کرنا ۷۲۱
مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے معلوم ہوا ۷۲۲
اسلام میں غلامی کا تصور ۷۲۹
لغوی اور اصطلاحی معنی ۷۲۹
اسلام میں غلاموں کی اقسام ۷۳۰
① رقیق ۷۳۰
② مکاتب ۷۳۰
③ مدبر ۷۳۰
④ ام ولد ۷۳۰
غلامی تاریخ کے آئینے میں ۷۳۱
نبی ﷺ کے دور اقدس میں قیدیوں کا غلام بنایا جانا ۷۳۲
بنو ہوازن کی لونڈیاں اور خلق عظیم کا مظاہرہ ۷۳۴
مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۷۳۵

⊛ اسلام میں غلاموں کے حقوق ۴۳۷

① نیکی و احسان ۴۳۷

② «هُم (الْعَبِيْدُ) إِخْوَانُكُم» ۴۳۷

③ «جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ» ۴۳۷

④ «فَأَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ» ۴۳۸

⑤ «وَأَلْبِسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ» ۴۳۸

⑥ «وَ لَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ» ۴۳۸

⑦ «فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ» ۴۳۸

⑧ حقارت آمیز الفاظ کی ممانعت ۴۳۸

⑨ لونڈی کی تعلیم و تربیت اور آزادی و نکاح ۴۳۸

⑩ نیک غلام کے لیے دہرا اجر و ثواب ۴۳۹

⑪ غلام کو ناکردہ گناہ پر سزا کا کفارہ ۴۳۹

⑫ غلام کو مارنے والے ایک آقا کو رسول اللہ ﷺ کی سرزنش ۴۳۹

⑬ نیک غلام اور سیدنا ابو ہریرہ کی خواہش ۴۴۰

⑭ آزادی کا پروانہ دینے کے فضائل ۴۴۰

⑮ آزادی کی رقم ادا کرنے اور آزادی حاصل کرنے کا حق ۴۴۱

⑯ آزاد کیے گئے غلام کے چھوڑے ہوئے مال کا حق ۴۴۱

⑰ حق ولاء اور نسبی قرابت ۴۴۲

⑱ ماں بن جانے والی لونڈی کے لیے پروانۂ آزادی ۴۴۲

⑲ آزادی اور قرابت کا حق ۴۴۲

⑳ بعض گناہوں کے کفاروں کی صورت میں آزادی ۴۴۳

㉑ مدبّر غلام کی آزادی ۴۴۳

⊛ اسیرانِ جنگ اور غیر مسلم اقوام ۴۴۴

⊛ روم و ایران کے اسیرانِ جنگ ۴۴۶

جلد ۳ باب: ۲۴ بغاوت کرنے والوں اور فساد پھیلانے والوں سے جنگ

⊛ باغی، فسادی اور خارجی کے بارے احکام ۴۴۹

⊛ جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا اور نکلنے والا ۴۵۰

⊛ مذکورہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا ۴۵۱

عوام الناس کو خاک وخون میں لت پت کرنے والے دہشت گرد	۷۵۶
چند احکام و مسائل کا بیان	۷۵۸
اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جانے والے کے قتل کا حکم	۷۶۳
مرتد کی تعریف اور اس کو قتل کرنے کی حکمت	۷۶۴
مرتد کے احکام	۷۶۶
صریحاً ارتداد والے اقوال و افعال	۷۶۸
کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ مزید عقائد	۷۷۰
شاتم رسول کی سزا	۷۷۳
امت کے ذمہ نبی اکرم ﷺ کے حقوق	۷۷۴
شاتم رسول کے لیے قتل کی سزا	۷۷۴
مذکورہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ	۷۷۷

جلد ۳

باب: ۳۵ فریقین کے مابین صلح کا معاہدہ

تعریف، اہمیت اور حکمت	۷۸۳
صلح کی پیشکش قبول کرنا اور نہ کرنا	۷۸۳
معاہدۂ صلح حدیبیہ	۷۸۵
اہل روم سے صلح	۷۸۷
صلح کی شرائط اور احکام	۷۸۷
احترام والے مہینے اور عام معافی کا اعلان	۷۹۱
پناہ دینے کا معاہدہ اور جان بخشی کی اپیل	۷۹۲
مندرجہ بالا بحث سے حاصل شدہ احکام و مسائل	۷۹۳
مالی معاوضے کے بدلے مستقل پناہ دینا	۷۹۶
تعریف اور اہمیت	۷۹۶
جزیہ کے احکام اور ذمیوں کے حقوق	۷۹۸
جزیرۂ عرب اور مشرکین	۸۰۵
مشرک پلید ہیں	۸۰۶
ان آیات سے معلوم ہوا	۸۰۷
یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو	۸۰۸
مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا	۸۰۹

پچاس سے زائد اسلامی ممالک کے لیے لمحۂ فکریہ ۸۱۴

جلد ۳

باب:۲۶ اموال غنیمت

"الغنیمة" کی لغوی تشریح ۸۱۷
"الغنیمة" کی شرعی تعریف ۸۱۷
"الفيء" کی لغوی تشریح ۸۱۷
"الفيء" کی شرعی تعریف ۸۱۸
"النفل" کی لغوی تشریح ۸۱۸
"النفل" کی شرعی تعریف ۸۱۹
جنس کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام ۸۲۰
نوعیت کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام ۸۲۱
نبی ﷺ کے مخصوص حق کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام ۸۲۱
① مال فيء ۸۲۱
② الصَّفِي ۸۲۱
③ الخُمس ۸۲۱
مال غنیمت کے حلال اور جائز ہونے کے دلائل ۸۲۲
مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۸۲۳
مال غنیمت کا اصل مصرف ۸۲۶
اموال غنیمت کی تقسیم ۸۲۹
پانچویں حصے اور مال فئی کے مصارف ۸۳۴
امیر کا اپنا حصہ ۸۳۵
امیر المومنین اور اس کے قریبی رشتہ داروں کے لیے مال خمس ہے ۸۳۸
مال خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لیے بھی ہے ۸۳۸
مفتوحہ علاقہ جات ۸۳۸
جنگ میں شمولیت کرنے والے مجاہدین کا حصہ ۸۴۱
مال غنیمت صرف جنگ میں شرکت کرنے والوں کے لیے ہے ۸۴۲
مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ ۸۴۳
بڑے قافلے میں سے مختصر قافلے والوں کا اضافی حصہ ۸۴۷

- بڑے لشکر اور چھوٹے قافلہ کی تعداد ۸۴۸
- اجرت پر جہاد کرنے والے کے لیے حصہ، انعام اور سواری کا بندوبست ۸۴۹
- مال غنیمت کے مستحق ہونے کی شرائط ۸۵۰
  - ① عاقل ہونا ۸۵۱
  - ② مسلمان ہونا ۸۵۱
  - ③ جنگ پر قدرت رکھنا ۸۵۱
  - ④ بالغ ہونا ۸۵۱
  - ⑤ مذکر ہونا ۸۵۲
  - ⑥ آزاد ہونا ۸۵۲
- انعام واکرام ۸۵۳
- اجرت پر جہاد ۸۵۳
- اضافی نوازش اور کافر سے چھینا ہوا مال ۸۵۴
- مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۸۵۷
- مال غنیمت کی تقسیم سے قبل فائدہ اٹھانا ۸۶۰
- مسلمان کا جو مال دشمن کے ہاتھ لگ جائے ۸۶۲
- مشرکین کے غلاموں کا معاملہ ۸۶۳
- قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنانا ۸۶۴
- مال غنیمت میں خیانت اور بددیانتی حرام ہے ۸۶۷
- مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ۸۷۰
- اَلْمَرَاجِعُ وَالْمَصَادِرُ لِهٰذَا الْكِتَابِ ۸۷۵

پیش لفظ

(از قلم: محترم پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب)

مسلمانوں کی صدیوں کی عروج و زوال کی تاریخ میں جہاد بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ جب بھی صحیح بنیادوں پر جہاد ہوا مسلمان فتح یاب ہوئے۔ قوتیں، حکومتیں اور آزادیاں مسلمانوں کو ملیں اور جب جہاد کو ترک کیا گیا تو سب کچھ مسلمانوں سے چھن گیا۔ رسول اسلام جناب محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب مسلمان جہاد کو ترک کر کے "دنیا کے بندے" بن جائیں گے تو ذلتیں ان پر مسلط ہو جائیں گی۔ چنانچہ وہی ذلتیں آج نظر آ رہی ہیں۔ تقریباً سب ہی مسلم ممالک بدترین غلامی کا شکار ہیں اور مسلم حکمران کفار کی چاکری کے لیے مجبور ہیں۔ مسئلے کا ایک ہی حل ہے کہ امت مسلمہ متحد ہو کر جہاد کے فریضے کو ادا کرے اور ظلم و کفار کی غلامی سے نجات حاصل کر کے اللہ کے دین اسلام کو کرۂ ارض پر غالب کرے۔ اللہ اس خدمت اور قربانی کے صلے میں مسلمانوں کو انعامات سے نوازے گا۔

اگرچہ صدیوں سے مسلمانوں پر غلامی کی سیاہ رات چھائی ہوئی تھی لیکن ربع صدی سے حالات نے اس وقت پلٹا کھایا جب افغانستان میں روسی استعمار کے خلاف جہاد شروع ہوا اس سے امت مسلمہ کا رخ جہاد کی طرف مڑ گیا۔ بارہ سالہ جہاد افغانستان نے تخم ریزی کی اور سوئے ہوئے امت مسلمہ کے جذبے پھر سے بیدار کر دیئے۔ افغان جہاد کے بعد کشمیر، فلپائن، بوسنیا، فلسطین، چیچنیا اور دیگر کئی مقامات پر جاری ہونے والے جہاد نے دنیا کی سیاست ہی بدل کر رکھ دی۔ دنیا بھر کے کفار امریکی استعمار کی کمان میں جہاد اسلامی کے خلاف متحد ہو گئے۔ ستمبر ۲۰۰۱ء میں امریکہ میں رونما ہونے والے واقعات کے بعد امریکی صلیبی قیادت میں مسلمانوں کے خلاف معرکہ شروع ہو گیا اور امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ اسلام دشمن یہودیوں اور ہندوؤں نے اس میں بڑا کردار ادا کیا۔ پھر عراق پر حملہ ہوا رفتہ رفتہ یہ جنگ پھیلتی جا رہی ہے اور اسلام اور کفر کے درمیان بڑے معرکے کی شکل اختیار کر گئی ہے۔

یقین ہے کہ بفضلہ تعالیٰ اس معرکے کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں نکلے گا اور کفر کی قوت ٹوٹے گی جس کے ٹوٹنے کا اس سے پہلے کوئی امکان نہیں تھا اور اسلام دنیا کی سب سے بڑی قوت بن کر ابھرے گا اور مسلمان متحدہ قوت کے ساتھ غالب آئیں گے۔ ان شاء اللہ۔

افغان جہاد کے بعد کشمیر کے جہاد نے جنوبی ایشیا کے مسلم خطے کو بہت متاثر کیا۔ افغانوں اور پاک و ہند کے مسلمانوں نے جان و مال کی بہت زیادہ قربانیاں پیش کیں۔ اس سے جہاد کی ایک فضا

جلد نمبر ۲

باب:۱۰

قرآنِ کریم میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

قرآن مجید کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیات :۷۲ تا۷۵ میں ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کی دین میں اہمیت کو واضح کیا ہے، مہاجرین اور انصار کے درمیان باہمی تعاون کے مضبوط دینی رشتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، صرف ہجرت، نصرت دین اور جہاد فی سبیل اللہ کو ہی ایمان اور اسلام کے صحیح ہونے اور برحق ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٦١٥]﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ۝﴾[الأنفال=۸:۷٤]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی خاطر ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، بس یہی لوگ برحق مومن ہیں اور انہی کے لئے اللہ کی مغفرت اور بخشش ہے اور عزت وتکریم والا رزق ہے۔''

گویا مومنین، مجاہدین، مہاجرین اور انصار کے لئے دنیا کی نعمت باہمی نصرت ومحبت، بھائی چارہ اور دوستی ہے۔ جس کے فوائد وثمرات، اجتماعی قوت، زمین میں حصول اقتدار اور خلافت و امارت کی شکل میں حاصل ہوئے۔ آخرت کا انعام گناہوں کی مغفرت اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں کا حصول اس کے علاوہ ہے۔ مزید خوشخبری یہ کہ نیکی کے کاموں میں ان کی پیروی کرنے والے، بعد میں ایمان لانے والے اور ان کے ساتھ مل کر ہجرت و جہاد کرنے والے بھی ان کے اس اعزاز میں شریک ہونگے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[٦١٦]﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝﴾[الحجرات=٤٩:١٥]

---

[1] ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر:۲/۳۶۳۔۳۶۵ + فتح القدیر للشوکانی:۲/۳۲۹۔۳۳۰ + روح المعانی للآلوسی:۱۰/۳۴۔۳۵

''مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر دل سے ایمان لائے، پھر کسی طرح کا شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ایسے ہی لوگ سچے ہیں۔''

سورۃ الحجرات کی آیات: (۱۴، ۱۶۔۱۸) جو مذکورہ بالا آیت کا سیاق و سباق ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان دیہاتیوں کو جو تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ اختیار کئے بغیر ایمان کا دعویٰ کر رہے تھے، ان کو متنبہ فرما رہے ہیں کہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا اگرچہ تم بظاہر مسلمان ہو۔اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کرو گے۔(جان و مال سے) جہاد فی سبیل اللہ اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔کیا تم اللہ تعالیٰ کو جو زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے، اپنا دین جتلاتے ہو اور نبی ﷺ پر احسان رکھتے ہو۔ احسان تو اللہ کا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا۔وہ بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیب جانتا ہے۔''

نتیجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان کا محض دعویٰ کر دینا ہی سچے مومن ہونے کی دلیل نہیں۔اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لئے مال و جان کے ساتھ جہاد کرنا شرط اول ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۶۱۷]﴿ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝ ﴾ [الحجرات=۴۹: ۱۵]

''صرف وہی لوگ (ایمان کے دعویٰ میں سچے ہیں (جو جان و مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں)۔''

یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمت اور مغفرت کے اصل امیدوار ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

[۶۱۸]﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ ﴾ [البقرۃ=۲: ۲۱۸]

''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا،بس یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔''

وہی لوگ اپنے رب کے فضل و کرم کے سچے طالب ہیں۔جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

[۶۱۹]﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ

فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ O﴾

[الحشر = ۵۹: ۸]

''(بغیر جنگ کے کفار سے جو مال حاصل ہو) ان پر فقراء اور مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے ۔وہ اللہ کے فضل اور اللہ کی رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں اور (جہاد کے ساتھ) اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں ۔ایسے ہی لوگ سچے ایماندار ہیں۔''

سورۃ الحشر کی آیت :۶،۷ کو پڑھئے !اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

'' اور جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بغیر جنگ کے عطا فرمایا ہے سو تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ دیہاتیوں کا جو مال اللہ نے اپنے رسول کو دلایا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے اور نبی کے قرابتداروں کا ، یتیموں ، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے ۔ تاکہ وہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ تمہیں جو کچھ دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ شدید عذاب والا ہے۔''

آیت :۹ میں فرمایا: غزوۂ بنی نضیر میں حاصل ہونے والا مال تنگدست مہاجرین کی طرح ان لوگوں کا بھی حق ہے جنھوں نے مدینہ میں مہاجروں سے پہلے اپنا ٹھکانہ بنایا اور ایمان لائے ۔

سیاق و سباق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ سچے ایمانداروں کا خاص شعار ہے اور یہی اللہ کے فضل و کرم کے حصول کا اصل راستہ ہے ۔یہ سچے مومنوں کے تعارف کے چند نمونے ہیں ۔قرآن مجید کی بہت ساری آیات اور صحیح اور متواتر احادیث اس پر دلیل ہیں ۔

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو** :

1. تفسیر سورۃ الأنفال و سورۃ التّوبۃ از تفسیر ابن کثیر جلد:۲
2. فتح القدیر للشّوکانی جلد:۲
3. روح المعانی جلد :۹۔۱۱
4. تفسیر القرطبی جلد:۷،۸
5. تفسیر الطّبری جلد:۹۔۱۱

جہاد کے لئے جانے والوں اور پیچھے بیٹھ رہنے والوں کا تقابل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٦٢٠] ﴿ لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۚ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۚ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ۚ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾

[النساء=٤:٩٥، ٩٦]

''مومنین میں سے جو لوگ جہاد سے بیٹھ رہیں (علاوہ نابینا اور معذور کے) وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر مرتبہ اور درجہ میں فضیلت دے رکھی ہے اور سب کے ساتھ اللہ نے اچھا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت عظیم الشان اجر و ثواب کے ساتھ فضیلت بخشی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے بہت سے مرتبے اور درجے ہیں ۔ علاوہ ازیں گناہوں کی بخشش ہے اور رحمت و مہربانی ہے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۔''

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''سوائے معذور افراد'' کے الفاظ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی کی اس شکایت وتمنا پر نازل ہوئے کہ یا رسول اللہ (ﷺ)!

[٦٢١] « وَاللّٰهِ لَوْ اَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ » [1]

'' اللہ کی قسم !اگر مجھ میں استطاعت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا۔''

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بیٹھ رہنے والوں سے مراد غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے والے لوگ ہیں۔

◉ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

﴿ اَلْحُسْنٰى ﴾ سے مراد جنت اور عظیم الشان جزا ہے۔ مجاہدین اور قاعدین دونوں کے لئے ﴿ اَلْحُسْنٰى ﴾ کا وعدہ جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورت میں ہے ۔لیکن جب وہ فرض عین ہوگا تو جہاد کو چھوڑ دینا اور جہاد سے پیچھے رہنا یقیناً درد ناک عذاب کا سبب اور موجب ہے۔ جیسا کہ

[1] صحیح البخاری= کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ النساء: باب لا یستوی القاعدون من المؤمنین ، الحدیث:٤٥٩٣

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٦٢٢] ﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [التوبة=٩:٣٩]

''اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تم کو شدید ترین عذاب سے دوچار کرے گا۔''

درجات سے مراد صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق ایک سو ایسے درجات اور منزلیں ہیں جن کے ہر دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان کا فاصلہ ہے۔[ع]

جہاد کرنے والوں اور عبادت میں مصروف رہنے والوں کا تقابل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٦٢٣] ﴿ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۝ ﴾ [التوبة=٩:١٩-٢٢]

''کیا تم نے حجاج کرام کو پانی پلانے والوں اور مسجد حرام کے آباد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والوں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو آپس میں برابر ٹھہرا دیا ہے؟ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ لوگ ہیں اور وہی لوگ کامیابی اور کامرانی پانے والے ہیں۔ ان کا پروردگار انہیں اپنی خاص رحمت، رضا مندی اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہوں گی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان میں رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا شاندار اجر وثواب ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے آیات مذکورہ بالا کے شان نزول میں چند اقوال نقل کئے ہیں:

ع صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب درجات المجاهدين في سبيل الله- الحديث:٢٧٩٠+صحيح مسلم= كتاب الإمارة: باب بيان ما أعدّه الله تعالى للمجاهد في الجنة من الدرجات- الحديث:١٨٨٤+ تفسیر ابن کثیر:٦/٥٩٤،٥٩٥

1 یہ مشرکین مکہ یا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئیں ہیں (جب وہ اسلام لانے سے قبل غزوہ بدر میں مسلمانوں کے قیدی بنے)۔ جنہوں نے کہا کہ: ''ہم حجاج کرام کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ہمارا عمل ایمان و اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل و برتر ہے۔'' [ع]

2 یہ آیات صحابہ کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئیں جنہوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور بیت اللہ میں عبادت کے لئے مصروف رہنے کو اسلام کے بعد سب سے افضل عمل قرار دیا تھا۔ جبکہ ایک صحابی نے جہاد فی سبیل اللہ کو تمام اعمال پر فوقیت دی تو اللہ نے جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھنے والے کی تصدیق اور تائید میں یہ آیات نازل کیں۔ [ف]

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا:

1 مساجد (بالخصوص مسجد حرام) کو آباد کرنا اگرچہ بہت بڑا اجر و ثواب ہے اور عظیم عبادت ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

[٦٢٤] ﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ...... ﴾ [التوبة=٩:١٨]

''اللہ کی مساجد کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔''

اور نبی ﷺ کی حدیث ہے:

[٦٢٥] « اِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهُ بِالْإِيْمَانِ » [ق]

''جب کسی شخص کو مساجد کی خدمت کرتا دیکھو تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دے دو۔''

لیکن یہ اعمال اسلام میں اپنی غیر معمولی حیثیت کے باوجود جہاد کے مساوی اور ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مجاہد اپنے مال کے ساتھ ساتھ اپنی محبوب ترین چیز (زندگی) بھی اللہ کے لئے

ع تفسیر ابن کثیر: ٢ / ٣٧٧

ف صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب فضل الشهادة في سبيل الله ، الحديث: ١٨٧٩ + فتح القدير للشوكاني: ٢ / ٢٤٠ + تفسیر ابن کثیر: ٢ / ٣٧٧ + تفسیر القرطبی: ٨ / ٩٠۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام ابن حبان رحمة اللہ علیہما نے بھی نقل کیا ہے۔

ق سنن الترمذی= کتاب التفسیر : باب سورة التوبة + المستدرك على الصحيحين: كتاب التفسير تفسير سورة التوبة: باب أسماء صناديد الكفر و الأمر بقتالهم ۔ اس حدیث کو امام ابن حبان ، امام ابن خزیمہ اور امام ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہوں مذکورہ بالا حوالہ جات۔

قربان کر دیتا ہے۔

۲ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد جہاد فی سبیل اللہ تمام اسلامی عبادات میں افضل عبادت ہے۔

۳ جہاد فی سبیل اللہ کو دیگر عبادات حتیٰ کہ کعبۃ اللہ کا حج کرنے والوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام میں عبادت الٰہی میں مصروف رہنے سے کم تر یا ان کے مساوی سمجھنے والے اللہ کے نزدیک ظالم ہیں۔ جو مالی اور جانی قربانی (یعنی جہاد) کو صرف مالی قربانی کے (جہاد کے علاوہ ہر عبادت) کے برابر قرار دے کر بے انصافی کرتے ہیں۔

۴ مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے مومن اللہ کے نزدیک سب سے بڑے مرتبے والے ہیں۔

۵ صرف وہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں، اللہ کی خصوصی رحمت اور اس کی خوشنودی و رضامندی کے اصل مستحق ہیں۔ انہی کے لئے بہشتوں کی دائمی اور ابدی نعمتوں کی بشارتیں ہیں۔[1]

جہاد اور جنت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[٦٢٦] ﴿ إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السّٰٓئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ [التوبة=٩: ١١١-١١٢]

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں کہ اس کے بدلے میں انکے لئے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑائی کرتے ہیں، (کفار کو) مارتے ہیں اور خود مارے جاتے ہیں۔ یہ اللہ کا پختہ اور سچا وعدہ ہے تورۃ، انجیل اور قرآن میں اور

[1] خلاصہ کلام از فتح القدير للشوكاني: ٢/ ٢٤٥، ٢٤٦ + روح المعاني للآلوسي: ١٠/ ٦١، ٦٢ + تفسير القرطبي: ٨/ ٥٩، ٦٠ + تفسير ابن كثير: ٢/ ٣٧٧، ٣٧٨

اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟ سو مسلمانو! تم اپنے اس سودے پر جو تم کر چکے ہو خوشی مناؤ اور وہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ وہ (مومن) توبہ کرنے والے، عبادت گزار، اللہ کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، (نمازوں میں) رکوع اور سجود کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور اے نبی (ﷺ)! ایسے ایمانداروں کو (جنت اور رضائے الٰہی کی) خوشخبری سنادو۔"

﴿السَّائِحُوْنَ﴾ کا معنیٰ:

سیاحت کا ایک معنیٰ جہاد فی سبیل اللہ بھی منقول ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ:

[٦٢٧] « إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى » [5]

"میری امت کی سیاحت (سیر وتفریح) جہاد فی سبیل اللہ ہے۔"

لیکن ابن کثیر رحمہ اللہ اور شوکانی رحمہ اللہ نے ﴿السَّائِحُوْنَ﴾ کا معنیٰ "روزہ دار" زیادہ صحیح قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے متعدد اقوال ذکر کئے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ امام ابن جریر رحمہ اللہ کی اپنی سند سے روایت کی ہوئی ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

[٦٢٨] « عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ السَّائِحِينَ فَقَالَ: هُمُ الصَّائِمُونَ » [6]

"نبی ﷺ نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا ﴿السَّائِحُوْنَ﴾ روزہ دار ہیں۔"

اس کی سند صرف تابعی تک پہنچتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچتی۔ یہ روایت ابن جریر رحمہ اللہ کے ہاں صحیح ترین اور مشہور ترین روایت ہے۔

﴿السَّائِحُوْنَ﴾ سے یہ سیاحت مراد نہیں کہ پہاڑوں کی چوٹیوں، غاروں اور جنگلوں میں گوشہ نشینی اور سیر وتفریح اختیار کی جائے اور اس کو عبادت کا درجہ دیا جائے۔ یہ قرآن کے مفہوم کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام میں فتنوں اور زلزلوں کے مخصوص حالات کے علاوہ ایسے تصوف، گوشہ نشینی اور خلوت کی کوئی گنجائش نہیں۔

فتنوں کے حالات میں عزلت اور خلوت اختیار کرنے کی دلیل درج ذیل وہ حدیث ہے

---

5 صحیح أبي داود، كتاب الجهاد: باب في النهي عن السياحة، الحديث: ٢٤٨٦

6 تفسیر ابن کثیر: ٢/ ٤٢١

جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے:

[٦٢٩] «يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ» [1]

''یعنی وہ مومن اپنے دین کو محفوظ رکھنے کے لئے فتنوں سے دور بھاگ جاتا ہے۔''

﴿اَلْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ﴾ کا معنٰی:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں منقول ہے:

«اَلْقَائِمُوْنَ بِطَاعَةِ اللّٰهِ، اَلْقَائِمُوْنَ بِفَرَائِضِ اللّٰهِ، اَلْقَائِمُوْنَ عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ.» [2]

''یعنی اللہ کی اطاعت کے پابند، فرائض دینیہ کو باقاعدگی سے ادا کرنے والے، اللہ کے حکم (یعنی دعوت و جہاد فی سبیل اللہ) پر قائم رہنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات جہاد کے فضائل اور مجاہدین کی صفات کے متعلق جامع ترین ہدایات اور تعلیمات ہیں جن میں مجاہدین کے بنیادی اوصاف اور احوال بیان کئے گئے ہیں اور جہاد کا اصل اور سب سے بڑا پھل (جنت کی صورت میں) مذکور ہوا ہے۔ اسی طرح مجاہد کا عمل سب سے بڑا عمل ہے جس کے بدلے میں اس قدر عظیم الشان اجروثواب کی ضمانت دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے مفسرین قرآن اور محدثین اسلام نے مذکورہ آیات سے استدلال کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کو سب سے افضل عمل اور مجاہد کو سب سے افضل انسان قرار دیا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ:

[٦٣٠] «أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ» [3]

''کونسے لوگ بہترین ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مومن اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو۔''

◎ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جان قربان کر دینا سب سے بڑی قربانی ہے۔ لہٰذا اس کا معاوضہ (جنت کی شکل میں) اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔'' جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

---

[1] صحیح البخاری= کتاب الایمان: باب من الدین الفرار من الفتن، الحدیث: ١٩

[2] تفسیر ابن کثیر: ٢/ ٤٣١+ فتح القدیر للشوکانی: ٢/ ٤٠٨، ٤٠٩+ تفسیر القرطبی: ٨/ ١٧١، ١٧٢

[3] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٢٧٣

يَجُوْدُ بِالنَّفْسِ اِنْ ضَنَّ الْجَبَانُ بِهَا
وَالْجُوْدُ بِالنَّفْسِ اَقْصٰى غَايَةِ الْجُوْدِ

"مجاہد بزدلوں کے بخل کے وقت اپنی جان کی سخاوت کر دیتا ہے اور جان کی سخاوت، سخاوت کی انتہا کا آخری مقام ہے۔" [۱۳]

جہاد پر نہ جانے والوں کے لئے ڈانٹ ڈپٹ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۶۳۱] ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ﴾ [التوبة-۹:۲۴]

"اے نبی ﷺ! مسلمانوں سے (یہ بات) کہہ دو کہ اگر تمہارے آباء واجداد، بیٹے، بھائی، بیویاں، رشتہ دار، کمایا ہو امال، وہ تجارت جس میں نقصان کا خوف ہے اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں تمہیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پیارے ہیں تو پھر انتظار کرو۔ حتیٰ کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ ہدایت پر نہیں لگاتا۔"

سورۃ التوبہ کی آیت: ۲۳ جو آیت بالا سے پہلی آیت ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اے ایمانداروا! اپنے آباؤ اجداد اور بھائیوں کو اپنے دوست و احباب مت بناؤ (اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو محبوب ٹھہرالیں) اور جو شخص تم سے ان کو دوست بنائے گا تو ایسے لوگ ہی ظالم ہوں گے۔" [التوبة= ۹:۲۳]

اس آیت میں عمومی طور پر تمام مومن مخاطب ہیں یا وہ مہاجر اور مجاہد مخاطب ہیں جن کو حکم دیا گیا کہ آپ ایسے قریبی رشتہ داروں سے بائیکاٹ کریں جو دار الکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام میں آ کر پناہ نہیں لیتے۔

یہ مفسرین کے دو قول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[۱۳] فتح القدير للشوكاني:۲/ ۴۰۷+ تفسير ابن كثير:۲/ ۴۳۰، ۴۳۱+ تفسير القرطبي:۸/ ۱۷۰

[٦٣٢] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ ...... ﴾ [المائدة=٥:٥١]

"اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ......"

گویا کفار و مشرکین کی طرح ہجرت اور جہاد نہ کرنے والوں کے ساتھ مکمل طور پر بائیکاٹ کا حکم ہے اور یہ حکم تا قیامت باقی ہے۔ [1]

﴿حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ کا معنٰی:

اس کا مطلب ہے کہ تمہیں اپنی مشیت اور ارادے کے مطابق جہاد نہ کرنے پر سزا دے گا۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا:

[٦٣٣] ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ﴾ [التوبة=٩:٢٤]

"اللہ تعالیٰ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

[٦٣٤] « وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ » [2]

"مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی شخص تم میں سے ایماندار نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔"

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو تمام کائنات سے زیادہ محبوب بنا لینے کا معنی دراصل کیا ہے؟ وہ خود قرآن نے واضح کر دیا:

﴿وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ کا معنٰی:

اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد تمہارے نزدیک آباؤ اجداد، اولاد اور بھائیوں، بیویوں اور دیگر رشتہ داروں، مال و دولت، کاروبار اور دل پسند تجارت سے زیادہ پسندیدہ اور پیارا ہونا چاہئے۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔ [3]

---

[1] فتح القدير للشوكاني: ٢/٣٤٦

[2] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم السلسل: ٢٣٠

[3] تفسير ابن كثير: ٢/٣٧٨ + فتح القدير للشوكاني: ٢/٣٤٦، ٣٤٧ + القرطبي: ٨/٦١، ٦٢

جہاد کامیابی اور بھلائی کی ضمانت ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۶۳۵] ﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O ﴾ [التوبة-۹: ۸۸، ۸۹]

''لیکن رسول اللہ ﷺ اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے تو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا۔ بس انہی لوگوں کیلئے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے ایسی بہشتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ مقیم رہیں گے۔ یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔''

سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان برپا ہونے والے مشہور معرکہ'' غزوۂ تبوک'' سے پیچھے رہ جانے والے منافقین پر تبصرہ فرمایا ہے:

''جو لوگ (منافق) جہاد سے پیچھے رکھے گئے ہیں وہ اللہ کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے بیٹھ رہنے پر بڑے خوش ہیں۔ انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کو ناپسند کیا اور دوسرے کو بھی (بہکاتے ہوئے) کہنے لگے: ''سخت گرمی میں جہاد کی طرف مت نکلو'' (اے نبی ﷺ!) ان سے کہہ دو: جہنم کی آگ (اس گرمی سے) زیادہ سخت ہے۔ کاش! وہ سمجھ لیتے۔ وہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں (آخرت میں) بہت زیادہ روئیں گے۔ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کماتے رہے تھے۔'' [التوبة-۹: ۸۱، ۸۲]

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

'' اور جب کوئی سورت اس حکم کے ساتھ نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے تندرست اور مالدار کہتے ہیں: ہمیں گھروں میں بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دیجئے۔ وہ اس بات پر راضی ہیں کہ گھریلو عورتوں کے ساتھ بیٹھ رہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ پس وہ (جہاد کے فوائد کو) نہیں سمجھ رہے۔'' [التوبة-۹: ۸۶-۸۷]

اس سیاق و سباق کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ پر ایمان رکھنے والوں کی لازمی صفات میں یہ شامل ہے کہ جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے جہاد

فی سبیل اللہ کی تمام سختیوں اور مصائب کو برداشت کرنے والے ہوں، ہر ممکن صورت میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے قربان کرنے والے ہوں اور یہ کہ مذکورہ بالا صفات سے محروم انسان دعویٰ ایمان رکھنے کے باوجود علیم وحکیم اللہ تعالیٰ کی نظر میں منافق ہیں، پیچھے چھوڑے ہوئے ہیں۔ احمق ہیں ،دنیا میں خوب ہنسنے والے اور آخرت کے دن خوب رونے والے ہیں۔ مرد ہوتے ہوئے بھی عورتوں کے ہم منزل اور ہم نشیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ تمام آیات کی تفسیر جامع ترین فرمان میں بیان کردی:

[٦٣٦] «مَنْ مَاتَ وَ لَمْ يَغْزُ وَ لَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ» [1]

”جس کی موت اس حالت میں آئی کہ نہ اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور نہ اس کے لئے پختہ ارادہ کیا وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرتا ہے۔“

صفِ قتال اور تجارتِ نجات:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٦٣٧] ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۝﴾

[الصّف=٦١:٤]

”یقیناً اللہ تعالیٰ (ایسے مجاہدین سے) محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر (مضبوطی سے) لڑتے ہیں۔ گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔“

[٦٣٨] ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ [الصّف=٦١:١٠-١٣]

”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ بتاؤں جو تمہیں (آخرت کے) دردناک عذاب سے چھٹکارا دلا دے گی؟ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تجارت تمہارے لئے

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٨٧

(تمام تجارتوں سے) افضل و برتر ہے ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے بہت سے دریا بہہ رہے ہیں اور ہمیشہ کی جنت کے نہایت عمدہ اور پاکیزہ مکانات میں (تمہیں ٹھہرائے گا) ۔ یہ عظیم الشان کامیابی ہے اور ایک دوسری نعمت (بھی ہے) جس کو تم پسند کرتے ہو کہ اللہ کی طرف سے تمہیں نصرت اور قریبی فتح ملے گی ۔ اور (اے نبی ﷺ!) مومنین کو (ان تمام انعامات کی) خوشخبری سنا دو۔"

سورۃ الصف قتال فی سبیل اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے اوصاف و کمالات کا جامع ترین تعارف پیش کرتی ہے ۔ امام ترمذی ، احمد اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے سبب نزول میں یہ حدیث روایت کی ہے ، سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٦٣٩] « قَعَدْنَا نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرْنَا فَقُلْنَا لَوْ نَعْلَمُ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ لَعَمِلْنَاهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ......﴾ » [1]

"ہم یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی ۔ ہم ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے ۔ ہم نے یہ کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل کونسا ہے تو ہم ضرور اس پر عمل کریں گے ۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف نازل فرمائی اور اپنے نزدیک محبوب ترین عمل یعنی جہاد اور وہ عمل کرنیوالے (مجاہدین فی سبیل اللہ) کا بیان فرمایا۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سورۃ الصف کی مذکورہ آیات پر یہ عنوان قائم کیا ہے :۔

" بَابُ أَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ "

"یعنی لوگوں میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے ۔ [2]

مذکورہ آیات سے درج ذیل سبق آموز باتیں معلوم ہوئیں:

① اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد کرنے والے نیز مہاجرین و مجاہدین کی حمایت کرنے والے ہی سچے اور برحق مومنین ہیں ۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

[1] صحيح الترمذي، أبواب تفسير القرآن: باب سورة الصف ، الحديث: ٢٦٣٦

[2] ملاحظہ ہو صحيح البخاري، كتاب الجهاد: باب افضل الناس مؤمن يجاهد بنفسه و ماله في سبيل الله ، الحديث: ٢٦٣٤

❀ ''یہی لوگ پکے مومن ہیں۔'' [الأنفال=۸:۷۴]

❀ ''یہی لوگ (اپنے دعوی ایمان میں) سچے ہیں۔'' [الحشر=۵۹:۸]

② لوگ صحیح معنوں میں اللہ کے فضل و کرم کے متلاشی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مددگار ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

❀ ''وہ اللہ کا فضل اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔'' [الحشر=۵۹:۸]

③ جہاد کرنے والے اور جہاد سے جان چھڑانے والے کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مجاہدین کو غیر مجاہدین کی نسبت سینکڑوں درجہ فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

❀ ''اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو غیر مجاہدین کی نسبت بہت زیادہ فضیلت عطا فرمائی ہے۔''

[النساء=۴:۹۶]

④ حجاج کرام کو پانی پلانے اور بیت اللہ کو آباد رکھنے جیسے بہترین اعمال خیر بھی جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلے میں کمتر ہیں۔ مجاہدین بڑے درجات اور اجر عظیم کے مالک ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

❀ ''جہاد کرنے والے اور نہ کرنے والے اللہ کے ہاں برابر نہیں۔'' [التوبۃ=۹:۱۹]

❀ ''مجاہدین اللہ کے ہاں بڑے درجے کے مالک ہیں۔'' [التوبۃ=۹:۲۰]

⑤ اللہ تعالیٰ کے ہاں جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی قیمت جنت ہے اور یہ معاوضہ پختہ سودے کی طرح ان شاء اللہ یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ بذات خود خریدار ہے۔ یہ وعدہ برحق ہے۔ یہ وعدہ صرف شرعی جہاد (یعنی قتال فی سبیل اللہ) سے وابستہ ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی اور مومنوں کے لئے عظیم خوشخبری ہے۔ جیسا کہ ارشادات الٰہیہ ہیں:

❀ ''اس کے بدلے ان کے لئے جنت ہے۔'' [التوبۃ=۹:۱۱۱]

❀ ''وہ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں۔'' [التوبۃ=۹:۱۱۱]

❀ ''اللہ کے ذمے یہ پکا وعدہ ہے۔'' [التوبۃ=۹:۱۱۱]

❀ ''مومنوں کو خوشخبری سنا دیں۔'' [التوبۃ=۹:۱۱۱۔۱۱۲]

درج ذیل اوصاف بھی اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے بیان فرمائے ہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

❀ ''وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے، بری باتوں سے باز رکھنے والے، اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے ہیں اور مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔'' [التوبة=۹:۱۱۲]

۶ آباؤ اجداد اور دیگر رشتہ داروں سمیت دنیا کے اموال وتجارت اور محلات کو اللہ پر ایمان، رسول پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب رکھنے والوں کے لئے اللہ کی طرف سے شدید عذاب کی ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

❀ ''اگر یہ سب چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو اللہ کی طرف سے عذاب کا انتظار کرو۔'' [التوبة=۹:۲۴]

۷ جہاد چھوڑ دینا یا جہاد سے پیچھے رہنا ہمیشہ منافقین کا وطیرہ رہا ہے اور ایسے لوگوں کی موت یقیناً منافقت پر آئی۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور انصار کی شناخت یہی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ مل کر ہمیشہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔ ایسے مومنین ہی بہتے دریاؤں والی جنتوں کے وارث، اہل خیر اور فلاح پانے والے ہونگے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

❀ ''لیکن رسول اللہ ﷺ اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا ہے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' [التوبة=۹:۸۸]

۸ میدان جہاد میں چونا گچ پختہ عمارت کا نقشہ بنانے والے مومن اللہ کے محبوب ترین بندے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ بلاشبہ ایسی فائدہ مند تجارت ہے جس سے آخرت کے فائدے حاصل ہوتے ہیں، گناہوں سے معافی ملتی ہے، جنت عدن کا داخلہ اور پاکیزہ رہائش گاہیں نصیب ہوتی ہیں، آخرت میں جہنم کی آگ سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔ نصرت وفتح، شان وشوکت فتح وکامیابی اور کافروں کے دلوں پر مومنوں کا رعب و دبدبہ اس جہاد سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے:

❀ ''اللہ کے راستے میں صف بنا کر لڑائی کرتے ہیں جیسے کہ وہ چونا گچ کی ہوئی مضبوط عمارت ہیں۔'' [الصف=۶۱:۴]

❀ ''ایک ایسی تجارت (جہاد) پر تمہاری راہنمائی نہ کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے؟'' [الصف=۶۱:۱۰]

⑥ ''ان مجاہدین کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔'' [الصّف=۱۱:۶۱]

⑦ ''اللہ کی طرف سے مدد اور قریب کی فتح ان کے لئے ہے۔'' [الصّف=۱۳:۶۱]

مجاہد اور عابد کا تقابل:

جلیل القدر محدث "جزء کتاب الجہاد" کے مصنف امام، حافظ اور مجاہد عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (المتوفّٰی :۱۸۱ھ) حرمین شریفین کی عبادت پر فخر کرنے والوں سے مخاطب ہیں:

1. يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ أَبْصَرْتَنَا لَعَلِمْتَ
   أَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

''اے حرمین شریفین کے عبادت گزار! اگر تو (جہادی میدانوں میں) ہمارا حال دیکھے تو تجھے یقین ہو جائے گا کہ تیری عبادت کھیل کود سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔''

2. مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهِ
   فَنُحُورُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

''عابد اگر اپنے آنسوؤں سے رخسار تر رکھتا ہے تو ہم مجاہدین کے سینے ہمارے خون سے رنگین رہتے ہیں۔''

3. أَوْ كَانَ يُتْعِبُ خَيْلَهُ فِي بَاطِلٍ
   فَخُيُولُنَا يَوْمَ الصَّبِيحَةِ تَتْعَبُ

''عابد اگر شغل باطل کے لئے اپنا گھوڑا تھکاتا ہے تو ہمارے گھوڑے بوقت صبح دشمن پر حملہ کرنے کی بناء پر تھکتے رہتے ہیں۔''

4. رِيحُ الْعَبِيرِ لَكُمْ وَ نَحْنُ عَبِيرُنَا
   رَهَجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ

''حرمین میں عبادت کرنے والو! عبیر کی خوشبو تمہیں مبارک ہو۔ ہمارے لئے تو جہادی گھوڑوں کے کھروں کا غبار ہی بہترین عبیر کی خوشبو ہے۔''

5. وَلَقَدْ أَتَانَا مِنْ مَقَالِ نَبِيِّنَا
   قَوْلٌ صَحِيحٌ صَادِقٌ لَا يَكْذِبُ

''ہمارے پاس ہمارے نبی ﷺ کی صحیح حدیث ہی پہنچتی ہے۔ ایسی صحیح و صادق حدیث جو کبھی جھوٹی نہیں ہوسکتی۔''

٦ لَا يَسْتَوِيْ وَ غُبَارُ خَيْلِ اللّٰهِ فِيْ
اَنْفِ اِمْرِئٍ وَ دُخَانُ نَارٍ تَلَهَّبُ

''کسی آدمی کے ناک میں جہادی گھوڑوں کا غبار اور جہنم کی دہکتی ہوئی آگ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتے۔''

٧ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ يَنْطِقُ بَيْنَنَا
لَيْسَ الشَّهِيْدُ بِمَيِّتٍ لَا يُكْذَبُ

''یہ دیکھو اللہ کی سچی کتاب شاہد و ناطق ہے کہ شہید فی سبیل اللہ مردہ نہیں (جنت میں) زندہ ہے۔ اس بات کو جھوٹا کہا ہی نہیں جا سکتا۔''

قاضی نصیبین عبد اللہ بن محمد نے روایت کیا ہے کہ امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۷۷ ہجری میں، جب وہ شام کی سرحد طرسوس پر جہاد میں عملاً شریک تھے، یہ اشعار تحریر کیے اور مجھے دے کر مشہور عابد اور زاہد بزرگ فضیل بن عیاض کی طرف روانہ فرمایا۔ جب فضیل بن عیاض نے مذکورہ اشعار پڑھے تو بے اختیار رونے لگے اور فرمایا:

" صَدَقَ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَ نَصَحَ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ " [1]

''عبد اللہ بن مبارک نے واقعی سچ لکھا اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔''

(فضیل بن عیاض کے بیٹے محمد بن فضیل بن عیاض کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو سوال کیا:

''آپ نے کونسا عمل افضل ترین پایا ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہی عمل میں جس میں مشغول رہتا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ کی مراد ہے کہ سرحدوں پر مورچہ بند رہنا اور جہاد کرنا؟ فرمایا: جی ہاں! میں نے پھر پوچھا آپ کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ انہوں نے فرمایا: مغفرتوں پر مغفرتیں نصیب ہوئیں ہیں۔ [2]

---

[1] آثار البلاد للقزوینی: ٤٦٧ + معجم البلدان: ٥/ ٢٨٨ + تاریخ بغداد للخطیب: ٦/ ٢١

[2] تاریخ بغداد: ١٠/ ١٦٨ + صفة الصفوة: ٤/ ١٢٢، سیر أعلام النبلاء: ٨/ ٤١٩

قرآن مجید میں جہاد کا بیان:

واضح ہو کہ ہم نے جہاد اور مجاہدین کے فضائل سے متعلق محض ایک نمونہ پیش کیا ہے ورنہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ اس موضوع کی تفصیل وتبیین پر مشتمل ہے۔اس سچے دعوے کی دلیل کے طور پر ہم جہادی آیات کا اجمالی خاکہ پیش خدمت کر رہے ہیں:

سورۃ البقرۃ کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۱۵۳۔۱۵۵ اور ۱۵۷۔۱۷۷ کا موضوع ہے کہ جنگ میں صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا چاہیے۔
- آیت: ۱۵٤ میں شہداء کے زندہ ہونے کا بیان ہے۔
- آیت: ۱٦۵ کا موضوع ''اللہ سے شدید ترین محبت کرنا اور کافروں سے تعلقات منقطع کرنا'' ہے۔
- آیات: ۱۹۵، ۲٤۵، ۲٦۱، ۲٦۲ کا عنوان ''جہاد کے لئے اللہ کے راستے میں خرچ کرنا اور قرض حسنہ دینا۔'' ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[٦٤٠] ﴿ وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ﴾ [البقرۃ=۲:۱۹۵]

''اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

- آیت: ۲۱٤ میں اللہ کی مدد اور فتح مبین کی شکل میں جہاد کا نتیجہ بیان ہوا ہے۔
- آیات: ۱۹۰، ۱۹٤، ۲۱٦، ۲۱۸، ۲٤٤ میں قتال عام کا حکم ہے۔ جہاد کے فضائل، ہجرت و جہاد کے واجب اور فرض عین ہونے کا بیان ہے۔ نیز جہاد کے مقاصد کا بیان ہے۔
- آیت: ۲۳۹ میں حالت جنگ کی نماز کا بیان ہے۔
- آیات: ۲٤٦ تا ۲۵۲ میں طالوت اور جالوت کی باہمی عظیم جنگ کا بیان ہے۔اسی طرح سورۃ البقرۃ میں کل جہادی آیات کی تعداد (۲۹) ہے۔

سورۂ آل عمران کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل سورت ہی جہاد باللسان یعنی دعوت وتبلیغ اور جہاد بالید یعنی جنگ وقتال کی تفصیلات کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ اس میں بالترتیب:

- ❑ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔
- ❑ اہل کتاب سے مناظرہ اور مباہلہ۔
- ❑ اہل کتاب کے عقائد کا رد۔
- ❑ کافروں سے دوستانہ تعلقات اور دلی دوستی کی حرمت۔
- ❑ کافروں سے جنگ واجب ہے۔
- ❑ جنگ کے حالات میں صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا۔
- ❑ غزوۂ احد کے بارے کچھ باتیں۔
- ❑ سرحدوں پر مورچہ بندی کی اہمیت۔
- ❑ رسول کی اطاعت اور تنگ حالات میں اللہ پر توکل کی اہمیت۔
- ❑ جہاد کے مقاصد اور فوائد اور بہت سے جہادی احکام کو بیان کیا گیا ہے۔
- ❑ سورہ آل عمران کی آیات: ۱۲۳ تا ۱۲۹ میں غزوۂ بدر کی فتح و نصرت کا تذکرہ بھی ہے۔
- ❑ گویا یہ پوری سورت جہادی سورت ہے۔

سورۃ النساء کا جہادی خاکہ:

- ❑ آیات: ٦٩، ٧٠ میں شہداء کی برزخی زندگی اور مراتب کا بیان ہے۔
- ❑ آیات: ٧١ تا ٧٤ کا موضوع ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلنا واجب ہے۔
- ❑ آیت: ٧٥ میں اللہ کے راستے میں جنگ کرنے، نیز بے بسوں اور کمزوروں کے لئے لڑنے کا حکم ہے۔
- ❑ آیات: ٧٦ تا ٧٩ میں شیاطین کے دوستوں اور کفر کے طاغوتوں کے ساتھ قتال کرنے کا بیان ہے۔
- ❑ آیات: ٨٨ تا ٩١ کا موضوع ہے کہ منافقوں کے ساتھ بھی جہاد و قتال کیا جانا چاہئے۔
- ❑ آیت: ٩٤ میں جہاد کے کچھ احکام کا بیان ہے۔
- ❑ آیات: ٩٥، ٩٦ کا موضوع ”مجاہدین کے درجات اور مرتبے“ ہے۔
- ❑ آیت: ٩٧ تا ١٠٠ میں ہجرت اور جہاد کے فضائل اور جہاد کے واجب ہونے کا بیان ہے۔
- ❑ آیات: ١٠١ تا ١٠٤ میں حالت جنگ کی نماز (صلوٰۃ الخوف) کا بیان ہے۔

- آیات: ۱۳۸ تا ۱۴۷ میں کافروں اور منافقوں سے تعلقات منقطع کرنے کی تشریح ہے۔ اس طرح اس سورت میں کل جہادی آیات: ۳۶ ہیں۔

سورۃ المائدۃ کا جہادی خاکہ:

آیات: ۲۱ تا ۲۶ میں ایک زبردست قوم (جبارین) کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو جہاد کرنے کا حکم دیا گیا اور اس طرح پاک سرزمین یعنی سرزمین فلسطین کا کافروں کے قبضے سے چھڑانے کا بیان ہے۔

- آیات: ۳۳، ۳۴ میں باغیوں اور ڈاکوؤں سے جنگ کا بیان ہے۔
- آیت: ۳۵ کا موضوع "اللہ کا قرب تلاش کرنا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا" ہے۔
- آیات: ۵۴ تا ۵۷ میں مومنوں کی اس صفت کا بیان ہے کہ مومن مومنوں کے لئے نرم ہوتے ہیں اور کافروں کیلئے سخت ہوتے ہیں۔

اس سورت میں کل جہادی آیات بارہ (۱۲) ہیں۔

سورۃ الانعام کا جہادی خاکہ:

اس سورت کی اختتامی آیات: ۱۶۲ تا ۱۶۵ کا عنوان یہ ہے کہ میری نمازیں، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا حقیقی رب ہے۔ اس طرح اس سورت کی چار آیات جہاد کے متعلق ہیں۔

سورۃ الأنفال کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل سورت ہی جہاد کے فضائل اور تذکروں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اس میں بالترتیب:

- مال غنیمت کی تقسیم کا بیان ہے۔
- غزوۂ بدر کے اسباب اور حکمتوں کا تذکرہ ہے۔
- "مومنین کا اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا اور مدد طلب کرنا"، بیان ہوا ہے۔
- فرشتوں کے نزول اور نصرت الٰہی کے نزول کا تذکرہ ہے۔
- جنگ کے آداب ہیں۔
- نصرت الٰہی کی مختلف صورتیں ہیں۔

- اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔
- جہاد کے اغراض و مقاصد کا بیان ہے۔
- مال غنیمت میں سے بیت المال کے لئے پانچویں حصے (خمس) کا بیان ہے۔ نیز غزوۂ بدر کی کچھ باتیں ہیں۔
- جہاد کی تیاری اور سرحدوں پر گھوڑے باندھ رکھنے کا بیان ہے۔
- فتح و نصرت کے پختہ وعدے ہیں۔
- جہاد کی رغبت دلانا اور اس پر ابھارنا ہے۔
- نیز اس میں میدان جنگ کے قیدیوں کے بارے احکام ہیں۔

اس کے علاوہ ہجرت، نصرت الٰہی اور اللہ کی راہ میں جہاد کے احکام اور فضائل جیسے قیمتی موضوعات کا بڑی تفصیل کے ساتھ تذکرہ ہے۔ اس طرح اس سورت میں سارا بیان ہی جہاد کا ہے۔ لہٰذا یہ پوری کی پوری سورت جہاد پر مشتمل ہے۔ اس کی کل آیات ۷۵ ہیں۔

سورۃ التوبۃ کا جہادی خاکہ:

اس سورت میں بھی سورۂ انفال کی طرح جہاد کے احکام اور جہادی باتوں کا جامع تذکرہ ہے اور دونوں کے ناموں سے ہی یہ بات واضح ہو رہی ہے۔

الانفال کا معنٰی اموال غنیمت ہے اور اموال غنیمت جہاد اور قتال کے نتیجہ میں ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرح زیر بحث سورۃ التوبہ، اس کا نام اس وجہ سے سورۃ التوبہ ہے کہ اس میں تین صحابہ رضی اللہ عنہم کی توبہ کی قبولیت کا واقعہ بیان ہوا ہے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔

اس زیر بحث سورت کا دوسرا نام سورۃ البَرَآءَۃ بھی ہے۔ "البَرَآءَۃ" کا لفظ اس سورۃ کی پہلی آیت میں اس طرح وارد ہوا ہے:

[٦٤١] ﴿بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

[التوبة=٩: ١]

"اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان برأت ہے ان مشرکوں کی طرف جن سے تم نے صلح کا معاہدہ کر رکھا ہے۔"

سورۃ الانفال غزوۂ بدر کے بعد ۲ ہجری میں نازل ہوئی ہے۔ جبکہ سورۃ التوبہ نازل ہونے

کے اعتبار سے آخری سورت ہے۔ [۲۲]

دونوں کے موضوع ایک جیسے ہونے کی وجہ سے ''سورۃ التوبۃ'' کی ابتداء میں "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" نہیں لکھی گئی۔ اس سے اندازہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی پوری مدنی زندگی میں کافروں اور مشرکوں سے جہاد مسلسل جاری تھا۔

سورۃ التوبہ یا سورۃ البَرَآءَۃ کے مضامین بالترتیب اس طرح ہیں:

- ☐ اپنا عہد توڑنے والے مشرکوں سے مکمل برأت کا اعلان۔
- ☐ مشرکین سے جنگ کا اعلان عام۔
- ☐ اپنے معاہدوں کو نبھانے اور امن کی درخواست کرنے والوں کا بیان۔
- ☐ جہاد کے فضائل اور مجاہدین کے درجات۔
- ☐ کفار مکہ اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جنگ کے اسباب۔
- ☐ اللہ کے راستے میں نکل پڑنا ''اعلان عام'' پر فرض ہو جاتا ہے۔
- ☐ جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
- ☐ غزوۂ تبوک اور غزوۂ حنین کا تذکرہ۔
- ☐ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والوں کے لئے ڈانٹ ڈپٹ اور سزا۔
- ☐ منافقین کی خفیہ سرگرمیاں۔
- ☐ جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کا بیان۔
- ☐ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تین مخلص صحابہ سے سوشل بائیکاٹ اور ان کی توبہ کا تذکرہ۔
- ☐ مجاہدین کے لئے عظیم خوشخبری۔
- ☐ جہاد کے احکام و مسائل۔

علیٰ ھذا القیاس یہ ساری سورت ہی جہاد کی باتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی کل آیات ۱۲۹ ہیں۔

سورۃ النحل کا جہادی خاکہ:

- ☐ آیات: ۱۱۰، ۱۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے ہجرت اور جہاد کرنے پر بخشش اور مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

[۲۲] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورۃ الأنفال: باب قوله ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ ،الحديث: ٤٣٦٨ و تفسير سورة براءة: باب قوله ﴿بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ إِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ...﴾ الحديث: ٤٣٧٧

- آیات : ۱۲۵ تا ۱۲۸ میں کافروں کو اچھے انداز سے دعوت دینے ، مناظرہ کرنے اور سزا دینے کا بیان ہے۔
- جبکہ آیات : ۴۱ ، ۴۲ میں اللہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے لئے مدد اور نصرت کا وعدہ ہے۔اس طرح اس میں کل جہادی آیات آٹھ (۸) ہیں۔

سورۃ الحج کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۳۸ تا ۴۱ میں اللہ تعالی نے مظلوم مسلمانوں کو جنگ کرنے کی باقاعدہ اجازت دی اور اپنی مدد کا وعدہ فرمایا ۔ اسکے علاوہ جہاد کے اسباب اور مقاصد بیان فرمائے ۔نیز جہاد کے پھل اور نتیجے کے طور پر مسلمانوں کو زمین پر اقتدار اور خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔
- آیات: ۵۸ تا ۶۴ میں ہجرت ، اللہ کے راستے میں شہادت، کافروں اور مشرکوں کو سزا دینے کی صورت میں اللہ کی طرف سے مدد کی یقین دہانی کا بیان ہے۔
- کافروں سے جہاد کے بڑے اسباب یعنی کفر و شرک کا تذکرہ بھی ہے۔
- آخری آیت میں صاف طور پر فرمایا:[٦٤٢] ﴿ وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾

[الحج- ۲۲: ۷۸]

’’ اللہ کے راستے میں جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔‘‘

یعنی کما حقہ پوری قوت اور طاقت سے جہاد کرنے کا بیان ہے۔اس طرح اس سورت میں کل جہادی آیات آٹھ (۸) ہیں۔

سورۃ النور کا جہادی خاکہ:

- آیت: ۲۲ میں اہل ثروت مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں پر فضل و احسان جاری رکھیں۔
- آیات : ۵۵ تا ۵۷ میں صحیح العقیدہ مسلمانوں سے زمین کی خلافت اور ان کے دین اسلام کے استحکام کا وعدہ کیا گیا ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ کافروں اور مشرکوں کو مغلوب اور بے بس رکھنے کا کھلا اعلان ہے۔

اس طرح اس سورت میں کل جہادی آیات چار (۴) ہیں۔

سورۃ الفرقان کا جہادی خاکہ:

- آیت: ۵۲ میں فرمایا: [٦٤٣] ﴿ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴾ [الفرقان=٢٥:٥٢]

''اے نبی (ﷺ)! کافروں سے اس (قرآن) کے ساتھ بہت بڑا جہاد کریں۔''

یہ فرمان الٰہی اس امر کی وضاحت ہے کہ کافروں سے جہاد ہی جہاد اکبر اور ''جہاد کبیر'' ہے اور قرآن حکیم سب سے بڑا جہادی آلہ ہے۔

اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورۃ الشعراء کا جہادی خاکہ:

- آخری آیت: ۲۲۷ میں فرمایا:

[٦٤٤] ﴿ وَ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ﴾ [الشعرآء=٢٦:٢٢٧]

''وہ مومن جنہوں نے مظلوم ہونے کے بعد انتقام لیا۔''

یہ فرمان الٰہی اس حقیقت پر دلیل ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ ظالموں اور جابروں کے ظلم و جبر کو روکنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ جبکہ مظلوموں اور مجبوروں کی بہترین ڈھارس اور مؤثر فریادرسی ہے۔

اس سورۃ میں جہادی آیت ایک (۱) ہے۔

سورۃ العنکبوت کا جہادی خاکہ:

- آیت: ٦ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: [٦٤٥] ﴿ وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ﴾ [العنکبوت=٢٩:٦]

''اور جو جہاد کرتا ہے وہ صرف اپنے لئے ہی جہاد کرتا ہے۔''

اس فرمان الٰہی میں انسانوں کے لئے جہاد کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

- آیات: ۱۰، ۱۱ میں اللہ کے راستے میں پیش آنے والی مشکلات کو ایمان اور نفاق میں حد فاصل قرار دیا گیا ہے۔
- آیت: ۴۶ میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے مناظرہ یعنی جہاد باللسان کا بیان ہے۔
- آیت: ٦۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [٦٤٦] ﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾ [العنکبوت=٢٩:٦٩]

"جو ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم اپنے راستوں کی طرف ان کی ضرور راہنمائی کرتے ہیں۔"

یہ فرمان الٰہی جہاد کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے راہنمائی اور گائیڈ لائن ملنے اور ملتے رہنے کی نوید سعید سنا رہا ہے۔

اس سورت میں کل جہادی آیات دس (۱۰) ہیں۔

سورۃ الروم کا جہادی خاکہ:

- ابتدائی آیات :۱ تا ٦ میں نصرت اور مدد کا الٰہی طریق کار پیش کیا گیا ہے کہ نصرت الٰہی کے نتیجے میں فتح و کامیابی اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کا ہی حق ہے۔

اس سورت میں جہادی آیات چھ (٦) ہیں۔

سورۂ لقمان کا جہادی خاکہ:

- آیت :۱۵ میں مشرک والدین کی بات نہ ماننے اور ان کے شرکیہ احکام سے بغاوت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورۃ الاحزاب کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل سورۃ، جہاد اور قتال کی ترجمانی کرتی ہے۔ جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے۔ اس سورت کے مضامین کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

- رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔
- مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کے احکام۔
- غزوۂ احزاب یعنی غزوۂ خندق کا تذکرہ۔
- جہاد سے روکنے اور منع کرنے والے منافقوں اور اللہ کے مومن بندوں کی علیحدہ علیحدہ صفات اور علامات کی تفصیل۔
- ایماندار شہداء اور اپنی بات پر پورا اترنے والے مجاہدین کی تعریف
- "مومنوں کے لئے اللہ ہی جنگ میں کافی ہے" کی یقین دہانی۔

- غزوۂ بنی قریظہ کا تذکرہ۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لئے کچھ خاص احکام۔
- اہل بیت رسول اللہ یعنی ازواج رسول کی پاکیزگی کا بیان۔
- مسئلہ ختم نبوت اور نبی ﷺ کے بعض حقوق کا بیان۔
- نکاح کے معاملے میں نبی ﷺ کے لئے چند مخصوص رعایتوں کا بیان۔
- پردے کے احکام اور ان عورتوں کا بیان جن سے نکاح حرام ہے۔
- کافروں اور جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والوں اور منافقوں کے ساتھ عام جنگ کے احکام۔

اس سورت میں کل ۳۷ جہادی آیات ہیں۔

سورۃ الصّافات کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۱۷۱ تا ۱۸۲ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں، رسولوں اور ان کے پیروکاروں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کیلئے نازل ہوتی رہے گی۔

اس طرح اس سورت کی جہادی آیات بارہ (۱۲) ہیں۔

سورۃ الشوریٰ کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۳۹ تا ۴۲ میں مومنوں کی صفات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[٦٤٧] ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾

[الشوریٰ = ٤٢: ٣٩-٤٠]

" (مومنوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ) جب انہیں کوئی ظلم وستم پہنچتا ہے تو اس کا بدلہ لیتے ہیں۔ برائی کا بدلہ اس طرح کی برائی ہی ہے۔"

اس سورت میں جہاد کی کل آیات چار (۴) ہیں۔

سورۂ محمد (سورۃ القتال) کا جہادی خاکہ:

یہ سورت بھی سورۂ آل عمران، انفال، توبہ اور احزاب کی طرح جہاد کے احکام ومسائل پر مشتمل ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہے:

[٦٤٨] ﴿ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ﴾ [محمد = ٤٧: ٢٠]

"جب کوئی ایسی پختہ سورت نازل ہوتی ہے جس میں قتال کا ذکر ہوتا ہے۔"

اس سورت کے مضامین مختصراً یوں ہیں:

- ❑ مومنوں اور کافروں کے درمیان فرق و امتیاز واضح کیا گیا ہے۔
- ❑ کافروں کی گردنیں اڑانے، مضبوطی سے قید کرنے اور بعد ازاں احسان کے طور پر یا پھر کچھ تاوان جنگ لے کر چھوڑنے کا بیان ہے۔
- ❑ جنت میں شہداء کے مراتب اور درجات کا بیان۔
- ❑ اللہ کے دین کی مدد کرنے پر زور دیا گیا ہے۔
- ❑ جنگ کے اسباب کا بیان ہے۔
- ❑ متقین کے لئے جنت اور اس کی لازوال نعمتوں کا تذکرہ ہے۔
- ❑ کفار و مشرکین ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہیں۔
- ❑ مقاصد قتال مثلاً فتنہ و فساد کی روک تھام اور صلہ رحمی وغیرہ کا بیان ہے۔
- ❑ مومنوں کی آزمائش کا بیان ہے تاکہ جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کے درمیان فرق ہو سکے۔
- ❑ مومنوں کو کمزوری اور نامردی دکھانے سے روکا گیا ہے۔ نیز کافروں سے صلح نہ کرنے پر انہیں غالب آنے اور فتح مند ہونے کی نوید سعید سنائی گئی ہے۔
- ❑ آخر میں جہاد کے لئے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر ترغیب ہے۔

اس طرح اس کی کل آیات ۳۸ ہیں اور وہ سب کی سب جہادی ہیں۔ لہٰذا یہ مکمل سورت ہی جہادی ہے۔

سورۃ الفتح کا جہادی خاکہ:

یہ بھی درحقیقت جہادی سورت ہے۔ یہ مکہ کے عنقریب فتح ہونے کی خوشخبری اور صلح حدیبیہ کی خبروں اور حالات پر مشتمل ہے۔

- ❑ ابتدا میں صلح حدیبیہ یا غزوۂ حدیبیہ کو واضح فتح سے تعبیر کیا گیا ہے۔
- ❑ مومنوں کو نصرت الٰہی کا حوصلہ دیا گیا ہے۔
- ❑ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جنت کے داخلے کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

- منافقوں اور مشرکوں کے لئے سزاؤں کا تذکرہ ہے۔
- اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا بیان ہے۔
- پھر جہاد سے اس کے مزید طاقتور ہونے کا تذکرہ ہے۔
- اللہ کے راستے میں شہید ہونے کی بیعت کا بیان ہے۔[۴۳]
- غزوۂ حدیبیہ میں پیچھے رہنے والوں کے لئے سخت ترین تنبیہات و توبیخات ہیں۔
- مستقبل میں طاقتور اقوام سے جہاد کرنے کا وعدہ اور اعلان ہے۔
- معذور اور بے بس لوگوں کے علاوہ جہاد سے پہلو تہی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب کی ڈانٹ ہے۔
- مجاہدین کے لئے فتح و نصرت کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ مال غنیمت کا وعدہ ہے۔
- غزوۂ حدیبیہ یا صلح حدیبیہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

آخر میں محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور کمالات کا تذکرہ ہے کہ وہ کفار کے لئے جہاد کی وجہ سے سخت اور مومنین کے لئے رشتۂ اخوت کی وجہ سے رحیم و کریم ہیں۔ اس سورت کی کل ۲۹ آیات ہیں جو جہادی مضامین سے لبریز ہیں۔ لہٰذا یہ ساری کی ساری سورت جہادی سورت ہے۔

سورۃ الحجرات کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۶ تا ۸ میں فاسق کی خبر کی تحقیق کر لینے کا بیان ہے۔
- رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کرنا، کفر، گناہ، اور نافرمانی سے اجتناب کرنا نیک لوگوں کا وطیرہ ہے۔
- آیات: ۱۴ تا ۱۸ میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کے عامل ہی سچے مومن ہیں۔

اس سورت میں کل جہادی آیات ۸ ہیں۔

سورۃ الحدید کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۱۰، ۱۱ میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں اور جنگ و قتال کرنے والوں

[۴۳] ملاحظہ: صحیح البخاری - کتاب المغازی: باب غزوۃ الحدیبیۃ، الحدیث: ۳۹۳۶،۳۹۳۴

کے مختلف درجات کا بیان ہے

- ❑ آیت: ۲۵ میں لوہے کے نزول اور پھر لوہے کے ذریعے آلات جنگ بنا کر جہاد کرنے کا بیان ہے۔
- ❑ پھر اس بات کا تذکرہ کہ جہاد کے ذریعہ یہ معلوم کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی مدد کون کرتا ہے اور کون گریز کرتا ہے۔

اس سورت کی کل جہادی آیات تین (۳) ہیں

سورۃ المجادلہ کا جہادی خاکہ:

- ❑ اختتامی آیات: ۱۹ تا ۲۲ شیطان کی پارٹی اور اللہ تعالیٰ کی پارٹی کے درمیان دائمی کشمکش رہنے کا بیان ہے۔
- ❑ کافروں سے دوستانہ تعلقات ختم کرنے کا حکم ہے۔
- ❑ حق و باطل کے درمیان کشمکش کے نتیجے میں بالآخر حق اور اہل حق ہی فاتح و غالب ہونگے۔

اس سورت میں کل چار (۴) جہادی آیات ہیں۔

سورۃ الحشر (سورۂ بنی نضیر) کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل طور پر جہادی سورت ہے جو اہل کتاب کے ساتھ جنگ کے احکام پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ مدینہ کے یہودیوں کے حشر و انجام کا تفصیلی نقشہ پیش کرتی ہے۔ چنانچہ:

- ❑ اس کی آیات: ۱ تا ۶ میں غزوۂ بنی نضیر کی ترجمانی ہے۔

بنی نضیر کے یہودیوں کو ان کے مضبوط قلعوں سے نکالنے، پھر ان کے اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی تباہی و بربادی کا تذکرہ ہے۔ ان کی شرپسندی اور فساد انگیزی کے نتیجہ میں ان کے مالوں اور باغوں کو اجاڑنے، جڑوں سے اکھاڑنے، آگ لگا دینے، بالآخر مدینہ سے ان کی جلا وطنی کی تفصیلات ہیں۔

- ❑ آیات: ۷ تا ۱۰ میں بنی نضیر کی پہلی جلا وطنی کے نتیجہ میں لڑے بغیر حاصل ہونے والے مال فیٔ کی تقسیم اور اس کے اصل حقداروں یعنی فقراء مہاجرین اور انصار کا بیان ہے۔
- ❑ آیات: ۱۱ تا ۱۷ میں منافقوں کے حالات بیان کیے گئے ہیں جو بظاہر مسلمانوں اور درپردہ

اہل کتاب کے مشرکوں کے ساتھ محبت اور نصرت کے وعدے کر رہے تھے۔ان منافقوں کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وہ انجام کار کے طور پر (مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قینقاع اور شیطان مردود کی طرح) ہمیشہ جہنم کے مستحق ہیں۔''

- آیات: ۱۸ تا ۲۴ میں تقویٰ، خوف آخرت، اہل جنت اور اہل جہنم کا علیحدہ علیحدہ انجام بیان ہوا ہے۔ بعد ازاں توحید اسماء وصفات کی تشریحات ہیں۔

اس طرح یہ پوری سورت جہادی اسباق اور دروس کا جامع گلدستہ ہے۔

اس سورت میں کل آیات ۲۴ ہیں جو سب کی سب جہاد پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا یہ سورت بھی مکمل جہادی سورت ہے۔

سورۃ الممتحنہ کا جہادی خاکہ:

یہ بھی مکمل جہادی سورت ہے۔ اس میں اہم ترین موضوع (الولاء والبراء) مومنوں سے دوستی اور کافروں سے نفرت و عداوت ہے۔ کفر و شرک اور کفار و مشرکین سے مکمل بائیکاٹ، نفرت اور دشمنی ''البراء'' کہلاتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے ہر طرح محبت، دوستی، اور نصرت وحمایت کا تعلق ''الولاء'' کہلاتا ہے۔

- آیات: ۱ تا ۹ میں بدری صحابی سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان ہوا ہے جس کے کچھ اہل و عیال مکہ میں مقیم تھے۔ ان اہل و عیال کے تحفظ کے لئے جناب سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو خبر دے دی کہ رسول اللہ ﷺ تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تاکہ اس احسان کے عوض اہل مکہ ان کے اہل و عیال کی حفاظت کریں گے۔ سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کی اس غلطی پر ان کو ڈانٹا گیا۔ [۲۳]

قیامت تک مومنوں اور مجاہدوں کو منع کر دیا گیا کہ اللہ کے دشمن کافروں کے ساتھ دوستی مت کرو۔ کافر کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ صلہ رحمی اور رشتہ داری کے تمام معاملات پر ایمان اور اسلام کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔ تمام مومنوں اور مجاہدوں کو جناب

[۲۳] ملاحظہ ہو صحیح البخاری۔ کتاب التفسیر / تفسیر سورۃ الممتحنۃ: باب ﴿لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء﴾، الحدیث: ٤٦٠٨

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا اسوۂ حسنہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

- ❏ آیات: ۱۰ تا ۱۳ میں مومن اور مہاجر عورتوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرنے کا حکم ہے کافر اور مشرک عورتوں سے مکمل بائیکاٹ کرنے اور نکاح نہ کرنے کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ مومنہ عورتوں کے لئے نبی ﷺ کی بیعت کی شرائط وغیرہ جیسے اہم جہادی احکام ومسائل بیان ہوئے ہیں۔

اس سورت کی کل ۱۳ آیات ہیں جو سب کی سب جہادی ہیں۔ لہٰذا یہ بھی پوری سورت جہادی ہے۔

سورۃ الصّف کا جہادی خاکہ:

جہادی سورتوں میں سے اہم ترین سورت ہے۔ اس کے مضامین درج ذیل ہیں:

- ❏ چونا گچ کی ہوئی دیوار کی طرح متفق اور متحد ہو کر لڑنے والے مجاہدین محبوبان الٰہی ہیں۔
- ❏ رسولوں کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔
- ❏ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد عظیم دین اسلام کا غلبہ ہے۔
- ❏ ''جہنم کی آگ سے نجات دینے والی تجارت'' جہاد فی سبیل اللہ کو قرار دیا گیا ہے۔
- ❏ مجاہد کا اخروی انجام ''گناہوں کی بخشش اور دخول جنت'' بتایا گیا ہے۔
- ❏ جہاد کے نتیجہ میں نصرت الٰہی اور قریبی فتح کا وعدہ کیا گیا ہے۔
- ❏ نبیوں اور رسولوں کی اطاعت کا دعویٰ ہو تو دلیل کے طور پر اللہ کے مددگار یعنی مجاہدین فی سبیل اللہ بن جانا چاہئے۔

اس سورت کی کل ۱۴ آیات ہیں جو سب کی سب جہادی ہیں۔ لہٰذا یہ بھی پوری سورت جہادی ہے۔

سورۃ التحریم کا جہادی خاکہ:

- ❏ آیت ۹ میں فرمان الٰہی ہے:

[۶۴۹] ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ جَـٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَـٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ﴾ [التحریم-۶۶:۹]

'' اے نبی (ﷺ)! کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔''

اور اس آیت میں کافروں اور منافقوں سے ہمیشہ جہاد کرتے رہنے اور دین میں سختی کرنے اور کافروں کے بارے سخت رویہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورۃ المزمل کا جہادی خاکہ:

❑ آیت نمبر ۲۰ میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

[٦٥٠] ﴿ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [المزمل ۷۳: ۲۰]

"اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال بھی کرتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اصحاب النبی ﷺ کے اوصاف میں سے ایک وصف بیان ہوا ہے کہ وہ ہمیشہ جہاد وقتال میں جان و مال کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔

اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورۃ العادیات کا جہادی خاکہ:

اس سورت کے الفاظ ﴿ عٰدِيٰتِ ﴾ ، ﴿ مُوْرِيٰتِ ﴾ ، ﴿ مُغِيْرٰتِ ﴾ جہادی گھوڑوں کے وہ اوصاف ہیں جو میدان جہاد میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جن کی رب العالمین قسمیں اٹھا رہے ہیں۔ سچ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے:

[٦٥١] « اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ »[ث]

"گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر و برکت اور جہاد کے ثمرات وابستہ ہیں۔"

اس سورت کی کل (۱۱) آیات ہیں جن میں جہاد کی طرف راہنمائی ملتی ہے۔

سورۃ النصر کا جہادی خاکہ:

اس سورت میں فتح مکہ کے ساتھ نصر من اللہ کی آمد کا تذکرہ ہے کہ اقوام عالم فوج در فوج دین الٰہی میں داخل ہو رہی ہیں۔

اس سورت کی تین ہی آیات ہیں جو جہاد کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ اس طرح یہ مختصر سورت بھی جہادی سورت ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ آل عمران ، الانفال، التوبہ ، الاحزاب، القتال، الفتح، الحشر، الممتحنہ، الصف ، العادیات ، النصر مکمل طور پر جہادی سورتیں ہیں جن میں آیات کی تعداد ۶۰۹ بنتی ہیں۔ جبکہ متفرق سورتوں میں نازل شدہ جہادی آیات تقریباً ۱۵۶ ہیں۔ اس طرح کل جہادی آیات ۷۶۵ بنتی ہیں۔ یہ محض سرسری جائزہ ہے۔ صرف ان آیات کو شمار کیا گیا ہے جن

[ث] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۹۴

میں جہاد کا مضمون واضح اور صریح بیان کیا گیا ہے۔ اگر خوب گہرائی میں جا کر جہادی آیات کو تلاش کیا جائے تو ان کی تعداد مزید بڑھ سکتی ہے۔

نیز اگر اعداد و شمار میں مطلقاً جہاد کو ملحوظ نظر رکھا جائے ،جس میں جہاد باللسان یعنی (دعوت و تبلیغ) بھی شامل ہیں تو بلاشبہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ جہاد پر ہی مشتمل نظر آئے گا۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکثر حصہ عام طور پر باطل کی تردید، حق کی تائید اور کافروں اور مشرکوں سے جنگ و جہاد پر ہی مشتمل ہے۔

جہادی سورتوں کے مضامین میں جو اسباب نزول بیان کیے گئے ہیں، آیات کا ربط بیان ہوا ہے۔ نیز موضوعات اور معانی کی ترتیب بیان ہوئی ہے ان میں درج ذیل مصادر اور مراجع سے مدد لی گئی ہے:

1. صحيح البخاري= كتاب المغازي، كتاب التّفسير: ۲/ ۵۶۳/ ۱۷۳
2. جامع التّرمذي= أبواب التّفسير: ۲/ ۱۱۹۔ ۱۷۳
3. تفسير ابن جرير للطّبري
4. تفسير ابن كثير
5. الجامع لأحكام القرآن للقرطبي
6. فتح القدير للشّوكاني
7. روح المعاني للآلوسي
8. الكشاف للزّمخشري
9. اسباب النّزول للامام علي بن احمد نيشاپوري

((.............. ⊛⊛⊛⊛⊛ ....))

باب:۱۱

احادیث میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

جہاد تمام اعمال سے افضل ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۶۵۲] «سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «اَلْإِيمَانُ بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ» قِيلَ ثُمَّ مَا ذَا؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ» قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «حَجٌّ مَبْرُورٌ»» [1]

"رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ افضل ترین عمل کونسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔ دوبارہ سوال کیا گیا پھر کونسا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ تیسری دفعہ سوال کیا گیا پھر کونسا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج مبرور۔"

ایک روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی ہیں:

[۶۵۳] « سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ وَ أَيُّ الْأَعْمَالِ خَيْرٌ؟ قَالَ: «إِيمَانٌ بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ» قِيلَ: ثُمَّ أَيُّ شَيْءٍ؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ سَنَامُ الْعَمَلِ» قِيلَ ثُمَّ أَيُّ شَيْءٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُورٌ» » [2]

"رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: سب سے افضل عمل اور سب سے بہترین عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: پھر کونسا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد ہر عمل کی کوہان (بلندی اور چوٹی) ہے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! پھر کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مقبول حج ہے۔"

حدیث کی تشریح:

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں

---

[1] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۲۶۳

[2] صحیح الترمذی - أبواب فضائل الجهاد: باب أي الأعمال أفضل - الحديث: ۱۳۵۵

بڑے بڑے ائمہ محدثین کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

- مذکورہ بالا حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد جہاد اور حج کو افضل قرار دیا ہے۔ [۳]
- حدیث ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ میں ایمان اور جہاد کو سب سے بہترین عمل کہا ہے۔" [۴]
- حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں اپنے وقت پر پڑھی ہوئی نماز کو پھر والدین کے ساتھ حسن برتاؤ کو جہاد کے بعد افضل عمل قرار دیا ہے۔ [۵]
- حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ میں کھانا کھلانے اور سلام عام کرنے کو بہترین عمل کہا ہے۔ [۶]
- حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ میں اس شخص کے عمل کو بہترین عمل قرار دیا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ [۷]
- حدیث عثمان رضی اللہ عنہ میں قرآن مجید کی تعلیم دینے والے اور پھر تعلیم حاصل کرنے والے کے عمل کو بہترین قرار دیا ہے۔ [۸]

اس طرح کی مزید مثالیں بھی احادیث میں موجود ہیں تو کیا یہ تمام احادیث ایک دوسرے سے ٹکراتی نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس مضمون کی تمام احادیث میں موافقت کی متعدد صورتیں موجود ہیں:

پہلی صورت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال پوچھنے والوں کو ایک دوسرے سے مختلف حالات کے مطابق جواب ارشاد فرمائے ہیں مثلاً جس پر جہاد فرض عین ہو چکا ہے اس کے لیے جہاد ہی افضل عمل

---

۳ تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۲۶۳

۴ صحیح البخاری = کتاب العتق :باب أیّ الرّقاب أفضل ، الحدیث : ۲۳۸۲ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان : باب کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال ، الحدیث : ۸۴

۵ صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب فضل الجهاد والسّیر ، الحدیث : ۲۶۳۰ + صحیح مسلم =کتاب الإیمان:باب کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال ، الحدیث : ۸۵

۶ صحیح البخاری=کتاب الإیمان :باب إطعام الطّعام من الإسلام ، الحدیث: ۱۲ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان:باب بیان تفاضل الإسلام وأیّ أموره أفضل، الحدیث : ۳۹

۷ صحیح البخاری =کتاب الإیمان باب أیّ الاسلام أفضل ، الحدیث : ۱۱ + صحیح مسلم =کتاب الإیمان :باب بیان تفاضل الإسلام و أیّ أموره أفضل ، الحدیث: ۴۲

۸ صحیح البخاری =کتاب فضائل القرآن :باب خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمه ، الحدیث : ۴۷۳۹

ہوگا۔ اور عمومی حالات میں نماز افضل تصور کی جائے گی۔ اسی طرح باقی اعمال کی افضلیت کے مخصوص حالات ہیں۔

دوسری صورت:

یہ مذکورہ جوابات تمام اعمال پر صادق آتے ہیں کہ ایمان کے بعد وہ سب اعمال افضل ہونے میں برابر اور ہم مرتبہ ہیں۔ لیکن آپس میں ان کے مراتب اور درجات مختلف ہیں پس جہاد فی سبیل اللہ، وقت پر پڑھی ہوئی نماز ،والدین کی خدمت، مقبول حج، قرآن پڑھنا اور پڑھانا اور ان جیسی تمام عبادات ایمان باللہ کے بعد افضل اعمال ہیں۔ لیکن مختلف مواقع پر مخصوص حالات میں اور خاص جگہوں میں بعض اعمال کو بعض پر فوقیت حاصل ہوگی۔ اسی طرح عمل کرنے والوں کے مختلف حالات کی مناسبت سے بھی یہ ایک دوسرے سے برتر اور افضل قرار پاتے ہیں۔ [۹]

پہلی مثال:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

[٦٥٤] « أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ « لَا، لٰكِنَّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ » [۱۰]

''سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ: (قرآن و سنت کے دلائل سے) ہم جانتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام اعمال سے افضل و برتر ہے۔ تو کیا ہم عورتیں بھی جہاد میں شامل نہ ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ تمہارے لیے حج مبرور (تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر کیا ہوا سنت کے مطابق حج) افضل جہاد ہے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی موقف کی تائید فرمائی ہے کہ ہم جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتی ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے جہاد کا سب سے افضل عمل ہونا ثابت ہوا۔ مگر عمومی حالات میں عورتوں کو میدان جنگ کی بجائے سفر حج کی مشکلات اور صعوبتیں برداشت کرنے کے لیے جہاد (بمعنی مجاہدہ) کرنے کی تلقین فرمائی۔ جبکہ

---

۹ ملاحظہ ہو شرح النووی =كتاب الإيمان :باب كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال ، الحديث : ۸۵ کی شرح + فتح الباری =كتاب مواقيت الصلوة: باب فضل الصلوة لوقتها کی شرح

۱۰ تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل : ۱۹۰

مخصوص حالات اور ضرورت کی صورت میں خود آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر ایمان والی خواتین کو جہاد و قتال کے میدانوں میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ وہاں خواتین اسلام نے مجاہدین کی خدمت و تواضع کی، پیاسوں کو پانی پلایا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کی، اس کے علاوہ دفاعی جنگ کے لیے بھی بے مثال عزم وہمت اور جرأت و شجاعت کے تاریخی کارنامے سرانجام دیئے۔ تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب نمبر:۴ کے عنوان ”خواتین اسلام کی جہاد میں شمولیت“ کا مطالعہ فرمائیے۔

تیسری صورت:

اعمال میں افضلیت والی احادیث میں موافقت کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب دشمنانِ اسلام کے ساتھ مجاہدین اسلام کا آمنا سامنا ہو یا جب امیر جہاد کی طرف سے تمام لوگوں کو جہاد کے لیے نکلنے کا عام حکم مل جائے تو پھر جہاد ہی درحقیقت سب سے افضل عمل ہے۔ اسی لیے ان حالات میں میدان جنگ سے بزدلی دکھاتے ہوئے بھاگنا حرام ہو جاتا ہے۔ امیر جہاد کی طرف سے جہاد کے لیے نفیر عام (اعلان عام) ہونے کی صورت میں جہاد کے لیے نکلنا ہر غیر معذور اور مکلف مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے۔

چونکہ دیگر تمام اعمال کے مقابلہ میں صرف جہاد ہی ایک ایسا عمل ہے کہ جس میں جان و مال کی سب سے بڑی قربانی دی جاتی ہے اور جہاد ہی دوسری تمام عبادات کے تحفظ و بقاء کا وسیلہ ہے۔ اپنی اس اساسی اور بنیادی حیثیت کے اعتبار سے جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد مطلق طور پر سب سے افضل عمل قرار پاتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب میں جہادی مشغولیت کے باعث صلوٰۃ وسطیٰ یعنی (نماز عصر) کو مؤخر کر لیا۔ جس کی حفاظت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ تاکید فرمائی ہے۔“ [1]

جامع ترمذی والی روایت بھی جہاد کے افضل عمل ہونے کے بارے میں دعویٰ کے عین مطابق واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۶۵۵] «اَلْجِهَادُ سَنَامُ الْعَمَلِ» [2]

---

[1] شرح النووی: ۱/۶۳، ۱۳۶/۲ + فتح الباری: ۲۴۴/۶-۳۴۶

[2] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۱۵۲

''جہاد تمام اعمال میں سب سے زیادہ بلند و بالا ہے۔''اور بلند و بالا عمل ہی افضل و برتر ہوتا ہے۔

حج مبرور کا ایک معنیٰ ہے جس میں گناہوں کی آمیزش نہ ہو۔ حج مبرور کا دوسرا معنیٰ ''مقبول حج'' ہے۔ البتہ ان میں سے پہلا معنیٰ زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ ایک حدیث رسول ﷺ سے بھی یہی معنیٰ ثابت ہوتا ہے۔[۳]

دوسری مثال:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٦٥٦] «سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَیُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ: «اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا» قَالَ: ثُمَّ أَیٌّ ؟ قَالَ «بِرُّ الْوَالِدَیْنِ» قَالَ : ثُمَّ أَیٌّ ؟ قَالَ :«اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ » وَ لَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِیْ »[۴]

''میں نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کونسا عمل اللہ کے ہاں محبوب ترین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر والدین کے ساتھ حسن برتاؤ۔'' میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ اگر میں مزید سوال کرتا تو آپ مزید جواب ارشاد فرماتے۔''

◉ امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں رقمطراز ہیں:

'' لفظ (ثُمَّ) ترتیب پر دلالت کرتا ہے لیکن یہاں ذکر اور بیان کرنے کی ترتیب مراد ہے، مرتبے اور درجے کی ترتیب مراد نہیں۔ جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں بھی یہی معاملہ ہے۔

[٦٥٧] ﴿ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...... ﴾[البلد: ۹۰: ۱۴-۱۷]

'' یا کھانا کھلانا ہے بھوک والے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو، یا خاک نشین مسکین کو۔ پھر وہ ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لائے......''

ظاہر ہے کہ ایمان، مرتبہ میں دیگر اعمال مثلاً یتیم کو کھانا کھلانا وغیرہ پر مقدم ہے۔ حالانکہ وہ

---

[۳] تحفة الأحوذی : ۱٦/۳

[۴] صحیح البخاری =كتاب مواقیت الصلوة :باب فضل الصلوة لوقتها ، الحدیث : ٥٠٤ + صحیح مسلم =كتاب الإیمان :باب بیان كون الإیمان بالله تعالى أفضل الإیمان ، الحدیث : ٨٥

"ثُمَّ" کے بعد مذکور ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس آیت میں ایمان باللہ، کھانا کھلانے والے عمل سے محض ذکر اور بیان میں بعد میں رکھا گیا ہے مرتبہ اور درجات میں نہیں۔" [۱۵]

صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ آیت میں تو ﴿ ثُمَّ ﴾ کو ترتیب فی الذکر پر محمول کرنے کی مضبوط دلیل موجود ہے کیونکہ اعمال، ایمان باللہ پر مقدم نہیں ہو سکتے۔ لیکن جن احادیث میں بعض اعمال کو بعض اعمال پر فوقیت دی گئی ہے ان میں اس بات کی کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہیں، جو لفظ "ثُمَّ" کو اپنے حقیقی معنی ترتیب فی الوجود اور ترتیب فی المراتب سے پھیرنے کے لیے جواز کی دلیل بن سکے۔ بلکہ حدیث کے الفاظ «ثُمَّ اَیٌّ؟ ثُمَّ اَیٌّ؟ ثُمَّ اَیٌّ؟»...... (پھر کونسا؟ پھر کونسا؟ پھر کونسا؟) بتلا رہے ہیں کہ لفظ ﴿ ثُمَّ ﴾ سے بیان کی ہوئی ترتیب سے ترتیب فی المراتب ہی مراد ہے۔

لہٰذا حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ درست بات یہ ہے کہ بعض حالات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد سب سے افضل عمل وقت پر نماز پڑھنا ہے۔ پھر والدین کی خدمت کرنا ہے۔ پھر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جبکہ مخصوص حالات اور اسباب میں "جہاد فی سبیل اللہ" ہی سب سے افضل عمل ہے۔ مثلاً جب دشمنان اسلام کے ساتھ معرکہ آرائی ہو رہی ہو، دشمنان اسلام حملہ آور ہو جائیں، امیر جہاد جنگ کا اعلان عام کر دے، مجاہدین کافروں کے مقابل میں حالت جنگ میں ناکافی ثابت ہو رہے ہوں، ان تمام حالات میں لازماً جہاد کو ہی تمام اعمال پر فوقیت حاصل ہو گی۔ اس سلسلہ کے دلائل کے مزید مطالعہ کے لیے اسی کتاب کے باب نمبر۳ کے عنوان: جہاد کے فرض عین ہونے کے عارضی اسباب پر نظر ڈالئے۔ اس موقف کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو باب فضل الجهاد میں ذکر کیا ہے۔ اس کے لیے «اَلْجِهَادُ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ» کا باب قائم نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن جریر طبری کے حوالہ سے اس حدیث کی تشریح میں اس تحقیق کی طرف اشارہ کیا ہے۔" [۱۶]

---

[۱۵] ملاحظہ ہو شرح النّووي ،كتاب الإيمان :باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الإيمان

[۱۶] فتح الباري: ۶/ ۴۴۲

جہاد اور ایمان تمام اعمال سے افضل ہے:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صحابہ کے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

[٦٥٨] «اِنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ» فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَأَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نَعَمْ، اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ مُّقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ» ۱۶۴

”جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ سب سے افضل اعمال ہیں۔ اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ سوال کیا: ”یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا قتل ہو جاؤں تو کیا میری تمام خطاؤں کا کفارہ ادا ہو جائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔ بشرطیکہ تو صبر کرنے والا، اجر کا طلب گار، آگے بڑھنے والا اور پشت نہ دکھانے والا ہو (ماسوا قرض کے)۔“

اس حدیث مبارکہ میں تین اہم مسائل ہیں:

① جہاد اور ایمان دونوں افضل عمل ہیں۔

② اللہ کے راستے میں شہید ہونا تمام خطاؤں کا کفارہ ہے۔ بشرطیکہ شہید یا قتل ہونے والا صابر ہو، ثواب کا طلب گار ہو، بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو۔ اور پیٹھ نہ دکھانے والا ہو۔

③ قرض معاف نہیں ہوگا کیونکہ اس کا تعلق انسانی حقوق سے ہے۔

تیسرے مسئلے کی تفصیل اور تشریح اسی کتاب کے باب نمبر ۵ کے عنوان ”مقروض کا جہاد“ میں اور دوسرے مسئلے کی تفصیل اور تشریح اسی کتاب کے باب نمبر ۱۵ ”شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ“ کے عنوان ”احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ زیر بحث موضوع میں صرف پہلے مسئلے کا تعلق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ دونوں کو سب سے افضل عمل قرار دیا ہے۔ ایمان ”قول، عمل اور اعتقاد“ تینوں کے مجموعے کا نام ہے۔ البتہ جب عمل کے مقابلے میں ذکر کیا جائے تو اعتقاد قلب (دلی اعتقاد) کے معنی میں ہوتا ہے۔ مکمل تحقیق کے لیے

۱۶۴ تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ٢٤١

"صحيح البخاري، كتاب الإيمان" کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اس حدیث میں جہاد کے سب سے بہترین عمل ہونے کی شرائط کی طرف بھی تھوڑا سا اشارہ موجود ہے کہ مجاہد جب جہاد فی سبیل اللہ کے عمل میں چار شرائط و اوصاف کو جمع کرے تو ایسی صورت میں جہاد فی سبیل اللہ مطلق طور پر ایمان باللہ کے بعد سب سے بہترین عمل قرار پائے گا۔

وہ چار شرائط یہ ہیں:

① صبر کرنے والا ہو۔

② ثواب کی نیت رکھنے والا ہو۔

③ اللہ کے راستے میں آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو۔

④ پیٹھ نہ دکھانے والا ہو۔

تیسری مثال:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے بارے ارشاد فرمایا:

[٦٥٩] «مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هٰذِهِ» قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ «وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ» [۴۹]

"ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں کیے جانے والے عمل سے بڑھ کر کسی دن کا عمل افضل نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: جہاد بھی نہیں۔ البتہ وہ مجاہد جو اپنی جان و مال کو لے کر خطرات جہاد میں کود پڑا اور پھر ان میں سے کوئی چیز واپس لے کر نہیں لوٹا (یعنی شہید ہوگیا)۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سوالیہ جملہ: کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس جملہ سے ملتی جلتی ہے۔ جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول! ہم تو جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں احادیث اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک متفقہ طور پر مطلقاً سب سے افضل عمل جہاد تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں صحابہ کے اس متفقہ عقیدے کی تردید نہیں کی

[۴۹] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۲۱۳

بلکہ عام حالات میں خواتین کے لیے بہترین جدو جہد کرنے اور مشقت اٹھانے کو حج مبرور کو قرار دیا ہے۔ البتہ مخصوص حالات میں بذات خود رسول اللہ ﷺ نے امہات المومنین ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر خواتین اسلام کو احد و حنین جیسے خونریز معرکوں میں شریک فرمایا۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ [1]

جبکہ زیر تشریح حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں آپ نے اگرچہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے عمل کو تمام اعمال پر فوقیت دی۔ لیکن مجاہد جب میدان جنگ میں اپنی جان و مال کو لے کر اللہ کے راستے میں پُر خطر وادیوں میں اتر پڑتا ہے اور سب کچھ قربان کر دیتا ہے تو ایسے جہاد کے مطلقاً افضل ہونے کی وضاحت آپ ﷺ نے خود فرما دی۔

◎ امام شوکانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"وَلَا الْجِهَادُ (فِي سَبِيلِ اللّٰهِ) يَدُلُّ عَلَى تَقَرُّرِ أَفْضَلِيَّةِ الْجِهَادِ عِنْدَهُمْ وَ كَأَنَّهُمْ اسْتَفَادُوهُ مِنْ قَوْلِهِ ﷺ فِي جَوَابِ السَّائِلِ عَنْ عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ فَقَالَ ﷺ [٦٦٠] «لَا أَجِدُهُ» كَمَا فِي الْبُخَارِيِّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ" [2]

''(حدیث رسول ﷺ میں وارد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سوالیہ جملہ) ''اور کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی افضل نہیں؟'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ بھی جہاد کی افضلیت کے عقیدے پر متفق تھے۔ گویا انہوں نے یہ عقیدہ نبی ﷺ کے ایک ارشاد سے پختہ کیا تھا۔ جو آپ نے ایک سوال پوچھنے والے کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا۔ سائل نے پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کے مساوی اور برابر میں اسلام میں کوئی عمل نہیں پاتا۔ جو صحیح بخاری کتاب الجہاد میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔'' [3]

جہاد کے مساوی اور برابر کوئی عمل نہیں:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۱۹۲

[2] صحیح البخاری =كتاب الجهاد :باب فضل الجهاد والسير، الحديث : ٢٦٣٣+ صحيح مسلم =كتاب الإمارة :باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى، الحديث : ١٨٧٨

[3] نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار : ٣/ ٣٢٢

[٦٦١] «قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ «لَا تَسْتَطِيعُوهُ» قَالَ فَأَعَادُوا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ـ كُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ «لَا تَسْتَطِيعُوهُ» وَ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ «مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللّٰهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ وَلَا صَلٰوةٍ حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى» [۴۲]

”نبی ﷺ سے عرض کیا گیا ایسا عمل کونسا ہے جو جہاد کے برابر ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ راوی کہتا ہے: صحابہ نے آپ پر دو یا تین مرتبہ یہ سوال دہرایا۔ ہر مرتبہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ تیسری مرتبہ سوال کرنے پر فرمایا: مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک روزہ رکھنے والا، نماز میں قیام کرنے والا اور آیات اللہ کی تلاوت کرنے والا ہو، جو روزہ اور نماز میں کبھی وقفہ نہ کرتا ہو۔ یہاں تک کہ مجاہد فی سبیل اللہ واپس لوٹ آئے۔“

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[٦٦٢] «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ ـ قَالَ: «لَا أَجِدُهُ» قَالَ «هَلْ تَسْتَطِيعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُومَ وَلَا تَفْتُرَ وَ تَصُومَ وَلَا تُفْطِرَ» قَالَ وَ مَنْ يَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ؟ قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ إِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِي طِوَلِهِ فَيُكْتَبُ لَهُ حَسَنَاتٍ» [۴۳]

”ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں پاتا۔ آپ ﷺ نے (مزید) فرمایا: کیا تو استطاعت رکھتا ہے کہ جب مجاہد راہ جہاد میں نکل پڑے تو اپنی مسجد میں داخل ہو جائے پھر نماز میں کھڑا ہو جائے اور کبھی وقفہ نہ کرے اور روزے رکھنا شروع کر دے اور کبھی افطار نہ کرے۔ سائل نے عرض کیا: اس کی استطاعت کوئی شخص بھی نہیں رکھتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجاہد کا گھوڑا اپنی رسی کی حد تک اچھلتا کودتا ہے تو اس کے ہر قدم اٹھانے اور رکھنے پر مجاہد کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔“

---

[۴۲] صحیح مسلم ،كتاب الإمارة ،باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى ،الحديث : ١٨٧٨

[۴۳] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل : ٦٦٠

◎ امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"فِی هٰذَا الْحَدِیْثِ عَظِیْمُ فَضْلِ الْجِهَادِ لِاَنَّ الصَّلٰوةَ وَالصِّیَامَ وَالْقِیَامَ بِآیَاتِ اللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ وَ قَدْ جَعَلَ الْمُجَاهِدَ مِثْلَ مَنْ لَا یَفْتُرُ عَنْ ذٰلِكَ فِی لَحْظَةٍ مِنَ اللَّحَظَاتِ وَ مَعْلُوْمٌ اَنَّ هٰذَا لَا یَتَاَتّٰی لِاَحَدٍ وَ لِهٰذَا قَالَ ﷺ [۶۶۳] «لَا یَسْتَطِیْعُوْنَهُ» وَاللّٰهُ اَعْلَمُ." [۴۳]

"اس حدیث میں جہاد کی عظیم الشان فضیلت کا بیان ہے۔ کیونکہ نماز، روزہ اور آیات اللہ کی تلاوت کے ساتھ قیام اللّیل افضل الاعمال ہیں۔ مجاہد کی مثال ایسے شخص سے دی گئی ہے جو مذکورہ افضل الاعمال میں ایک لحظہ کے لیے بھی وقفہ نہیں کرتا اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ کوئی شخص ایسے اعمال بلا توقف نہیں کر سکتا۔ اسی بناء پر نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔"

◎ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" اِشْتَمَلَ حَدِیْثُ الْبَابِ عَلٰی تَعْظِیْمِ اَمْرِ الْجِهَادِ لِاَنَّ الصِّیَامَ وَ غَیْرَهُ مِمَّا ذُکِرَ مِنْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ قَدْ عَدَلَ کُلَّهَا الْجِهَادُ...... وَ لِهٰذَا قَالَ ﷺ: [۶۶۴] «لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ» فَفِیْهِ اَنَّ الْفَضَائِلَ لَا تُدْرَكُ بِالْقِیَاسِ وَ اِنَّمَا هِیَ اِحْسَانٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی لِمَنْ یَّشَاءُ۔ وَ اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی اَنَّ الْجِهَادَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مُطْلَقًا کَمَا تَقَدَّمَ تَقْرِیْرُهُ" [۴۴]

"یہ حدیث جہاد کے عظیم الشان مرتبہ کے بیان پر مشتمل ہے کیونکہ روزہ اور نماز وغیرہ جیسے تمام فضیلتوں والے اعمال کے برابر (بلکہ اس سے بڑھ کر) اکیلا عمل جہاد ہے۔ حتیٰ کہ مجاہد کے تمام حالات اور جائز نقل و حرکات، راتوں کو قیام کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور ہمیشہ تلاوت قرآن کرنے والے مومن شخص کے اجر و ثواب کے مساوی اور ہم پلہ ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سائل کو جواباً فرمایا: تو جہاد کے مساوی عمل کرنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتا۔ پھر یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے۔ فضائل کا حصول قیاس اور رائے سے نہیں ہو سکتا۔ یہ تو محض اللہ کا فضل و احسان ہے جس پر چاہے کر دے۔ اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ جہاد مطلقاً تمام اعمال سے افضل ہے: جیسا کہ ہم اس کو

---

[۴۳] شرح النووی: ۲/۱۳۴

[۴۴] فتح الباری: ۶/۲۴۰۵، ۲۴۶

بیان کر چکے ہیں۔“

◎ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اَلْقِيَاسُ يَقْتَضِي اَنْ يَكُوْنَ الْجِهَادُ أَفْضَلَ الْأَعْمَالِ الَّتِيْ هِيَ وَسَائِلُ ..... وَاللّٰهُ أَعْلَمُ“ [۴۹]

”قیاس بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ جہاد ہی ان اعمال میں افضل ترین ہو جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے وسائل ہیں کیونکہ جہاد اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے اور کفر کے خاتمے کا وسیلہ ہے لہٰذا اس اعتبار سے اس کی عظیم فضیلت ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے؟

[٦٦٥] ﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَأٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّ لَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ [التوبۃ: ۹: ۱۲۰، ۱۲۱]

”اہل مدینہ اور مضافات کے دیہاتیوں کے لیے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں پیچھے رہ جانا اور اپنی جانوں کو آپ کی جان سے زیادہ عزیز سمجھنا اس لیے جائز نہیں کہ ان (مجاہدین) کو اللہ کی راہ میں جب بھی پیاس لگے، بھوک لگے، کوئی تکلیف پہنچے، یا وہ ایسے مقام پر چلیں جو کفار کو غصہ دلائے اور دشمن سے کچھ حاصل کر لیں تو ان میں سے ہر ایک عمل کے بدلے ان کے لیے عمل صالح لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر و ثواب ضائع نہیں فرماتا۔ اور اسی طرح وہ کوئی چھوٹا بڑا خرچ نہیں کرتے اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں مگر ان کے لیے (اس میں) بھی اجر لکھا جاتا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے احسن عمل (یعنی جہاد فی سبیل اللہ) کا بدلہ عطا فرمائیں۔“

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۴۹] فتح الباري: ٦/٥، ٤٦، ٤٦

[٦٦٦] «كُنْتُ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَجُلٌ: مَا أُبَالِي أَنْ لَّا أَعْمَلَ عَمَلًا بَعْدَ الْإِسْلَامِ إِلَّا أَنْ أُسْقِيَ الْحَاجَّ۔ وَقَالَ آخَرُ: مَا أُبَالِي أَنْ أَعْمَلَ عَمَلًا بَعْدَ الْإِسْلَامِ إِلَّا أَنْ أَعْمُرَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ۔وَ قَالَ آخَرُ: الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِمَّا قُلْتُمْ ......فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾[التوبة: ٩/١٩] » [٤٧]

''میں منبر رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد حجاج کرام کو پانی پلانے کے سوا کوئی عمل بھی نہ کروں۔ دوسرے نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام کے بعد مسجد حرام کو آباد رکھنے کے علاوہ کوئی عمل بھی نہ کروں۔ تیسرے شخص نے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ تمہارے بتائے ہوئے اعمال سے افضل و برتر ہے۔ تو اس پر سورۃ التوبہ کی یہ آیت نازل ہوئی'' کیا تم نے حجاج بیت اللہ کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے جیسے اعمال کو اس شخص کے اعمال کے برابر کر دیا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے والے اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے بڑے درجے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

ستر (۷۰) سالہ عبادت اور جہاد فی سبیل اللہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٦٦٧] «مَرَّ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِشِعْبٍ ۔ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِنْ مَاءٍ عَذْبَةٍ فَأَعْجَبَتْهُ بِطِيْبِهَا فَقَالَ لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَأَقَمْتُ فِي هٰذَا الشِّعْبِ وَ لَنْ أَفْعَلَ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : فَقَالَ : «لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ مَقَامَ أَحَدِكُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهِ فِي بَيْتِهِ سَبْعِيْنَ عَامًا ۔أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ يُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ ؟ أُغْزُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ » [٤٨]

---

[٤٧] صحيح مسلم ، كتاب الإمارة ،باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى ، الحديث : ١٨٧٩

[٤٨] صحيح الترمذي ، أبواب فضائل الجهاد ،باب الغدو و الرواح في سبيل الله عزوجل ، الحديث : ١٣٤٨

''رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی ایک پہاڑی گھاٹی کے قریب سے گذرا، جس میں شیریں پانی کا ایک چشمہ تھا جو اپنی خوشگواری کی وجہ سے اسے بہت پسند آیا۔ اس نے سوچا کہ کاش! میں لوگوں سے علیحدہ ہو کر اس گھاٹی میں مقیم ہو جاؤں۔ لیکن میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لیے بغیر ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس خواہش کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ تم میں سے کسی شخص کا اللہ کی راہ میں (کچھ دیر) ٹھہرنا گھر کی ستر (۷۰) سالہ نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے؟ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جس نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کے دودھ دوہنے میں وقفہ کی مقدار کے برابر قتال کیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''

مجاہد کے خون کی قدر و قیمت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[٦٦٨] « وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ —— وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهٖ —— إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ »[۴۹]

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی شخص اللہ کی راہ میں زخمی نہیں ہوتا —— اور اللہ جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں (خالص نیت کے ساتھ) زخمی ہوا ہے —— مگر وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ زخم بہتا ہوگا۔ خون کا رنگ تو خون جیسا ہی ہوگا مگر خوشبو کستوری کی ہوگی۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[٦٦٩] « مَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَإِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَأَغْزَرِ مَا كَانَتْ۔ لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَ رِيْحُهَا كَالْمِسْكِ »[۵۰]

''جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا یا کوئی ٹھوکر اور چوٹ لگی تو وہ قیامت کے روز بہترین زعفرانی رنگ اور کستوری کی خوشبو کے ساتھ اٹھے گا۔''

[۴۹] صحیح البخاري = كتاب الجهاد :باب من يُجْرَحُ في سبيل الله عزّوجلّ ، الحديث : ٢٦٤٩ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة :باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله ، الحديث : ١٨٧٦

[۵۰] صحيح الترمذي ، أبواب فضائل الجهاد :باب ماجاء في المجاهد والمكاتب والنّاكح وعون الله إيّاهم ، الحديث : ١٣٥٢

کفار سے جنگ کرنا دوزخ سے نجات کا وسیلہ ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۶۷۰] « لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَدًا »[1]

’’کافر اور اس کا قاتل کبھی بھی جہنم میں اکٹھے نہ ہوں گے۔‘‘

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

[۶۷۱] « لَا يَجْتَمِعَانِ فِي النَّارِ اجْتِمَاعًا يَضُرُّ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ قِيلَ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مُؤْمِنٌ قَتَلَ كَافِرًا ثُمَّ سَدَّدَ »[2]

’’وہ دونوں جہنم میں ایسے طریقے سے اکٹھے نہ ہوں گے کہ ایک دوسرے کے لیے باعث رنج وضرر ہوں۔ سوال کیا گیا کہ کون دونوں؟ تو فرمایا ایک مومن جو کسی کافر کو قتل کر دے اور پھر وہ اپنی حالت درست رکھے۔‘‘

مذکورہ بالا حدیث کی وضاحت:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ قاضی عیاض شارح صحیح مسلم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مومن جب ایک کافر کو قتل کر دے یہ عمل اس کے تمام گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتا ہے اور اس وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہی نہیں ہوگا۔ اس کو یہ صلہ عمومی حالات میں یا مخصوص نیت اور مخصوص حالات میں حاصل ہوگا۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ اگر اسے بعض دیگر گناہوں کی وجہ سے کوئی عذاب دیا جائے تو وہ آتش جہنم کی بجائے مقام اعراف میں ٹھہرنے کی صورت میں ہو اور نار جہنم سے بہر حال اسے محفوظ رکھا جائے۔ یا جہنم میں داخلہ عارضی طور پر ہو مگر دخول جہنم کی شکل میں اسے کفار کے مقام عذاب سے بالکل الگ رکھا جائے تاکہ مقتول کافر اس کو یہ عار نہ دلا سکے کہ تجھے ایمان لانے اور مجھے بوجہ کفر قتل کرنے سے تجھے کیا حاصل ہوا؟ کہ میری طرح تم بھی جہنم میں داخل ہوئے۔ بعض احادیث کے الفاظ سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔

دوسری روایت کا مفہوم یہ ہے کہ مومن کافر کو قتل کر کے اگر اپنے حالات درست رکھے اور موت تک صراط مستقیم پر قائم رہے۔ تو یہ مومن اور کافر جہنم میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔ مگر ایسی صورت

---

[1] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۲۳

[2] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۲۳

میں آتش جہنم سے محفوظ رہنے کے لیے جہاد کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہے گی۔ جبکہ پہلی روایت اپنے معنی کے اعتبار سے اسی خصوصیت کے لیے واضح دلالت پیش کرتی ہے۔ الّا یہ کہ دوسری روایت کو پہلی روایت کے لیے خاص کرنے والی قرار دیا جائے۔ [۴۳]

◎ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا:

"ذِكْرُ نَفْيِ اجْتِمَاعِ الْقَاتِلِ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ فِي النَّارِ عَلَى سَبِيلِ الْخُلُودِ" [۴۴]

"ایسی بات کی نفی کا بیان کہ مسلمان قاتل اور کافر مقتول جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اکٹھے ہونگے۔"

گویا امام موصوف کی رائے میں حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قاتل مومن اور مقتول کافر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جمع نہیں ہونگے۔ یعنی قاتل مومن کا اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد کوئی بھی نیک عمل کافر کو قتل کرنے کے سوا نہ ہو تو وہ اس کی بدولت بالآخر جہنم سے نجات پائے گا۔ گویا جہنم سے نجات کے لیے ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ اس کے پاس ایک دوسرا قوی وسیلہ "کافر کا قتل" بھی موجود ہوگا۔

مجاہد کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۶۷۲] "تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِي ، وَ إِيمَانًا بِي ، وَ تَصْدِيقًا بِرُسُلِي فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ نَائِلًا مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ" [۴۵]

"اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن ہے جو اس کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے اس کو (اپنے گھر سے) میری راہ میں جہاد مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ کوئی اور سبب نکالنے والا نہ ہو، تو میں اس کے لیے اس بات کا ضامن ہوں کہ اس کو (مقام شہادت

---

[۴۳] ملاحظہ ہو شرح النووی = كتاب الإمارة :باب من قتل كافرا ثم سدد۔

[۴۴] ملاحظہ ہو صحیح ابن حبان = كتاب السير :باب فضل الشهادة ، ذكر نفي اجتماع القاتل المسلم والكافر في النار على سبيل الخلود ، الحديث : ٤٦٤٦

[۴۵] صحيح مسلم = كتاب الإمارة :باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله ، الحديث : ١٨٧٦ + صحيح البخاري = كتاب الجهاد: كتاب الخمس :باب قول النبي ﷺ " أحلت لكم الغنائم "، الحديث : ٢٩٥٥

پر فائز ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کر دوں گا یا اسے (غازی بن جانے کی صورت میں) اس کے گھر کی طرف لوٹا دوں گا تو وہ اجر وثواب یا مال غنیمت حاصل کرنے والا ہوگا۔''

◎ امام نووی، ابو الولید الباجی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاہد کے لیے یہ ضمانت (یعنی کفالت) کا وعدہ محض اس کا فضل وکرم ہے۔ یہ وعدہ سورۃ التوبہ میں وارد اس بشارت الٰہی کے عین مطابق ہے کہ اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ جو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پھر کفار کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی راہ حق میں شہید ہوتے ہیں۔

◎ شارح صحیح بخاری محدث کرمانی نے لکھا ہے:

''حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مجاہد کے لیے جنت میں داخلہ کے علاوہ اجر وغنیمت دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کے حصول کی ضمانت ہے۔ نہ یہ کہ وہ اجر یا غنیمت دونوں میں سے کوئی ایک ہی حاصل کرے گا۔ تینوں مقاصد میں سے کوئی ایک یا اجر وغنیمت دونوں لامحالہ حاصل ہوں گے۔

امام قرطبی، ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہما نے کلمہ " أوْ " کو واؤ کے معنٰی میں قرار دیا ہے۔ یعنی مجاہد جنت یا اجر وثواب اور مال غنیمت دونوں انعامات حاصل کرے گا۔ جیسا کہ مسلم کی ایک حدیث میں أوغَنِيمَةٍ کی بجائے " وَغَنِيمَةٍ " کا لفظ بھی آیا ہے۔ صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو غازی مال غنیمت حاصل کریں گے انہوں نے اپنا دو تہائی حصہ اجر دنیا میں وصول کر لیا۔ آخرت میں ان کے لیے صرف ایک تہائی اجر وثواب باقی رہے گا۔ اگر وہ اموال غنیمت حاصل کیے بغیر جہاد کر کے لوٹیں گے مکمل اجر کے حقدار ہونگے۔ اس حدیث سے معنی اول کی تائید ہوتی ہے کہ مجاہد کے لیے دخول جنت یا اجر وثواب دونوں یا کسی ایک کے حصول کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے۔ الغرض مجاہد فی سبیل اللہ شہید ہو یا غازی ہر صورت میں کامیاب و بامراد ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ اور دیگر شارحین حدیث نے دونوں احادیث کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے مضامین میں کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ

اخلاص نیت، مشکلات اور مشقتوں میں کمی وبیشی کی وجہ سے اجر و ثواب کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا غنیمت حاصل کرنے اور نہ کرنے والے دونوں قسم کے غازی اپنے اپنے عمل کے فرق کے بقدر اجروثواب کے بھی مستحق ٹھہرتے ہیں۔[۳۶، ۳۷]

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق افضل ترین اعمال کی ترتیب یوں ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، پھر جہاد فی سبیل اللہ پھر حج مبرور۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق ترتیب یہ ہے کہ وقت پر نماز پڑھنا، پھر والدین سے نیک سلوک کرنا، پھر جہاد فی سبیل اللہ، یہ اختلاف نہیں بلکہ مختلف مواقع اور حالات کے مطابق افضل اعمال کی ترتیب کا بیان ہے۔

② مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ہی تمام اعمال سے افضل ،تمام اعمال سے بہتر اور ہر نیک عمل کی چوٹی ہے۔

③ جمہور علماء اسلام کے نزدیک مخصوص حالات میں جب اعلان جنگ ہو جائے اور جہاد فرض عین ہو تو فقط جہاد ہی افضل عمل ہے۔ نیز جہاد کی خاص قسم جس میں جان و مال کی قربانی دے دی جائے ہر قسم کے حالات میں تمام اعمال سے افضل ہے۔

④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کو ہی افضل الاعمال سمجھتے تھے اور اس نظریہ و اعتقاد میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید حاصل تھی۔

⑤ کوئی اسلامی عمل جہاد کا متبادل اور درجہ میں اس کے مساوی نہیں ہے اور مجاہد جہاد کی طرف نکلنے کے وقت سے لے کر واپس گھر آنے تک بلاناغہ اور بلاوقفہ رات کو قیام کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور ہمیشہ تلاوت قرآن کرنے والے مومن کی طرح مسلسل نیک عمل میں مشغول رہنے والا ہوتا ہے۔

---

[۳۶] خلاصہ کلام از: فتح الباري: ۶/۴۹ + شرح النووي: ۲/۱۳۳ + المنتقى شرح الموطّا: ۳/۱۶۰

[۳۷] یعنی مجاہد کے لیے تین انعامات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) اجر وثواب (۳) مال غنیمت۔ شہید ہونے کی صورت میں جنت تو ہے ہی ہے۔ غازی بن جانے کی صورت میں ہوسکتا ہے مال غنیمت حاصل کیے بغیر واپس آنا پڑے۔ مگر اجر وثواب تو اس صورت میں ملے گا (ان شاء اللہ)۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غازی بن کر لوٹنے کی شکل میں مال غنیمت بھی اللہ تعالیٰ ہاتھ لگا دے۔ اس صورت میں گویا مجاہد اجر وثواب کے ساتھ ساتھ مال غنیمت لے کر بھی واپس پلٹتا ہے۔ (ابو عمار ابن عبدالجبار)

⑥ مجاہد کی بھوک اور پیاس، راہ حق میں برداشت کی جانے والی تمام تکالیف، دشمنوں کے ساتھ جنگ و جدال کی تمام حرکات اور ان کیطرف بڑھنے والے ہر قدم پر نیک اعمال لکھ دیئے جاتے ہیں۔

⑦ جہاد فی سبیل اللہ حجاج کرام کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کی عبادت سے بھی افضل و برتر عمل ہے۔

⑧ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے گوشہ نشینی کی جہاد کے مقابلہ میں اجازت نہیں دی گئی۔ کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ایک لمحہ گزارنا گھر کی ستر (۷۰) سالہ عبادت سے زیادہ افضل ہے۔

⑨ اونٹنی کے (دو مرتبہ) دودھ دوہنے میں وقفہ کے برابر اللہ کی راہ میں قتال کرنا جنت میں جانے کا سبب ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[٦٧٣] «مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ» [۳۸]

”جس نے اللہ کے راستہ میں دودھ دوہنے کے دو وقفوں کے درمیانی عرصہ کے برابر قتال کیا اس کے لیے جنت لازم ہو گئی۔“

⑩ اللہ کی راہ میں شہید یا زخمی ہونے والے کا خون قیامت کے دن زعفران کے رنگ اور کستوری کی خوشبو جیسا ہوگا۔

⑪ کافر اور اس کا قاتل جہنم میں جمع نہیں ہونگے۔

⑫ اللہ تعالیٰ مجاہد کے لیے کفیل اور ضامن ہے کہ شہید ہونے کی صورت میں اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور غازی بننے کی حالت میں اجر و غنیمت دونوں یا کوئی ایک لازماً عطا فرمائے گا۔

⑬ جہاد کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ مجاہد ”اعلائے کلمۃ اللہ“ کو ہی اپنا مقصد بنائے۔ تاہم مال غنیمت کا حصول بھی اللہ کی نعمت اور جہاد کے ضمنی اور ذیلی مقاصد میں شامل ہے۔

مجاہد سب لوگوں سے افضل ہے:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[۳۸] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل : ٦٦٧

[٦٧٤] « قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :« مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ » قَالُوْا : ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ:« مُؤْمِنٌ فِيْ شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللّٰهَ وَ يَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ » [1]

’’ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ تمام لوگوں میں افضل ترین انسان کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مومن جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے وہ لوگوں میں سب سے افضل ہے ۔لوگوں نے عرض کیا: اس کے بعد کون؟ فرمایا: وہ مومن جو کسی گھاٹی میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[٦٧٥] « مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْفَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ ۔ يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّهٗ۔ أَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذَا الشَّعَفِ أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْأَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَ يَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِيْ خَيْرٍ » [2]

’’ تمام انسانوں میں بہترین زندگی والا شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کی راہ میں تھامے رکھے۔ جب بھی کہیں سے جنگ کا شور یا جنگ کی گھبراہٹ سنتا ہے تو گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر اڑ جاتا ہے اور (شہادت کی تمنا میں) قتل اور موت کو اس کی متوقع جگہوں میں تلاش کرتا ہے۔ (یعنی گھمسان کی جنگ میں داخل ہو جاتا ہے) یا وہ آدمی بہترین زندگی والا ہے جو کسی پہاڑی چوٹی یا کسی وادی میں اپنے ریوڑ کے ساتھ گوشہ نشین ہو کر نماز قائم کرتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہے۔ لوگوں کے لیے صرف خیر اور بھلائی کا مجسمہ بنا رہے۔‘‘

مذکورہ احادیث کی تشریح:

امام بخاری، امام نووی، قاضی عیاض مالکی، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین عظام نے احادیث بالا کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ امن وعافیت کے زمانے میں تو

---

[1] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل : ۲۷۳

[2] صحیح مسلم ،کتاب الإمارة :باب فضل الجهاد والرباط ، الحدیث : ۱۸۸۹ + صحیح البخاري ،کتاب الفتن :باب التعرب في الفتنة ، الحدیث : ۶۶۷۷

مجاہد فی سبیل اللہ ہی سب لوگوں سے زیادہ افضل ہوگا۔ بلکہ جب مسلمانوں کا امام اور ان کی جماعت موجود ہو تو امتِ مسلمہ کے ساتھ رابطہ رکھنا اور دینی فرائض، بالخصوص جہاد کو کھڑا کرنا فرض ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٦٧٦] «تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَ إِمَامَهُمْ»[1]

"مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ وابستہ رہ۔"

لہٰذا ......! ان حالات میں گوشہ نشینی کی قطعاً کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ ایسی حالت میں گوشہ نشیں عابد اور زاہد فرائض الٰہیہ کا تارک، ظلم وعدوان اور کفر و شرک کو قدم جمانے کا موقعہ دینے والا اور اجتماعی زندگی میں قائم اللہ تعالیٰ کے احکام سے راہ فرار اختیار کرنے والا قرار پائے گا۔

اگر مسلمانوں کی جماعت اور امام موجود نہ ہو تو تمام فتنوں اور فرقوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم ہے۔ نہ کہ دینی فرائض سے۔ بالخصوص جہاد سے علیحدہ ہو جانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

پہلی دلیل:

اس کی پہلی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

[٦٧٧] «فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا»[2]

"پھر ان تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ۔"

حتیٰ کہ کسی درخت کی جڑ کو کاٹتے رہو تاوقتیکہ تمہاری موت آ جائے۔ (امت مسلمہ میں افتراق اور انتشار سے اجتناب کرو نہ کہ جہاد چھوڑ دو)

دوسری دلیل:

امام بخاری رحمہ اللہ باب: "التَّعَرُّبِ فِي الْفِتْنَةِ" (فتنے کی حالت میں گوشہ نشیں ہونا) میں سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو (ایامِ فتنہ میں) بادیہ نشینی کی اجازت دی تھی لیکن بالآخر وہ موت سے قبل مدینہ میں آکر مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں شامل ہو گئے۔"[3]

---

[1] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۳۵۵

[2] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۳۵۵

[3] ملاحظہ ہو صحیح البخاری ـ كتاب الفتن :باب التَّعَرُّب في الفتنة ـ الحديث: ٦٦٧٦

تیسری دلیل:

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا باب میں ہی سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

[٦٧٨] «يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ» [۴۴]

''مسلمانوں کا بہترین مال عنقریب وہ ریوڑ ہوگا جسے لے کر وہ پہاڑی چوٹیوں اور بارش گاہوں میں نکل جائے گا وہ اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ کرنے کے لیے ایسا کرے گا۔''

چوتھی دلیل:

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کتاب الفتن میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[٦٧٩] «اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ» [۴۵]

''قتل و غارت اور فتنہ و فساد کی حالت میں عبادت کرنا گویا میری طرف ہجرت کرنے کے مترادف ہے۔''

مذکورہ دلائل و براہین سے ثابت ہوا کہ حالات خواہ کیسے ہی ہوں اسلامی معاشرے کے ساتھ وابستگی رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے فرائض واحکام خصوصاً جہاد فی سبیل اللہ کو قائم کرنا انبیاء و رسل کی سنت ہے۔ یہ سنت انبیاء ہی غلبۂ دین اور قیام عدل کا صحیح طریق ہے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور فتنوں کے ظاہر ہونے کی صورت میں اپنا دین بچانے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ مگر اس صورت میں بھی بلند مراتب کا حصول، درجہ کمال پر فائز ہونا، افضل اور اکمل ایمان کا درجہ صرف مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ [۴۶]

---

۴۴ صحيح البخاري ،كتاب الفتن ،باب التعرب في الفتنة ، الحديث : ٦٦٧٧

۴۵ تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل : ٤٢١

۴۶ خلاصہ کلام از كتاب الفتن للبخاري و مسلم + شرح النووي : ١٣٦/٢ + فتح الباري : ٢٤٦/٦

مجاہدین کے درجات و مراتب:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[٦٨٠] « مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ صَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا » قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ ؟ قَالَ « اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَابَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَئَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ۔ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَ اَعْلَى الْجَنَّةِ ـــ اُرَاهُ ـــ فَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَ مِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ » [۷۷]

"جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنی جائے پیدائش میں بیٹھا رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنا دیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک سو درجات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا درمیانی فاصلہ ہے سو جب تم اللہ سے جنت مانگو تو (جنت) الفردوس کا سوال کیا کرو۔ کیونکہ وہ سب سے عمدہ اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اور پھر فرمایا: اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اس سے جنت کے دریا پھوٹتے ہیں۔"

مذکورہ حدیث کی تشریح:

امام ترمذی نے اس حدیث کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے۔ حدیث ابو ہریرہ میں ہے:

[٦٨١] « فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ » [۷۸]

"جنت میں سو درجات ہیں ہر دو درجوں کے درمیان سو برس (کی مسافت) کا فاصلہ ہے۔"

حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میں یہ اضافہ ہے:

[٦٨٢] « مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَ صَلَّى الصَّلٰوةَ وَ حَجَّ الْبَيْتَ ـــ لَا اَدْرِيْ اَذَكَرَ الزَّكٰوةَ اَمْ

---

[۷۷] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۱۰۹

[۷۸] صحيح الترمذی = أبواب صفة الجنة: باب ماجاء في صفة درجات الجنة، الحديث: ۲۰۵۴

لَا ـــــ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ هَاجَرَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مَكَثَ بِاَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ بِهَا ‘‘ [۴۹]

”جس نے رمضان کے روزے رکھے، نماز پڑھی اور بیت اللہ کا حج کیا ـــــ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر کیا یا نہیں ـــــ مگر اللہ پر حق ہوگا کہ اسے بخش دے وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا اپنی پیدائش گاہ میں مقیم رہے۔“

اصول حدیث کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ ” زِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ “ (ثقہ راوی کا اضافہ قابل قبول ہوتا ہے) لہٰذا! اس اصول کے مطابق یہ اشکال حل ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول جنت کے لیے دیگر ارکان اسلام کو بطور شرط کیوں ذکر نہیں فرمایا۔ زکوٰۃ کا ذکر اس لیے غیر ضروری سمجھا گیا کہ وہ صرف صاحب نصاب پر فرض ہے۔

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس طرح حج بھی بشرط استطاعت واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا بخاری کی روایت میں دو بنیادی ارکان مذکور ہیں جو ہر مومن کے لیے فرائض اور واجبات کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے صحیح بخاری کی روایت میں کوئی اشکال نہیں۔ الغرض مذکورہ حدیث سے یہ نتیجہ کسی طور اخذ نہیں کیا جا سکا کہ محض صوم وصلوٰۃ وغیرہ ہی حصول نجات کے لیے کافی ذرائع ہیں۔

معاذ بن جبل سے مروی حدیث میں یوں الفاظ ہیں:

[۶۸۳] ” ذَرِ النَّاسَ يَعْمَلُوْنَ...... “ [۵۰]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو تاکہ وہ (زیادہ سے زیادہ) عمل کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمومی حالات میں جبکہ جہاد فی سبیل اللہ فرض عین نہ ہو اگرچہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اسلام کے چار ارکان یا نماز، روزہ کو ادا کر لینا ذریعہ نجات تو بن جاتا ہے لیکن لوگوں کو اس پر خوش ہونے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور افضل سے افضل مقام و مرتبہ کی طلب وجستجو کرنا بہرحال ایک مومن شخص کا مقصود ہے اور یہی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شارح مشکوٰۃ امام طیبی کا قول نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سائل کے سوال اور خیال کے بالکل خلاف ہے۔ جب سائل نے کہا کہ ہم اس بات کی

---

[۴۹] صحیح الترمذی = أبواب صفة الجنّة :باب ماجاء فی صفة درجات الجنّة ، الحدیث : ۲۰۵۵

[۵۰] صحیح الترمذی = أبواب صفة الجنّة :باب ماجاء فی صفة درجات الجنّة ، الحدیث : ۲۰۵۵

لوگوں کو خوشخبری نہ سنا دیں۔ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے اور صوم وصلوٰۃ کے پابند کو اللہ تعالیٰ جنت میں ضرور داخل کرے گا تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں مجاہدین کے لیے تیار جنت کے درجات بیان کیے ہیں۔

گویا آپ ﷺ سائل کی اس کے منشاء سوال سے اعلیٰ تر مقام و مرتبہ کی طرف راہنمائی فرما رہے ہیں کہ لوگوں کو محض اللہ تعالیٰ پر ایمان نماز، روزہ جیسے مسائل پر حاصل ہونے والی مغفرت اور محض جنت پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ مجاہدین کے لیے اللہ تعالیٰ نے بلند درجات رکھے ہیں جن کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ نیز اس عمدہ اور اعلیٰ جنت ''جنت الفردوس'' کی خوشخبری سنانی چاہیے۔[۵۱]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں جو اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ عمل کر سکیں۔ اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے اور نہ کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اگر چہ جہاد نہ کرنے والے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوں اور دیگر دینی فرائض، نماز، روزہ اور حج وغیرہ کو قائم کرتے ہوں۔ دونوں ہی انعامات جنت کو یکساں طور پر پانے والے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مجاہدین درجات و مراتب میں بلند ترین ہیں، اوصاف و کمالات میں سب لوگوں سے بہتر زندگی گزارنے والے ہیں، دین حق کی حفاظت کے لیے آسمان کی بلندیوں پر پرواز کرنے والے شاہین ہیں اور شہادت کو اس کے متوقع مقامات میں تلاش کرنے والے سرفروشان اسلام ہیں۔[۵۲]

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مذکور کے آخر میں یہ اضافہ بھی روایت کیا ہے:

[٦٨٤] «وَلَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ وَ لَا تَطِيْبُ اَنْفُسُهُمْ اَنْ يَتَخَلَّفُوْا بَعْدِيْ ـ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوَدِدْتُ اَنِّيْ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ »[۵۳]

---

۵۱ فتح الباری: ٦/٣٥٦

۵۲ ایک یہ ہے کہ جیسے کیسے جنت میں داخل ہو جائے۔ اگر چہ اہل جہنم کے مقابلے میں یہ کوئی کم کامیابی نہ ہوگی۔ مگر کیا ہی خوب گزرے کہ جنت کے اعلیٰ، ارفع اور عظیم الشان درجات اور جنت الفردوس کے لیے تگ و دو کی جائے۔ بالکل ایسے جیسے ایک طالب علم پینتیس چالیس فیصد نمبر لے کر پاس تو ہو جاتا ہے۔ پاس ہو جانا فیل ہونے سے تو کہیں زیادہ بہتر ہے۔ لیکن اگر کوئی ذہین اور لائق سٹوڈنٹ فسٹ (First) ڈویژن یا ہائی فسٹ (First) ڈویژن (نوے یا پچانوے فیصد نمبر) لے کر پاس ہو تو اس کے کیا ہی کہنے۔ پاس ہونے والا اور فسٹ (First) ڈویژن لینے والا ہرگز برابر نہ ہوگا۔ (ابو عمار ابن عبدالجبار)

۵۳ صحیح النسائی =کتاب الجهاد :باب درجة المجاهد في سبيل الله عزوجل، الحديث : ٢٩٣٥

''اگر عام مومنوں کے لیے ناگوار نہ ہوتا اور یہ صورت نہ ہوتی کہ میں نہ تو ان کے لیے سواری پاتا ہوں اور نہ ہی وہ میرے بعد گھروں میں بیٹھ رہنا پسند کرتے ہیں، تو میں کسی لشکر اسلام سے پیچھے نہ بیٹھتا۔ میں تو اس بات کا مشتاق ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔''

یعنی شہادت انبیاء علیہم السلام کا مقصود و مطلوب ہے اور نبیوں کی شان نبوت اور رسالت کے باوجود جہاد کی اہمیت اپنی جگہ بدستور برقرار ہے۔

گویا رسول اللہ ﷺ سائل کو کمال کے اعلیٰ مراتب کی ترغیب دلاتے ہوئے عمومی حالت میں بھی جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں اور صرف حصول جنت پر اکتفا کرنے کو منع فرما رہے ہیں۔ آپ کا انداز بیاں انتہائی بلیغ اور موثر ہے۔ عام حالت میں جب جہاد فرض عین نہ ہو اور جنگ کے لیے اعلان عام نہ ہو تو آپ ﷺ مومنوں کو عزم و ہمت کے جہادی پہاڑوں کی بلند گھاٹیوں پر چڑھنے کا حکم فرما رہے ہیں۔

اس کتاب کے اسی باب نمبر ۱۱ کے عنوانات ''مجاہد سب لوگوں سے افضل ہے۔'' اور ''مجاہدین کے درجات و مراتب'' میں ذکر کردہ احادیث کا مفہوم متعین کرنے کے لیے **كِتَابُ الْإِيْمَان** اور **كِتَابُ الْإِيْمَانِ بِالْقَدَرِ** سے متعلق صحیح بخاری و صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل احادیث کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلاشبہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۸۵] «مَا مِنْ اَحَدٍ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ» قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَفَلَا اُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ: «اِذًا يَتَّكِلُوْا» فَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَأَثُّمًا۔[۵۲]

''جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدق دل سے شہادت دے تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا میں (عام) لوگوں کو اس بات کی اطلاع نہ کردوں؟ تاکہ وہ اس سے خوشی اور مسرت حاصل کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اعمال چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ سیدنا

[۵۲] صحیح البخاري = كتاب العلم :باب من خصّ بالعلم قوماً دون قوم كراهية أن لا يفهموا، الحديث : ۱۲۸ + صحيح مسلم = كتاب الإيمان :باب الدليل على أنّ من مات على التوحيد دخل الجنّة قطعاً، الحديث : ۳۲

معاذ رضی اللہ عنہ نے (علم کو چھپانے کے) گناہ سے ڈرتے ہوئے اپنی موت کے وقت لوگوں کو اس کی خبر کر دی۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی جس سے زمین کو کرید رہے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۶۸۶] « مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَ قَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَ مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ » قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَ نَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ « اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ۔ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ۔ ثُمَّ قَرَاَ ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝﴾ [الليل: ۹۲: ۵۔۱۰] » [55]

"ہر شخص کا جہنم یا جنت میں ٹھکانہ لکھ دیا گیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پھر ہم (اعمال چھوڑ کر) اپنی لکھی ہوئی تقدیر پر بھروسہ نہ کر لیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمل ضرور کرو۔ کیونکہ ہر شخص کے لیے وہی عمل آسان کیا جائے گا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ جو خوش نصیب لوگوں میں سے ہوگا اس کے لیے خوش نصیبی کے عمل اور جو بدبختوں میں سے ہوگا اس کے لیے بدبختی کے اعمال آسان کر دیے جائیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ "جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہا تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے۔ لیکن جس نے بخیلی کی، بے پرواہی برتی اور نیک بات کی تکذیب کی تو ہم بھی اس کو مشکل کے سامان میسر کر دیں گے۔"

مذکورہ بالا احادیث اور مجاہدین کے درجات کے بارے ذکر کردہ احادیث کا موازنہ کیا جائے تو درج ذیل حقائق واضح طور پر سامنے آتے ہیں:

توحید و رسالت کی گواہی دینا، اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنا، شرک سے مکمل اجتناب

---

[55] صحیح البخاری = کتاب التفسیر، تفسیر سورة اللّیل: باب فسنیسّره للعسری، الحدیث: ٤٦٦٦ + صحیح مسلم = کتاب القدر: باب کیفیّة خلق الآدمی فی بطن أمّه و کتابة رزقه، الحدیث: ٢٦٤٧

کرنا۔ اسی طرح تقدیر الٰہی میں اہل جنت اور اہل جہنم کا قطعی فیصلہ ہو چکنا (جو اللہ پر ایمان کے صحیح ہونے کے لیے ازحد ضروری ہے) یہ تمام عقائد اعمال کرنے سے رکاوٹ نہیں ہیں بلکہ ان چیزوں پر ہی بھروسہ اور اعتماد کر کے نیک اعمال چھوڑ دینے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ پر ایمان کے بعد چند ضروری دینی فرائض نماز، روزہ وغیرہ کو نجات کے لیے کافی سمجھ کر جہاد فی سبیل اللہ جیسے اسلامی اصولوں کی بنیاد اور تمام اعمال سے افضل عمل کو ترک کر دینا بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنا ایمان کے مراتب اور بلند و بالا درجات کے حصول کے منافی ہے۔ خصوصی حالات میں جبکہ جہاد فرض عین ہو چکا ہو اس کی اہمیت دیگر تمام فرائض حتیٰ کہ نماز اور روزہ جیسی عبادات سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے۔ مزید تفصیل کے لیے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

جنت کے دروازے اور تلواروں کے سائے:

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۶۸۷] «وَ اعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ» [۵۶]

''یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ جب میدان جہاد میں دشمنان اسلام کے خلاف برسر پیکار تھے۔ اس وقت انھوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۶۸۸] «إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ» فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَيْئَةِ فَقَالَ يَا أَبَا مُوسٰى أَأَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ هٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ ۔ فَرَجَعَ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهِ فَأَلْقَاهُ ثُمَّ مَشٰى بِسَيْفِهِ إِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهِ حَتّٰى قُتِلَ» [۵۷]

''یقیناً جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں کے نیچے ہیں۔ اس پر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور بولا: اے ابو موسیٰ (یہ عبداللہ بن قیس کی کنیت ہے)! کیا تم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے؟ ابو موسیٰ نے کہا: جی ہاں۔ پھر

[۵۶] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل : ۱۷۸

[۵۷] صحیح مسلم - کتاب الإیمان: باب ثبوت الجنة للشهيد، الحديث: ۱۹۰۲

سائل اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹا اور انہیں السلام علیکم (آخری ملاقات کے طور پر) کہتے ہوئے اپنی تلوار کی میان کو توڑ کر پھینک دیا اور ننگی تلوار کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا اور مسلسل تلوار چلاتا رہا حتیٰ کہ (راہ حق میں) شہید ہو گیا۔''

حدیث کی تشریح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اس حدیث کا عنوان " اَلْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوفِ" قائم کیا ہے۔ کہ جنت چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[٦٨٩] «اَلْجَنَّةُ تَحْتَ الْاَبَارِقَةِ »[۵۸]

'' جنت چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔'' لفظ اَبَارِقَةٌ جمع ہے اس کا واحد "ابریق" ہے۔ یہ تلوار کا توصیفی نام ہے:

◎ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

'' یہ حدیث ایک نفیس، مختصر، جامع اور انواع بلاغت پر مشتمل کلام ہے۔ کیونکہ اس میں جہاد فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب، اس کی ترغیب و تحریض، دشمن کے قریب تر رہنے، تلواروں کے استعمال اور بوقت مقابلہ زبردست اجتماعیت جیسے بہت زیادہ مفاہیم کو نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جنت جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔''[۵۹]

مذکورہ احادیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

① اللہ کے دین کا مجاہد سب لوگوں سے افضل اور بہتر ہے کوئی دوسرا انسان اس کا ہم مرتبہ نہیں ہو سکتا۔

② گھوڑے کی لگام تھامے ہر وقت جہاد کے لیے تیار رہنا، جنگی بگل بجتے ہی اور جنگ کا

---

۵۸ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرنے والے ہیں۔ اس حدیث کے مفہوم کو ہی امام البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح الجامع میں عنوان کے طور پر نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری =كتاب الجهاد باب الجنة تحت بارقة السُّيوف میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

۵۹ فتح الباری: ٦/ ٣٣ + شرح النووی: ٢/ ١٣٩

شوروغل اور کھٹکا سنتے ہی شاہینوں کی سی پرواز کر جانا اور شہادت فی سبیل اللہ کی طلب میں موت کو موت کی جگہوں سے تلاش کرتے ہوئے پیش قدمی کرنا مجاہدین کے امتیازی اوصاف ہیں۔

③ مجاہد کے بعد دوسرے درجے میں ایمان دار شخص وہ ہے جو گھاٹیوں یا وادیوں میں گوشہ نشین ہو کر موت تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔ بشرطیکہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کا امام موجود نہ ہو۔ اور وہ ایمان کو فتنوں سے بچانے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرے۔

④ جماعت اور امیر المؤمنین کی موجودگی میں خلوت اور گوشہ نشینی حرام اور ممنوع ہے۔ جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا اور امیر کی بات سننا اور ماننا واجب ہے۔

⑤ جب جہاد فرض عین نہ ہو تو اگرچہ فتنوں کی حالت میں خلوت اور علیحدگی اختیار کرنے کی رخصت ہے۔ مگر فضیلت وعزیمت کا کام انبیاء وصدیقین کی سنت اور طریقہ یہی ہے کہ اجتماعی معاشرے میں رہ کر دعوت وجہاد کے فرائض سرانجام دیے جائیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"فتنوں کے وقت عبادت کرنا (اور معاشرے میں رہتے ہوئے معاشرے کی اصلاح کرنا) میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔"

⑥ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، نماز اور روزے کی پابندی کرنا، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی اگرچہ حصول نجات کے لئے کافی ذرائع اور مکمل وسائل ہیں۔ (بشرطیکہ جہاد کا ارادہ ونیت ضرور ہو) لیکن انہی اسباب و وسائل پر اکتفاء کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:" جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے صرف مجاہدین کے لیے تیار کیے ہوئے ہیں۔"

⑦ مذکورہ بالا معاملہ اس وقت ہے جب جہاد فرض عین نہ ہو وگرنہ فرض عین ہونے کی صورت میں جہاد کی اہمیت وضرورت دیگر تمام فرائض و واجبات سے کہیں زیادہ ہوگی۔

⑧ جس طرح سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی توحید والی حدیث اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

مروی تقدیر الٰہی والی حدیث پر بھروسہ اور اعتماد کر کے اعمال ترک کر دینے کی کوئی گنجائش نہیں نکالی جا سکتی۔ اسی طرح سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ایمان اور دینی فرائض کے فضائل والی احادیث سے ترک جہاد کی رخصت و جواز نکالنا نا قابل قبول ہے۔ بالخصوص اس وقت جب یہ بات واضح ہے کہ اس رخصت اور جواز کا معاملہ اس وقت ہے جب جہاد فرض عین نہ ہو یا جب امت کے افتراق و انتشار کے فتنوں سے خود کو محفوظ رکھنا مقصود ہو۔

⑨ فرمان رسول ﷺ: [٦٩٠] «وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ»[20]

”جان لو جنت تلواروں کے سائے تلے ہے“

یہ فرمان عالی شان بلاغت و فصاحت کا نادر نمونہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اس امتیازی خصوصیت کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[٦٩١] «أُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ»[21]

”میں جامع کلمات دیا گیا ہوں۔“

⑩ ”جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“ یہ حدیث رسول ﷺ قرآنی آیت ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال ان کے لیے جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔“ [التوبۃ: ٩: ١١١] کی جامع اور مختصر تفسیر ہے۔

اسی بنا پر بیشتر علماء مفسرین اور محدثین نے اس حدیث کو جہاد کے فضائل میں عظیم اساس اور بنیاد قرار دیا ہے۔

فضائل جہاد و شہادت فی سبیل اللہ کے مفصل مطالعہ کے لیے **ملاحظہ ہو**:

1. صحیح البخاری مع فتح الباری: ٦/ ٣٤٣، ٤٣٢
2. صحیح مسلم مع شرح النووی: ٢/ ١٣٣، ١٤٤ کتاب الجهاد
3. جامع الترمذی = ابواب فضائل الجهاد: ١/ ١٩٥، ٢٠٠
4. سنن ابی داؤد مع المعالم للخطابی = کتاب الجهاد: ٣/ ٣٥١، ٣٨٥

---

[20] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ١٧٨

[21] صحیح مسلم = کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، الحدیث: ٥٢٣ + صحیح البخاری = کتاب الجهاد، باب قول النبی ﷺ «نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ»، الحدیث: ٢٨١٥

۵ سُنن النِسائی = کتاب الجهاد : ۲/ ۴۵-۵۹
۶ سنن ابن ماجة= کتاب الجهاد : ۲۰۲-۲۰۷
۷ المؤطا للإمام مالك مع المنتقی= کتاب الجهاد : ۳/ ۱۵۹-۱۶۵،۲۰۴-۲۱۹
۸ جمع الفوائد من جامع الأصول و مجمع الزوائد =کتاب الجهاد : ۲/ ۱۳-۱۶
۹ مشکوٰة المصابیح =کتاب الجهاد : ۲/ ۳۲۹-۳۳۸
۱۰ منتقی الأخبار = کتاب الجهاد: ۷/ ۲۱۹-۲۳۴
۱۱ نیل الأوطار شرح المنتقی = کتاب الجهاد
۱۲ التلخيص الحبير لإبن حجر باب وجوب الجهاد : ۴/ ۷۸-۹۶
۱۳ کتاب الجهاد (للإمام عبدالله بن مبارك)
۱۴ رياض الصّالحين :۳۸۸-۴۰۳

((.............. ❀❀❀❀❀ ....))

باب:۱۲

غازیانِ اسلام سے تعاون اور ان کے اہل خانہ کی نگرانی

چونکہ معاشرہ کے اہل ثروت اور دولتمند افراد کی ذمہ داریاں غرباء، مساکین اور متوسط طبقہ کے مقابلے میں ہمیشہ زیادہ ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی نسبت ان پر اپنی نعمتوں کی نوازش میں بہت بڑی فیاضی کر رکھی ہے۔ جہاد کے لیے جہاں صحت مند، قوی، بالغ اور عقل مند ہونے کی شرط ہے۔ وہاں اہل وعیال کے گھریلو خرچہ پر قادر ہونا اور جہادی سفر کے لئے سامان سفر اور سواری وغیرہ کا مہیا ہونا بھی لازمی شرائط میں شامل ہے۔ اس لئے اسلام میں غازی کی تیاری واعانت اور اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل وعیال اور مال واسباب کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پوری خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ تمام ضروری معاملات میں اس کی خالی جگہ کو پر کرنے کی ضرورت بڑے شدومد کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اس پر رغبت دلانے کے لیے بہت زیادہ فضائل ومناقب اور درجات ومراتب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مجاہد کا خرچہ برداشت کرنے کو فضیلت اور اجروثواب کے لحاظ سے خود جہاد کا درجہ ومرتبہ عطا کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

[٦٩٢] « مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا »[1]

’’جس نے ایک غازی کو ساز وسامان کے ساتھ تیار کیا تو اس نے بھی جہاد ہی کیا ہے۔‘‘

بے سرو سامانی کا غم:

قرآن مجید میں ایسے غریب ونادار اور تنگ دست مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے مکمل طور پر نیک نیت اور خالص ارادہ رکھنے والے ہیں مگر نان ونفقہ اور اسباب جہاد میسر نہ ہونے کی وجہ سے شریکِ جہاد نہیں ہو سکے۔ تاہم وہ اس مجبوری اور محرومی پر نہایت افسردہ وغمگین ہیں اور ان کی آنکھیں شدت غم سے اشکبار ہیں۔

[1] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ١٨١

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[٦٩٣] ﴿ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ○ ﴾ [التوبة: ٩: ٩١-٩٢]

"اور ان لوگوں پر بھی (جہاد میں شریک نہ ہوسکنے کا) کوئی گناہ نہیں جو ضعیف ہیں نہ ان لوگوں پر جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے زاد راہ نہ پاتے ہوں۔ بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خیرخواہی کے جذبات رکھتے ہوں۔ (ایسے) نیکوکاروں پر الزام کا کوئی راستہ نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ اور نہ ہی ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں۔ اس غرض سے کہ توان کو جہاد کے لیے سواری فراہم کرے تو اس وقت آپ کہتے ہیں کہ میرے پاس سواری نہیں جس پر تمھیں سوار کر دوں ۔پھر وہ واپس جاتے ہیں تو ان کی آنکھیں جہادی سفر کے لیے سامان سفر نہ پانے کے غم سے اشکبار ہوتی ہیں۔"

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ،ایک غزوہ میں ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے ۔ اس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[٦٩٤] « إِنَّ بِالْمَدِينَةِ رِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا وَ لَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ أَوِ الْعُذْرُ » [1]

"بلاشبہ مدینہ طیبہ میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں کہ تم کسی راستے پر نہیں چلتے ہو اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہو مگر وہ (اجروثواب میں) تمہارے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔کیونکہ ان کو مرض یا کسی مجبوری نے جہاد میں شرکت سے روک رکھا ہے۔"

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[٦٩٥] « إِلَّا شَرِكُوكُمْ فِي الْأَجْرِ » [2]

---

[1] صحیح مسلم= كتاب الإمارة: باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو عذر آخر ،الحديث : ١٩١١+ صحيح بخاري= كتاب الجهاد: باب من حبسه العذر عن الغزو، الحديث : ٢٦٨٤

[2] صحيح مسلم= كتاب الإمارة: باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو عذر آخر ،الحديث: ١٩١١

''مگر وہ (مجبوری کی بناء پر پیچھے رہ جانے والے) تمہارے ساتھ اجروثواب میں شریک تھے۔''

مجبوری اور معذوری اگر مستقل ہو جس کا زائل کرنا انسانی دائرہ اختیار سے خارج ہے تو وہ معذور اور بے بس افراد جہاد کے لیے خالص ارادہ رکھنے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ بنے رہنے کی وجہ سے مجاہدین کے اجروثواب میں شریک ہونگے۔ لیکن اگر معذوری زادراہ نہ ہونے اور سواری نہ ہونے کی ہو تو دولتمند افراد کو ان کی یہ معذوری زائل کر کے عالیشان اجروثواب حاصل کرنے کی شدومد کے ساتھ ترغیب دی جاتی ہے۔ سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٦٩٦] «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ «مَا عِنْدِي» فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَنَا أَدُلُّهُ عَلَى مَنْ يَحْمِلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ « مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ » [ع]

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ میری سواری ہلاک ہوگئی ہے۔ مجھے سواری فراہم کیجیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سواری نہیں ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اس کو ایسے آدمی کا پتہ دیتا ہوں جو اسے سواری فراہم کر دے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو خیر کی طرف کسی کی رہنمائی کرے گا تو اسے نیکی کرنے والے کے برابر اجر حاصل ہوگا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اسلم قبیلے کا ایک نوجوان عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کا سازوسامان نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

[٦٩٧] « إِئْتِ فُلَانًا فَإِنَّهُ كَانَ قَدْ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ۔ فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُولُ: أَعْطِنِي الَّذِي تَجَهَّزْتَ بِهِ ۔ قَالَ : يَا فُلَانَةُ! أَعْطِيهِ الَّذِي تَجَهَّزْتُ بِهِ وَلَا تَحْبِسِي عَنْهُ شَيْئًا ۔ فَوَاللّٰهِ ! لَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيهِ» [ف]

''فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ، اس نے جہاد کا سامان تیار کر رکھا تھا، مگر بیمار ہوگیا۔ چنانچہ

ع صحيح مسلم- كتاب الإمارة : باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره ،الحديث : ١٨٩٣

ف صحيح مسلم- كتاب الإمارة: باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره وخلافته في أهله بخير، الحديث: ١٨٩٤

وہ شخص اس کے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اپنا سامان جہاد مجھے دے دو۔ تو اس نے (بیوی سے مخاطب ہو کر) کہا (یعنی لفظ "فُلَانَةُ" کی جگہ پر اپنی بیوی کا نام لیا) میرا سارا سامان جہاد اس شخص کو دے دو اور اس میں سے کوئی چیز نہ رکھنا۔ اللہ کی قسم! اگر کوئی چیز روک رکھو گی تو اس میں کوئی برکت نہ ہوگی۔"

مجاہد کی تیاری اور مجاہد کے گھر کی نگرانی عین جہاد ہے:

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۹۸] «مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَهُ فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا» [۳]

"جو شخص اللہ کی راہ میں لڑنے والے کسی غازی کو سامان جہاد کے ساتھ تیار کرے تو اس نے بھی جہاد کیا اور جو کسی غازی کے اہل وعیال میں خیر اور بھلائی کے ساتھ اس کا جانشین اور نگران بنا رہے تو اس نے بھی جہاد کیا ہے۔"

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کے بعد سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں اپنی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوا کرتے تھے۔ البتہ ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلے جایا کرتے تھے۔ اس بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۹۹] «إِنِّي أَرْحَمُهَا قُتِلَ أَخُوهَا مَعِي» [۴]

"میں ام سلیم پر ترس کھاتا ہوں کیونکہ اس کا بھائی میرے ساتھ (یعنی میری اطاعت میں جہاد کرتے ہوئے) قتل کیا گیا تھا۔"

واضح ہو کہ ام حرام اور ام سلیم رضی اللہ عنہما کا گھر ایک ہی تھا۔ اور یہ دونوں ایک دوسری کی حقیقی بہنیں اور آپ ﷺ کی رضاعی خالائیں تھیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غازی کے اہل وعیال کی خیر خواہی ونگہداشت اس کی زندگی میں بھی اور اس کی زندگی کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے اور یہ آپ کے حسن سلوک کی روشن مثال ہے۔[۵]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[۳] تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل: ۱۸۱

[۴] صحیح البخاري= کتاب الجهاد: باب فضل من جهّز غازیا أو خلفه بخیر، الحدیث: ۲۶۸۹+ صحیح مسلم= کتاب فضائل الصّحابة= باب فضائل أمّ سلیم امّ أنس بن مالك، الحدیث: ۲۴۵۵

[۵] فتح الباري: ۶/۳۹۱

[۷۰۰]« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰى بَنِىْ لِحْيَانَ مِنْ هُذَيْلٍ فَقَالَ «لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا » ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ « اَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِىْ اَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ بِخَيْرٍ، كَانَ لَهٗ مِثْلُ نِصْفِ اَجْرِ الْخَارِجِ »[۹]

''رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنی لحیان کی طرف (جو اس وقت کافر تھے) جہاد کے لئے ایک قافلہ روانہ فرمایا۔ پھر لوگوں میں اعلان فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک لازمی طور پر (جہاد کے لیے) نکل جائے۔ پھر پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے لئے فرمایا: تم میں سے جو بھی جہاد کی طرف نکلنے والے کے پیچھے اس کے اہل اور مال میں خیر خواہی کے ساتھ نگرانی کرے گا تو اس کو مجاہد کے اجر وثواب سے نصف حصہ ملے گا۔ (کیونکہ جہاد میں شرکت کرنے والوں کی طرح ان کے گھروں کی نگرانی کرنیوالے بھی عمل جہاد میں برابر شریک ہیں۔ لہٰذا ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام سے محروم نہیں رکھا گیا۔)''

جہاد میں شرکت کرنے والوں کی عورتوں کی عزت وناموس:

سیدنا بریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۷۰۱] «حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ وَ مَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِىْ اَهْلِهٖ فَيَخُوْنُهٗ فِيْهِمْ اِلَّا وُقِفَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهٖ مَا شَاءَ فَمَا ظَنُّكُمْ »[۱۰]

''مجاہدین کی عورتوں کی حرمت پیچھے بیٹھنے والوں کے لیے بالکل ایسے ہے جیسے ان کی (حقیقی) ماؤں کی حرمت ہے۔ پیچھے بیٹھنے والوں میں سے جو شخص کسی مجاہد کا اس کے اہل وعیال میں جانشین ٹھہرا اور پھر اس نے ان کے معاملہ میں مجاہد کے ساتھ کوئی بددیانتی اور خیانت کی تو قیامت کے دن اس خیانت کرنے والے کو مجاہد کے رو برو کھڑا کر دیا جائے گا اور وہ اس کے نیک اعمال میں سے جس قدر چاہے گا لے لے گا۔''

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۷۰۲] « فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: « فَمَا ظَنُّكُمْ ؟ »[۱۱]

---

۹ صحیح مسلم، كتاب الإمارة: باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره وخلافته في أهله بخير، الحديث: ۱۸۹۶

۱۰ صحیح مسلم، كتاب الإمارة: باب حرمة نساء المجاهدين وإثم من خانهم فيهن، الحديث: ۱۸۹۷

۱۱ تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۷۰۱

’’پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں: پھر بتاؤ تمہارا کیا گمان ہے؟ (یعنی مجاہد کس قدر کامیاب ہوا اور اس کے ساتھ خیانت کرنے والے کا کیا حشر ہوا؟)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

[۷ ; ۳] ((فَمَا ظَنُّكُمْ؟ مَا أَرَى يَدَعُ مِنْ حَسَنَاتِهِ شَيْئًا)) [1]

’’تمہارا کیا خیال ہے؟ میں سمجھتا ہوں مجاہد خائن کی کوئی نیکی نہ چھوڑے گا (کیونکہ قیامت کے دن نیک اعمال ہی سب سے زیادہ قیمتی بدلہ ثابت ہونگے)

مذکورہ بالا احادیث کی تشریح:

’’مگر وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک تھے۔‘‘ کے الفاظ کا مطلب ہے کہ مجاہدین کے پیچھے گھروں میں بیٹھنے والے معذور اور مریض بھی مجاہدین کے اجروثواب میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ معذور یا مریض ہی ہوں تارک جہاد نہ ہوں۔ معذوری کے باوجود جہاد میں شرکت نہ کر سکنے پر افسردہ ہوں اور استطاعت حاصل ہونے پر جہاد کے لئے پختہ ارادہ رکھتے ہوں۔

((الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ)) کا مطلب:

اچھی چیز کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کے برابر اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ اس حدیث میں بھلائی کے امور کی طرف رہنمائی کرنے اور نیکی کرنے والوں کے کام میں تعاون کرنے کی زبردست فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۰۴] ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾ [المائدۃ: ۵: ۲]

’’اور تم نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔ مگر گناہ اور ظلم میں کسی کا تعاون نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شدید عذاب دینے والا ہے۔‘‘

اسی طرح یہ حدیث دینی علم پڑھانے والے اور اسلام کے فرائض، واجبات، عبادات دیگر احکام کی تعلیم دینے والے معلمین ومدرسین کی فضیلت کی وضاحت بھی کر رہی ہے۔

[1] صحیح ابن حبان= کتاب السّیر: باب فضل الجهاد/ ذکر اخذ الغازی أجر الخالف أهله من حسناته فی القیامة بالحدیث: ۴۶۱۵

بنی اسلم کے نوجوان کی حدیث سے بھلائی پر رہنمائی کی اہمیت وفضیلت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نیکی کے کسی کام کے لیے تیار کیا گیا سامان دیگر نیک کاموں کے لئے استعمال ہوسکتا ہے۔ الا یہ کہ عمل کرنے والے نے ایک ہی کام کے لیے منت (نذر) مان رکھی ہو۔ کیونکہ منت کا پورا کرنا واجب ہے۔ ''عمل کرنے والے کے اجر کی طرح'' سے مراد یہ ہے کہ راہنمائی اور تعاون کرنے والے کو بھی نیکی کرنے والے کی طرح ایک جیسا اجروثواب حاصل ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ دونوں کے اجروثواب کی مقدار بھی برابر ہو۔'' [۱۳]

((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا)) کا مطلب:

جس نے غازی کو ساز وسامان دے کر تیار کیا اس نے بھی گویا جہاد کیا۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ اس حدیث کو یوں روایت کرتے ہیں:

[۷۰۵] ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ خَلَفَهُ فِيْ أَهْلِهِ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ وَمَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ)) [۱۴]

''غازی کو تیار کرنے والے کے لئے غازی کے اجر کے مثل ثواب لکھا جاتا ہے۔ البتہ مجاہد کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ اسی طرح روزہ افطار کرانے والے کیلئے بھی روزہ دار کے اجر کے مثل لکھا جاتا ہے۔ لیکن روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔''

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

امام ابن حبان رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۰۶] ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا حَتّٰى يَسْتَقِلَّ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ حَتّٰى يَمُوْتَ أَوْ يَرْجِعَ)) [۱۵]

''جس نے غازی کو تیار کیا یہاں تک کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔ اس تیار کرنے والے کو جہاد کرنے والے کے اجر کی طرح اجر وثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ مجاہد کو موت آجائے۔ یا وہ گھر واپس لوٹ آئے۔''

اس روایت سے دو مزید فوائد حاصل ہوتے ہیں:

---

[۱۳] شرح النووی: ۲/۱۳۷ + فتح الباری: ۶/۳۸۷

[۱۴] صحیح ابن حبان = كتاب السير: باب فضل الجهاد / ذكر البيان بأن المجهز انما يأخذ كحسنات الغازي، الحديث: ۴۶۱۴

[۱۵] سنن ابن ماجة = كتاب الجهاد: باب من جهز غازياً. اس کی سند کو امام بوصیری رحمہ اللہ نے زوائد میں صحیح کہا ہے۔ دیکھئے المتجر الرابح للدمياطي = أبواب الجهاد: باب من جهز غازيا، الحديث: ۹۲۱

① مذکورہ اجر و ثواب ایک غازی کو مکمل تیار کرنے اور اس کو کافر کے مقابلے میں استقلال کے ساتھ کھڑا کرنے پر مرتب ہوگا۔

② غازی کا معاون اور غازی کو تیار کرنے والا معرکہ ختم ہونے تک یا اس کی موت تک اجر میں شریک رہے گا۔

((اَیُّکُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِیْ اَھْلِہٖ وَ مَالِہٖ بِخَیْرٍ)) کا مطلب:

غازی کو تیار کرنے والا اگر غازی کا خیر خواہ جانشین بھی بن جائے تو اس کا دہرا (ڈبل) اجر ہوگا۔ قائمقام اور معاون کو غازی کے مثل اجر حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غازی کی طرح اس کا قائم مقام اور معاون بھی جانی اور مالی مشقت برداشت کرتا ہے اور وہ بھی جہادی عمل کی تکمیل کیلئے غازی کی طرح دوسرا بڑا ستون ہے۔ کیونکہ مالی تعاون اور اہل و عیال کی نگرانی کے بغیر مجاہدین فریضۂ جہاد کی تکمیل نہیں کرسکتے۔" [۱]

((وَالْاَجْرُ بَیْنَھُمَا)) کا مطلب:

"یعنی جہاد کے لئے نکلنے والا اور مجاہد کی جانشینی کرنے والا، دونوں کو برابر اجر حاصل ہوگا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ مجاہد کا جانشین اور قائم مقام اس کے اہل و عیال کا پورا پورا خیر خواہ ہو۔ گویا دونوں شخص ہی جہادی عمل میں شریک ہونگے۔" [۲]

اس حدیث سے جہاد کے فرض کفایہ ہونے پر استدلال کرنے والوں کا موقف غلط ثابت ہوتا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ ہیں:" رسول اللہ ﷺ نے پیچھے بیٹھ رہنے والوں سے کہا۔ جس نے جہاد پر جانے والوں کے اہل وعیال اور مال و کاروبار میں خیر خواہی سے نگرانی کی۔"

مجاہد کا معاون، جانشین اور خیر خواہ بھی شریک جہاد ہے نہ کہ جہاد چھوڑ دینے والا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کو اس کے جہادی امور اور فرائض دیانتداری سے سرانجام دینے کی ترغیب دی ہے اور خیانت اور بدعہدی کرنے کی صورت میں شدید ترین سزا کی وعید سنائی ہے۔

مجاہدوں اور غازیوں کے گھروں میں انکی عورتوں کی عزت و ناموس والی حدیث سے بہت زیادہ مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

---

[۱] فتح الباری: ۶/ ۳۹۰

[۲] شرح النووی: ۲/ ۱۳۸

◉ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجاہدین کی عورتوں کی طرف نظر بد سے دیکھنا، ان سے بدکلامی کرنا اور ان جیسے تمام کام کلی طور پر حرام ہیں۔ جیسے حقیقی ماں کے ساتھ ایسا کرنا حرام ہے۔ ان کے ساتھ حقیقی ماؤں کی طرح نیک سلوک اور احسان کرنا اور ان کی تمام ضروریات پورا کرنا واجب ہے۔ مگر ایسے طریقے سے کہ جس پر کوئی فتنہ مرتب نہ ہوسکتا ہو۔“ [۸]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں:

[۷۰۷] "هٰذَا خَلَفَكَ فِي أَهْلِكَ بِسُوءٍ فَخُذْ مِنْ حَسَنَاتِهِ" [۹]

”اے مجاہد! یہ شخص تیرا برا جانشین تھا لہٰذا تو جس قدر چاہے اس کی نیکیوں میں سے لے لے۔“

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا :

① جس شخص کے پاس جہاد کرنے کے اخراجات نہ ہوں۔ اس شخص پر معذور اور مریض کی طرح جہاد نہ کرنے کی صورت میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ وہ نیک نیت رکھنے والا ہو اور اللہ ورسول کا سچا خیر خواہ ہو۔ اسی طرح جو جہادی سفر سواری کے بغیر ممکن نہ ہو اور مجاہد کے پاس سواری نہ ہو وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ گار نہیں۔ بشرطیکہ جہاد کے لئے خالصتاً دلی ارادہ رکھتا ہو۔

② کسی دوسرے آدمی کو جہاد کیلئے سازو سامان اور جہاد کا خرچہ فراہم کردینے سے اس دوسرے آدمی کے لئے طاقت نہ ہونے کی مجبوری اور عذر ختم ہوجاتا ہے۔ اور جہاد بدستور واجب ہوجاتا ہے۔

③ معذور اور بے بس لوگ بھی مجاہدین کے اجر میں برابر حصہ دار ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ جہاد چھوڑنے والے اور جہاد سے پہلو تہی اختیار کرنے والے نہ ہوں۔ بلکہ ان کے دل میں جہاد کرنے کا پختہ ارادہ ہو اور جہاد کی مکمل تیاری اور ٹریننگ ہو۔

④ نیک کام کی طرف راہنمائی کرنے والا نیک کام کرنے والے کی طرح اجر میں برابر کا

---

[۸] شرح النووی: ۲/۱۳۶

[۹] صحیح ابن حبان= کتاب السّیر: باب فضل الجهاد / ذکر البیان بان هذا الفعل یکون لمن خلف لأهل الغازی بشرّ، الحدیث: ٤٦١٦

شریک ہے۔ لیکن نیکی کرنے والے کے لئے کئی کئی گناہ اجر بڑھا دیئے جانے کے جو وعدے ہیں وہ صرف اسی کے لئے ہیں۔ لہٰذا عمل کرنے والے اور نیک عمل کی طرف راہنمائی کرنے والے کے اجر میں ''اجر حقیقی'' اور ''اجر مثل'' کا فرق ضروری ہو گا۔ ایک یہ بات معلوم ہوئی کہ جیسے روزہ افطار کرانے والا روزہ رکھنے والے کے بقدر اجر حاصل کرنے کے باوجود خود روزہ رکھنے کا پابند رہتا ہے۔ روزہ افطار کرانے سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت نہیں مل جاتی۔ اسی طرح مجاہد اور غازی کو جہاد کا خرچہ اور دیگر اسباب مہیا کرنے والے نیز مجاہدین کے اہل خانہ کی خیر خواہی کے ساتھ نگرانی کرنے والے کو اگرچہ مجاہدین کی طرح اجر ملتا ہے۔اس کے باوجود اس کو بذات خود عملاً جہاد نہ کرنے کی رخصت نہیں مل جاتی۔

⑤ قبیلہ بنو اسلم کے نوجوان والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں بہت جلدی دکھایا کرتے تھے اور ان کے نزدیک خبر واحد (ایک شخص کی خبر) دین میں حجت تھی۔

⑥ میدان جہاد میں عملاً جہاد کرنے کے لیے تین اہم ارکان ہوتے ہیں:

① غازی اور مجاہد۔

② غازی کو سامان سفر، وسائل، اسباب اور اسلحہ وغیرہ سے لیس کرنے والا معاون۔

③ مجاہد کے اہل وعیال میں خیر خواہی کے ساتھ نگرانی اور جانشینی کرنے والا۔ اس وجہ سے تینوں کو مجاہد اور غازی قرار دیا گیا۔

⑦ امیر المومنین اور امیر جہاد کے فرائض میں شامل ہے کہ مجاہدین کے اہل وعیال کی مناسب نگہداشت اور حفاظت کا انتظام کرے، ان کی مالی ضروریات کی کفالت کرے وقتاً فوقتاً ان سے ملاقات کرے اور ان کی حوصلہ افزائی کا بالواسطہ و بلا واسطہ اہتمام کرتا رہے۔ وہ مجاہدین غازی ہوں یا شہداء۔

⑧ میدان کارزار میں ہونے والے جہاد کی مختلف ذمہ داریاں ہیں۔ امیر کو چاہیے کہ ان فرائض وذمہ داریوں کو مناسب طریقے سے لوگوں پر تقسیم کرے۔ تاکہ ہر فرد عملاً جہاد میں شریک ہو سکے۔

⑨ مجاہدین کی عورتیں پیچھے رہنے والے مسلمانوں کے لیے ان کی حقیقی ماؤں کی مثل قابل احترام ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی ماؤں کی مثل ان کے ساتھ نیکی واحسان، نصیحت وخیر خواہی اور خدمت وتعاون کا معاملہ کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے ماں رشتے میں حرام ہوتی ہے اسی طرح وہ بھی حرام ہے۔ لہٰذا پردے کے احکام اور اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کی حرمت کی اسلامی تعلیمات بدستور ملحوظ رکھی جائیں گی۔

⑩ غازی کی تیاری اور غازی کے اہل خانہ کی جانشینی کے مختلف مراتب ہیں۔ لہٰذا جس قدر کوئی تعاون اور جانشینی ونگرانی کا حق ادا کرے گا اسی قدر اجروثواب پائے گا۔

⑪ مجاہد فی سبیل اللہ کے اہل وعیال کے ساتھ بدعہدی اور خیانت کرنا آخرت میں تمام نیک اعمال کے ضائع ہوجانے کا موجب ہے۔ کیونکہ وہ مومن کے پاس اللہ کی تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ جن کی حفاظت وپاسداری اس کا شرعی فریضہ ہے۔

⑫ قبیلۂ بنی لحیان والی حدیث میں بیٹھے رہنے والے کے لیے خیر خواہی کے ساتھ نگرانی کرنے کی شرط عائد کی گئی ہے۔ اس سے بہت سارے اصول ومسائل کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً عملی طور پر جہاد کرنے والے اور ان کے اہل وعیال کے نگران دونوں ہی جہادی عمل کے لازمی جزء ہیں۔ مجاہدین کے قائمقام اور جانشین ان کے اہل وعیال میں خیر خواہی کے ساتھ حفاظت کرنے کے پابند ہیں۔

((.................❀❀❀❀❀............))

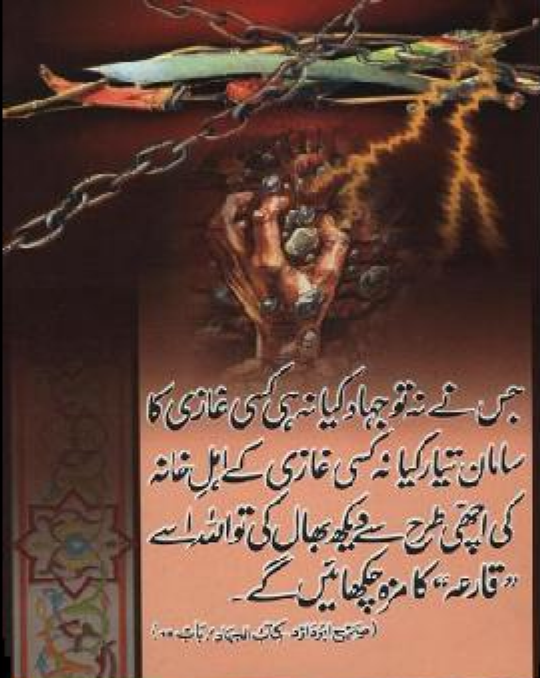
جس نے نہ تو جہاد کیا نہ ہی کسی غازی کا
سامان تیار کیا نہ کسی غازی کے اہلِ خانہ
کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کی تو اللہ اسے
"قارعہ" کا مزہ چکھائیں گے۔
(صحیح ابوداؤد، کتاب الجہاد)

لوگوں پر کوئی ایسا دن نہیں گزرتا جسمیں دو
فرشتے نہ اُترتے ہوں اُن میں سے ایک
کہتا ہے اے اللہ (فی سبیل اللہ) خرچ
کرنیوالے کو اچھا بدلہ عطا فرما اور دُوسرا یہ کہتا
ہے اے اللہ ہاتھ روک لینے والے کا
مال ضائع فرما۔

باب:۱۳

جہاد بالمال

جہاد کی اقسام مختلف اعتبار سے:

❀ جن چیزوں کے ذریعہ جہاد کیا جاتا ہے' اس اعتبار سے جہاد کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

① زبان کے ذریعے جہاد

② مال کے ذریعے جہاد

③ جان کے ذریعے جہاد

❀ جن لوگوں کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے' اس اعتبار سے جہاد کی مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں:

① کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد۔

② یہود' نصاریٰ اور آتش پرستوں کے ساتھ جہاد۔

③ منافقوں کے ساتھ جہاد۔

④ برائی کو ختم کرنے کے جذبے کے تحت فاسقوں اور فاجروں کے ساتھ جہاد۔

❀ اگر جہاد کو مجاہدہ کے معنی میں لیا جائے تو جہاد کی مزید دو اقسام بن جاتی ہیں مجاہدہ کا معنی ہے کہ خود کو اطاعت الٰہی پر مجبور کرنا اور معصیت الٰہی سے دور رکھنا۔ جہاد کی بمعنی مجاہدہ درج ذیل دو اقسام ہیں:

① اپنے نفس کے ساتھ جہاد۔

② شیطان کے ساتھ جہاد۔

❀ جن کی خاطر جہاد کیا جاتا ہے' اس اعتبار سے جہاد کی کل چھ اقسام ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔

② بے بس لوگوں کی خاطر جہاد کرنا۔

③ مسلم علاقوں اور اسلامی ممالک کے تحفظ' کفار کے قبضہ اور تسلط سے آزادی کی خاطر جہاد کرنا۔

④ اپنے مال کی خاطر قتال کرنا۔

⑤ اپنی جان کو بچانے اور محفوظ رکھنے کی خاطر جہاد کرنا۔

⑥ اپنی عزت وآبرو کو بچانے کی خاطر جہاد کرنا۔

اس باب میں صرف جہاد بالمال یا انفاق فی سبیل اللہ پر بحث کی جائے گی اور اسی کے ضمن میں غازی کو جنگی ساز و سامان فراہم کرنے اور غازی کے اہل و عیال کی نگہداشت و خیر خواہی کرنے کے موضوعات پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ باقی تمام اقسام کے بارے ان سے متعلق ابواب کا مطالعہ کیجئے۔

مالی جہاد کی اہمیت و مرتبہ:

آلات حرب وضرب کی تیاری' قوت و طاقت کا انحصار اور رباط الخیل (یعنی گھوڑے باندھ رکھنا) وغیرہ جہاد کی تیاری کے مختلف مراحل تو خاص طور پر جہاد بالمال سے ہی وابستہ ہیں۔ مالی اعتبار سے کمزور یا انفاق فی سبیل اللہ میں بخل سے کام لینے والی کوئی امت بھی جان کے ساتھ جہاد کرنے کے باوجود اصل مقاصد کو حاصل کرنے میں کبھی کامیاب و کامران نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد کا ذکر فرمایا ہے۔ اپنے رسول ﷺ کی نصرت و حمایت اور دین اسلام کی بلندی کے مقاصد کی تکمیل پر اہل اسلام کو ابھارتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۷۰۸] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [التوبۃ=۹:۴۱]

''ہر حالت میں نکل پڑو خواہ ہلکے ہوں یا بوجھل (یعنی خواہ تم کمزور ہو یا قوی' تنگدست ہو یا خوشحال' تنہا ہو یا عیالدار' مسلح ہو یا بے ہتھیار) اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اگر تمہیں معلوم ہو تو یہی طریقہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔''

سورۃ التوبہ کے آخر میں شہادت پانے والوں کے لئے عظیم الشان انعام و اکرام اور جنت کی لازوال نعمتوں کے پختہ وعدوں کی خوشخبریاں سناتے ہوئے ان کی قربانیوں کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے:

[۷۰۹] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾ [التوبۃ=۹:۱۱۱]

"اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور ان کے عوض ان کو جنت عطا فرمادی ہے (جانی و مالی دونوں قسموں کی قربانی کے بدلے جنت)۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت :۴۱ میں مالی جہاد کو جانی جہاد پر مقدم رکھا ہے ۔ کیونکہ ترتیب کے اعتبار سے بھی جہاد کے لئے خرچ کئے ہوئے اموال کو ہی اولیت حاصل ہے ۔ یہ جانی جہاد کی لازمی شرط ہے۔ اسی لئے آلات حرب وضرب کی تیاری قوت و طاقت کا بندوست کرنا اسلحہ سے مسلح ہونا اور گھوڑے وغیرہ باندھ رکھنا امت کے ہر فرد پر ضروری قرار دیا گیا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۱۰] ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ﴾ [الانفال=۸:۶۰]

"کافروں کے لئے جس قدر ممکن ہو قوت تیار رکھو۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاد کی تیاری کا فریضہ سب کے لئے لازمی ہے۔کوئی بھی عاقل' بالغ اور استطاعت رکھنے والا مرد اس سے بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔

سورۃ التوبہ کی آیت :۱۱۱ میں جانی جہاد کو اولیت دی ہے کیونکہ یہاں جہاد کے معاوضے اور بدلے کا بیان ہے' یہ بات ظاہر وعیاں ہے کہ جان کی قربانی بہر صورت مالی قربانی سے مشکل اور عظیم تر ہے۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ معاوضہ بقدر محنت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا اور جنگ کرنا واجب ہے:

فرمان الٰہی ہے:

[۷۱۱] ﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ۝ ﴾ [الحدید:۵۷:۷]

"اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو جس کا اس نے تمہیں وارث بنایا ہے۔ چنانچہ جو ایمان لے آئیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو ان کے لئے بڑا اجر وثواب ہے۔"

مزید فرمایا ہے:

[۷۱۲] ﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ

اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۝﴾

[الحدید=۵۷:۱۰]

''اور کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے۔ جبکہ آسمانوں اور زمین کی میراث صرف اللہ کے لئے ہے (لہٰذا مال تو اسی کا ہے)۔ جن لوگوں نے تم میں سے فتح مکہ سے قبل مال خرچ کیا اور قتال کیا وہ دوسروں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ ان لوگوں سے درجہ میں بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور کافروں سے قتال کیا اور اللہ نے ان سب کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔''

اکثر علماء اسلام کا کہنا ہے کہ آیت:۱۰ میں "قَبْلِ الْفَتْحِ" سے مراد فتح مکہ سے پہلے ہے۔ مگر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اس سے ''فتح حدیبیہ سے پہلے'' مراد لیتے ہیں۔ البتہ اکثر علماء والا قول ہی صحیح اور مدلل ہے۔

یعنی ''جس نے فتح (مکہ) سے قبل خرچ کیا اور جنگ کی۔'' [الحدید=۵۷:۱۰] سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ جیسا کہ دلائل سے ثابت ہے کہ فتح مکہ سے قبل مالی و جانی جہاد کرنے میں ان کا کوئی ثانی اور ہم پلہ نہیں تھا۔ اسی لئے صحابہ کرام نے آپ کو خلافت و امارت کے لئے اولیت دی اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سمیت تمام اہل بیت نے ان کے ساتھ اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جو شخص مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے گا میں اس شخص پر تہمت کی حد یعنی اسی کوڑے اور ہمیشہ کے لئے اس کی گواہی کو مسترد کرنے کے احکامات جاری کروں گا''۔[1]

تاہم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے اور کافروں سے جنگ کرنے میں فتح مکہ سے قبل پیش پیش تھے۔ لہٰذا اس تنگ حالی اور سخت غربت کی حالت میں دین حق کی حمایت میں سبقت لیجانے والے تمام مسلمانوں کو بلند درجات پر فائز فرمایا گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ابتدائی دور میں اور بعد میں جانی اور مالی جہاد کرنے والے مجاہدوں کے دونوں گروہوں کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ نیز مالی جہاد

---

[1] الجامع لأحکام القرآن للقرطبي: ۱۷/ ۱۵۶ + تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۳۲۳، ۳۲۴

کی ترغیب کا ایک حکیمانہ اسلوب اختیار فرمایا کہ میری راہ میں خرچ کیا ہوا مال گویا ایک قرض حسنہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۱۳] ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ۝﴾

[الحدید=۵۷: ۱۱]

''کون شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے پس اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا بڑھادے گا اور اس کے لئے عزت والی روزی ہے۔''

بخل کی پرزور مذمت:

نازل ہونے کے اعتبار سے سورۃ الحدید کی طرح سورۂ محمد (جس کا دوسرا نام سورۃ القتال بھی ہے۔) آخری سورتوں میں شامل ہے۔ یہ دونوں سورتیں بالاتفاق مدنی ہیں۔ [ع]

سورۃ القتال میں جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے نازل شدہ آخری احکام ہیں اور منافقین کی اسلام کے خلاف چالبازیوں اور مکاریوں کی تفصیل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کفار اور مشرکین کے ساتھ سخت جنگ کرنے (انکی گردنیں اڑانے) اور دین الٰہی کی نصرت و حمایت کرنے پر ابھارتا ہے۔ اس میں پرہیزگار مجاہدین کے لئے آخرت کی نعمتوں کے وعدے ہیں۔ کفار و مشرکین کے لئے عذاب اور سخت پکڑ کی ڈانٹیں ہیں۔ جہاد کے بعض دیگر احکام اور مسائل کی تفصیلات ہیں اور سورت کے آخر میں انفاق فی سبیل اللہ (جہاد فنڈ) کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۱٤] ﴿هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ۝﴾ [القتال=٤٧: ٣٨]

''ہاں سن لو کہ تم وہ لوگ ہو جن کو اللہ کی راہ میں (جہاد فنڈ کی مد میں) مال خرچ کرنے کے لئے پکارا جاتا ہے تو بعض تم میں سے بخل کرتے ہیں اور جو کوئی بخل کرے گا تو اپنے نفس سے کرے گا (یعنی نقصان اسی کا ہوگا)۔ اور اللہ تعالیٰ تو سب سے بے نیاز ہے اور تم سب فقیر اور محتاج ہو۔ اور اگر تم (اطاعت سے) انحراف کرو گے۔ تو اللہ تمہاری جگہ کوئی

ع تفسیر ابن کثیر + تفسیر القرطبی + فتح القدیر للشوکانی

دوسری قوم بدل لے گا اور پھر وہ تمہاری مثل (نافرمان) نہ ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین اجروثواب کا وعدہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۷۱۵] ﴿وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾

[الأنفال=۸:۶۰]

"(مسلمانو!) تم اللہ کی راہ میں (اسباب جہاد اور آلات جنگ کی تیاری کے لئے) جو کچھ بھی (قلیل یا کثیر) خرچ کرو گے تو تمہیں پورا پورا بدلہ لوٹا دیا جائے گا۔ اور تمہارے ساتھ کوئی ظلم نہ ہو گا۔"

سورۃ الانفال کی آیت: ۶۰ میں اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو مخاطب کر کے حکم دیتے ہیں:

[۷۱۶] ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم ......﴾ [الأنفال=۸:۶۰]

"کافروں کے لئے جس قدر تم سے ممکن ہے طاقت تیار رکھو....."

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خلاف اپنی پوری تیاری کرنے' گھوڑے پالنے اور باندھ کر رکھنے کا عام حکم دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی قتال فی سبیل اللہ میں آلات جنگ کی تیاری کیلئے پہلی شرط یعنی مال و دولت کی فراہمی پر بھرپور ترغیب دی ہے۔

جس کا مطلب واضح ہے کہ اگر جہاد فنڈ ہو گا تو پھر جہاد کیلئے اسلحہ اور دیگر ضروریات فراہم ہونگی اور مزید براں اللہ تعالیٰ نے اس قرض حسن کی پورے پورے' بہتر اور کئی گنا زیادہ اضافے کے ساتھ بدلے کا یقین دلایا ہے۔

سورۃ انفال بھی (جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے) پوری کی پوری جہادی سورت ہے۔ اس میں جہاد سے متعلق احکام' مسائل' بصیرتیں اور عبرتیں ہیں۔ غزوۂ بدر کے حالات و واقعات' ثمرات و نتائج' اس عظیم معرکہ کے دوران پیش آنے والے متعدد دینی مسائل اور دینی مہمات کا ایک جامع تذکرہ ہے۔

چنانچہ اس سورت کے موضوعات' سیاق وسباق اور الفاظ وکلمات کو ملحوظ رکھنے کے بعد اس امر میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ "انفاق فی سبیل اللہ" کا ظاہری اور شرعی معنی جہاد کے لئے خرچ کرنا (یعنی مالی جہاد) ہے اور اس کی تائید سورۃ التوبہ کی درج ذیل آیت سے

بھی ہوتی ہے:

[۷۱۷] ﴿ وَ لَا یُنۡفِقُوۡنَ نَفَقَةً صَغِیۡرَةً وَّ لَا كَبِیۡرَةً وَّلَا یَقۡطَعُوۡنَ وَادِیًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمۡ لِیَجۡزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ مَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ۝ ﴾ [التوبة-۹: ۱۲۱]

''اور وہ (مجاہدین) اللہ کی راہ میں کوئی چھوٹا یا بڑا خرچ نہیں کرتے اور نہ کسی وادی کو طے کرتے ہیں مگر اس کے بدلے میں ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو انکے سب سے بہترین عمل (یعنی جہاد) کا بدلہ عطا فرمائے۔''

مذکورہ بالا آیت کا سابقہ آیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کرنے والے (اللہ کی راہ میں) کوئی بھوک' پیاس' محنت اور مشقت برداشت نہیں کرتے اور نہ کافروں کی کسی وادی کو طے کرتے ہیں اور نہ دشمن سے کچھ حاصل کرتے ہیں۔ مگر اس کے بدلے میں ان کیلئے نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔''

اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ "اَلْمَعْطُوْفُ فِیْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ" یعنی ''معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔'' سابقہ آیت: ۱۲۰ کا حکم معطوف علیہ ہے جبکہ مذکورہ بالا آیت: ۱۲۱ کا حکم معطوف ہے۔

آیت: ۱۲۰ میں ﴿ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے۔ اسی طرح آیت: ۱۲۱ میں [۷۱۸] ﴿ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَ نَفَقَةً صَغِیۡرَةً وَّلَا كَبِیۡرَةً ﴾ سے مراد بھی ''جہاد بالمال'' ہی ہے۔

﴿ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ کا اگرچہ ایک وسیع اور عام مفہوم بھی موجود ہے جس میں جہاد کے علاوہ دوسرے مصارف صدقات بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیات: ۲۶۱'۲۶۲ وغیرہ میں مذکور ہے ۔لیکن جب یہ الفاظ دیگر مصارف کے مقابلہ میں استعمال ہوں یا پھر الفاظ یا معانی میں جہاد و قتال کا اشارۃً یا کنایۃً'' تذکرہ موجود ہو تو اس وقت اس کا فوری طور پر سمجھ آنے والا ظاہری اور شرعی معنی صرف جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے اور اس انفاق فی سبیل اللہ کا مصرف فقط مجاہدین ہی ہیں ۔ اس کے مزید دلائل درج ذیل بحث میں ملاحظہ ہوں:

اللہ کی راہ میں رکے ہوئے تنگ دست مہاجرین اور مجاہدین:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۱۹] ﴿ لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِی الۡاَرۡضِ

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ....﴾ [البقرة=۲:۲۷۳]

"صدقات ان فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں (جہاد یا تعلیم دین کے لئے) رکے ہوئے ہیں —— گھرے بیٹھے ہوئے ہیں —— زمین میں چلنے پھرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ۔بے خبر جاہل ان کو سوال نہ کرنے کی وجہ سے دولتمند خیال کرتا ہے۔"

⊛ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

آیت میں جن فقراء کا ذکر کیا گیا ہے ان سے مراد ہجرت کرنے والے تنگ دست لوگ ہیں جو ہجرت کر کے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف آ گئے تھے ۔ وہ اصحاب صفہ تھے ۔ جو مسجد نبوی کے ساتھ عام سطح زمین سے ذرا بلند جگہ پر قیام پذیر تھے۔صدقات کے مال میں ان کے مستحق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں۔"زمین پر چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔" سے مراد یہ ہے کہ وہ روزی کمانے کے لئے سفر نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے ہجرت کر کے پابند ہو گئے ہیں ۔یا یہ معنی ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے معاملات میں مصروف ہیں۔ [ﺀ]

اس تفسیر وتشریح کی تائید سورۃ الحشر کی مندرجہ ذیل آیت بھی کرتی ہے:

[۷۲۰] ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾

[الحشر=۵۹:۸]

"اموال (مال فئی یا مال غنیمت) ان فقیر مہاجروں کا حق ہیں جو اپنے شہروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں ۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی (جہاد کے ساتھ) نصرت وحمایت کرتے ہیں بس وہی لوگ سچے مومن ہیں۔"

سورۃ البقرہ میں اللہ کی راہ میں رکے ہوئے جن فقراء کا ذکر تھا سورۃ الحشر کی مذکورہ بالا آیت نے ان کی وضاحت کردی ہے کہ وہ ایسے تنگ دست ہجرت کرنے والے ہیں ۔جنہوں نے اللہ کی خاطر اپنا علاقہ اور وطن' دولت اور جائیداد کو خیر باد کہہ کر اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی ۔دنیا کی ہر چیز سے الگ تھلگ ہو کر اللہ کی راہ میں دین سیکھنے ،سکھانے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے رکے ہوئے ہیں۔ وہ اسلام کے دشمنوں کا فروں اور مشرکوں سے جہاد

ﺀ تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۴۸+ تفسیر القرطبی: ۳/۲۲۱

کرنیکی وجہ سے کاروبار اور روزگار سے الگ ہیں۔

ترمذی کی حدیث کے مطابق یہ تنگ دست مہاجرین ''اصحاب صفہ'' تھے۔ جن پر پاکیزہ مال خرچ کرنے کی ترغیب دلانے کیلئے سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیت نازل ہوئی:

[۷۲۱] ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَـٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ...... ﴾ [البقرۃ=۲:۲۶۷]

''اے ایمان لانے والو ان پاکیزہ مالوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائے ہیں......'' [ع]

امام بخاری' امام مسلم اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے "أبوابُ الزُّهد" میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کی اور اللہ کی راہ میں (کافر کا) خون بہایا۔ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی اس جماعت میں شامل تھا جن کو کھانے کے لئے درختوں کے پتے' کیکر کے چھلکے اور جھاؤ کے درخت کے سوا کچھ نہ ملتا تھا۔ حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص بکری کی طرح خشک مینگنیاں کرتا تھا۔'' [ف]

قرآن مجید کی آیت: [۷۲۲] ﴿ لِلْفُقَرَآءِ ٱلْمُهَـٰجِرِينَ ٱلَّذِينَ أُخْرِجُوا۟ مِن دِيَـٰرِهِمْ وَأَمْوَٰلِهِمْ...... ﴾ [الحشر=۵۹:۸] کی طرح امام بخاری' امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کی روایت اور امام ترمذی رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا دونوں صحیح احادیث سے بھی صاف واضح ہو رہا ہے کہ ان رکے ہوئے فقراء سے مراد مہاجرین اور مجاہدین اسلام ہیں۔ سورۃ التوبہ کی آیت: ۶۰ میں صدقات و زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ذکر کیے گئے ہیں۔ اس آیت کو اگر ملحوظ نظر رکھا جائے۔ تو یہ بات سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ ''اللہ کی راہ میں رکے ہوئے لوگوں'' کا شرعی اور حقیقی مطلب یہی ہے کہ ان سے مراد مہاجرین اور مجاہدین فی سبیل اللہ ہی ہیں۔

الفاظ ﴿ فی سبیل اللہ ﴾ کی شرعی حقیقت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۷۲۳] ﴿ إِنَّمَا ٱلصَّدَقَـٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَٱلْمَسَـٰكِينِ وَٱلْعَـٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَٱلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ

ع ملاحظہ ہو صحیح الترمذی= ابواب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ البقرۃ، الحدیث: ۲۳۸۹

ف ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الرّقاق: باب کیف کان عیش النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم و أصحابہ و تخلّیھم من الدّنیا الحدیث: ۶۰۸۸+ صحیح مسلم= فی أوائل کتاب الزّھد والرّقائق الحدیث: ۲۹۶۶+ صحیح التّرمذی= أبواب الزّھد: باب ما جاء فی معیشۃ أصحاب النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم الحدیث: ۱۹۲۸

وَ فِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝﴾ [التوبة-۹:۶۰]

''صدقات و خیرات صرف فقراء، مساکین' صدقہ کے جمع کرنے والے افراد' نومسلم افراد کی حوصلہ افزائی' گردنیں آزاد کرانے' (یعنی غلاموں کی آزادی کے لئے) مقروض لوگوں' مجاہدوں اور مسافروں کا حق ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے مقررہ قانون ہے اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔''

◉ امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الزکوۃ کے عنوان ''باب قول اللہ تعالیٰ :[۷۲۴]﴿وَفِي الرِّقَابِ وَالغَارِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ میں رقمطراز ہیں:

[۷۲۵] « وَ يُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُعْتِقُ مِنْ زَكٰوةِ مَالِهِ وَ يُعْطِي فِي الحَجِّ وَ قَالَ الحَسَنُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ [۷۲۶] يُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِيْنَ وَالَّذِيْ لَمْ يَحُجَّ......... وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [۷۲۷]« إِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ » وَ يُذْكَرُ » عَنْ أَبِيْ لَاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ [۷۲۸] حَمَلَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ۔ » [۱]

''سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اپنے مال کی زکوۃ میں سے غلام آزاد کرے اور حج کیلئے دے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ.........زکوۃ مجاہدین کو دے اور جس نے حج نہیں کیا اسے دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زرہیں '' فی سبیل اللہ'' وقف کر دی ہیں ابو لاس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کرنے کے لئے صدقہ کے اونٹوں پر سوار کیا۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول اور ابو لاس رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث کو '' وَ يُذْكَرُ '' کے لفظ سے بیان کیا ہے اور وہ بھی سند کے بغیر۔ جبکہ اس کے بالمقابل درج ذیل حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باقاعدہ سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۷۲۹] « أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةٍ فَقِيْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَ خَالِدُ

---

[۱] ملاحظہ ہو صحیح البخاري- كتاب الزكاة : باب قول الله تعالى ﴿ وَ فِي الرِّقَابِ......... ﴾

بنُ وَلِيدٍ وَ عَبَّاسُ بنُ عَبدِ المُطَّلِبِ ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنقِمُ ابنُ جَمِيلٍ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَاَغنَاهُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ وَ اَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّكُم تَظلِمُونَ خَالِدًا قَدِ احتَبَسَ اَدرَاعَهُ وَاَعتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاَمَّا العَبَّاسُ بنُ عَبدِ المُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيهِ صَدَقَةٌ وَ مِثلُهَا مَعَهَا ›› [۴]

’’رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے صدقات وصول کرنے کا حکم دیا تو آپ کو بتلایا گیا کہ ابن جمیل' خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم نے صدقہ ادا نہیں کیا ۔ جس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ابن جمیل صدقہ دینا اس لئے ناپسند کرتا ہے کہ وہ ایک فقیر اور محتاج شخص تھا پھر اللہ نے اور اس کے رسول نے (مال غنیمت کے ساتھ) اسے غنی کر دیا ۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تم صدقہ طلب کر کے ظلم کرتے ہو کیونکہ اس نے تو اپنی زرہیں اور تمام جنگی سازو سامان اللہ کے راستے میں وقف کر دیے ہیں ۔ عباس بن عبد المطلب تو رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں لہٰذا یہ مال اور اس کے برابر مزید مال ان پر صدقہ کر دیا جاتا ہے۔‘‘

" اَدرَاعٌ " دِرعٌ کی جمع ہے۔ دِرعٌ کا معنیٰ زرہ ہے ۔ اَعتُدٌ عَتَدٌ کی جمع ہے۔ عَتَدٌ اس اسلحہ وغیرہ کو کہتے ہیں جو جنگ کیلئے تیار کیا جاتا ہے " احتبس " اَوقف کے معنیٰ میں ہے ۔ اَوقف کا معنیٰ ہے وقف کرنا ۔ لہٰذا یہ صحیح حدیث اس بات کی دلیل ہے ﴿ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾ کا فوری سمجھ آنے والا حقیقی اور شرعی معنی "فِي سَبِيلِ الجِهَادِ" ہے۔ (یعنی جہاد کے لیے)

◉ امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

﴿ وَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾ هُمُ الغُزَاةُ وَ مَوضِعُ الرِّبَاطِ يُعطَونَ مَا يُنفِقُونَ فِي غَزوِهِم ،كَانُوا اَغنِيَاءَ اَو فُقَرَاءَ ۔ وَ هٰذَا قَولُ اَكثَرِ العُلَمَاءِ وَ هُوَ تَحصِيلُ مَذهَبِ مَالِكٍ " [۵]

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر:۶۰ میں وارد الفاظ ﴿ وَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد جنگ کرنے والے مجاہدین اور گھوڑے باندھنے اور سرحدوں پر مورچہ بندی کے مقامات ہیں ۔ جن کو جہاد کیلئے صدقات کی رقم میں سے دیا جائے' خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر ۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور امام مالک کے مذہب کا لب لباب بھی یہی ہے۔‘‘

---

[۴] صحیح البخاری = کتاب الزھد:باب قول اللہ تعالی ﴿ و فی الرّقاب.....﴾ ،الحدیث: ۱۳۹۹+ صحیح مسلم = کتاب الزکاۃ : باب فی تقدیم الزکاۃ ومنعھا ، الحدیث: ۹۸۳

[۵] الجامع للأحکام القرآن للقرطبی :۸/ ۱۶۸

◉ حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں:

"وَ اَمَّا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمِنْھُمُ الْغُزَاۃُ الَّذِیْنَ لَا حَقَّ لَھُمْ فِی الدِّیْوَانِ وَ عِنْدَ الْاِمَامِ اَحْمَدَ وَالْحَسَنِ وَ اِسْحَاقَ وَالْحَجُّ مِنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لِلْحَدِیْثِ" [1]

"فی سبیل اللہ میں وہ غازی شامل ہیں، جن کا رجسٹر محکمہ میں کوئی مقررہ وظیفہ نہ ہو۔ امام احمدؒ حسن بصری اور اسحاق کے نزدیک حج بھی ایک حدیث کے مطابق "فی سبیل اللہ" میں شامل ہے۔" پھر دونوں مفسر: ابن کثیر اور قرطبی اکثر علماء کے قول کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کی سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل حدیث ذکر کرتے ہیں:

[۷۳۰] «لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ لِعَامِلٍ عَلَیْھَا اَوْ لِغَارِمٍ اَوْ لِرَجُلٍ اِشْتَرَاھَا بِمَالِہٖ اَوْ لِرَجُلٍ لَہٗ جَارٌ مِسْکِیْنٌ فَتُصُدِّقَ عَلَی الْمِسْکِیْنِ فَاَھْدَاھَا الْمِسْکِیْنُ لِلْغَنِیِّ» [2]

"پانچ آدمیوں کے سوا کسی غنی شخص کیلئے صدقہ حلال نہیں ہے:

① غازی فی سبیل اللہ۔
② صدقات کی وصولی پر مقرر کیا ہوا شخص۔
③ مقروض۔
④ جو شخص صدقہ کی چیز کو اپنے مال کے ساتھ خرید لے۔
⑤ جس کا کوئی مسکین پڑوسی ہو اور اس مسکین پر صدقہ کیا جائے۔ پھر وہ صدقہ کی چیز یا رقم کسی غنی کو بطور ہدیہ دے دے۔

◉ امام قرطبی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے دونوں شاگرد امام ابویوسف اور امام محمد کا یہ مؤقف ہے کہ غازی کو صرف فقیر ہونے کی صورت میں صدقہ دیا جا سکتا ہے۔ یہ مؤقف قرآن کی آیت پر اپنی طرف سے اضافہ کرنے کے مترادف ہے اور مذکورہ بالا صحیح حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ جبکہ خود امام موصوف کے نزدیک قرآن وحدیث کے کسی حکم پر اضافہ اس کا منسوخ کرتا ہے۔ ان حنفی آئمہ

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۲/۴۰۳۔

[2] صحیح أبی داؤد = کتاب الزکاۃ: باب من یجوز لہ اخذ الصدقۃ و ھو غنیٌّ الحدیث: ۱۴۴۰ + صحیح ابن ماجۃ = کتاب الزکاۃ: باب من تحلُّ لہ الصدقۃ، الحدیث: ۱۴۹۱ اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے بھی مؤطا میں نقل کیا ہے۔

کے نزدیک قرآن کو خبر متواتر کے بغیر منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اکثر علماء کا مذہب ہی صحیح اور حدیث کے عین مطابق ہے۔ ابن وہب رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے ان کا موقف بیان کیا ہے کہ صدقات میں سے غازیوں اور دیگر جہادی اخراجات (مثلاً گھوڑے باندھنے) پر خرچ کیا جائے، وہ غازی فقیر ہوں یا غنی۔" [1]

مالی جہاد کا واجب ہونا اور جاری وساری رہنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۳۱] ﴿وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ، وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ [البقرة=۲:۱۹۵]

"اور اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) مال خرچ کرو اور (اپنے ہی ہاتھوں سے) اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو اور احسان کرو یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

◉ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اَلتَّهْلُكَةُ" اور "هَلَاكٌ" کا ایک ہی معنی ہے یعنی ہلاکت۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے باقاعدہ سند کے ساتھ روایت ذکر کی ہے کہ مذکورہ بالا آیت جہاد میں مال خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ [2]

◉ امام ترمذی، نسائی اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے اسی آیت کے سبب نزول میں لکھا ہے، ابو عمران اسلم بیان کرتے ہیں:

[۷۳۲] «كُنَّا بِمَدِیْنَةِ الرُّوْمِ (الْقُسْطُنْطِیْنِیَّةِ) فَاَخْرَجُوْا اِلَیْنَا صَفًّا عَظِیْمًا مِنَ الرُّوْمِ فَخَرَجَ اِلَیْهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مِثْلُهُمْ اَوْ اَكْثَرُ۔ وَعَلٰى اَهْلِ مِصْرَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ وَعَلَى الْجَمَاعَةِ فَضَالَةُ بْنُ عُبَیْدٍ۔ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰى صَفِّ الرُّوْمِ حَتّٰى دَخَلَ عَلَیْهِمْ۔ فَصَاحَ النَّاسُ وَقَالُوْا: سُبْحَانَ اللّٰهِ یُلْقِیْ بِیَدَیْهِ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ فَقَامَ اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ لَتَتَاَوَّلُوْنَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ هٰذَا التَّاْوِیْلَ ـ وَاِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ

---

[1] الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۸/۱۱۸ + تفسير ابن كثير: ۲/۴۰۳

[2] ملاحظہ ہو صحيح البخاري = كتاب التفسير / تفسير سورة البقرة: باب ﴿وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ...... ﴾، الحديث: ۴۵۱۶

الآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، لَمَّا أَعَزَّ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ وَ كَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّا دُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ وَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَ كَثُرَ نَاصِرُوْهُ، فَلَوْ أَقَمْنَا فِيْ أَمْوَالِنَا فَأَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّهِ يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا قُلْنَا ﴿ وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ فَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ الْإِقَامَةَ عَلَى الْأَمْوَالِ وَ إِصْلَاحِهَا وَ تَرْكَنَا الْغَزْوَ، فَمَا زَالَ أَبُوْ أَيُّوْبَ شَاخِصًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى دُفِنَ بِأَرْضِ الرُّوْمِ »[۱۳]

’’ہم روم کے شہر قسطنطنیہ میں مصروف جہاد تھے کہ رومیوں نے ہماری طرف ایک بہت بڑا لشکر نکالا۔ چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے بھی اس کے برابر یا زیادہ تعداد میں مجاہدین نکل پڑے۔اس وقت مصر کے حکمران سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور ہماری جماعت کے امیر فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی دوران مسلمانوں میں سے ایک شخص رومیوں کے لشکر پر اکیلا حملہ آور ہوا۔حتیٰ کہ ان کے درمیان گھس گیا تو لوگوں نے کہا سبحان اللہ! (تعجب ہے) کہ یہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ اس پر سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بولے کہ لوگو! تم اس آیت کی یہ تاویل کر رہے ہو۔ حالانکہ یہ ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور اس کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ہم میں سے بعض نے —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملہ خفیہ رکھتے ہوئے —— بعض کو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و شوکت عطا فرما دی ہے۔اس کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ اور ہمارے کاروبار جہادی مصروفیت کی وجہ سے ضائع ہو چکے ہیں۔ لہٰذا کیوں نہ ہم اپنے گھر بار اور کاروبار میں قیام کریں۔ تاکہ اس کے نقصان کی تلافی اور اصلاح کر سکیں۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:’’ اپنے مال اللہ کی راہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ ہلاکت میں مت ڈالو۔‘‘ [البقرۃ:۲:۱۹۵] لہٰذا جانوں کی ہلاکت اور تباہی تو یہ ہے کہ ہم اپنے مویشیوں اور مال و دولت میں رہ کر ان کی نشو و نما میں لگ جائیں اور جہاد کو ترک کر دیں۔ ابو عمران اسلم بیان کرتے ہیں کہ اسی بناء ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ گھر سے نکل کر مسلسل جہاد میں مصروف رہے حتیٰ کہ ان کو سرزمین روم کے شہر (قسطنطنیہ) میں دفن کیا گیا۔‘‘

---

[۱۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۰۱

◎ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

سیدنا حذیفہ بن یمان اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے بڑے بڑے صحابہ کرام عکرمہ، عطا اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر تابعین اور اکثریت کا یہی موقف ہے کہ مذکورہ بالا آیت ''اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ ڈالو'' کا مفہوم اوپر ذکر کی گئی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے مال خرچ کرتے رہو اور ترک جہاد سے اپنی ہلاکت کا انتظام نہ کرو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی بالکل اس کے مطابق ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسرا معنی بیان نہیں کیا۔[۳۲]

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۷۳۳] «جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُومَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ »[۳۵]

''ایک شخص ایک نکیل ڈالی ہوئی جوان اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اونٹنی فی سبیل اللہ وقف ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھے اس کے بدلے میں قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں حاصل ہونگی جو سب کی سب نکیل والی اور جوان ہونگی۔''

(نکیل والی جوان اونٹنی) کو اللہ کے راستے میں وقف کرنا اور تمام محدثین کا اس حدیث کو کتاب الجہاد کے عنوان "اَلنَّفَقَةُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" (اللہ کے راستے میں خرچ کرنا) میں ذکر کرنا یہ ایسے اشارے اور قرائن ہیں۔ جن سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام فضائل جہاد کے لئے خرچ کرنے کے بارے ہی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا "هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" کا مطلب "هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ الْجِهَادِ" ہے۔ یعنی'' اللہ کے راستے میں'' کا مطلب ہے ''جہاد کے لئے''۔

اس کے بعد امام مسلم ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ میری سواری ہلاک ہو گئی ہے۔ مجھے

---

[۳۲] للقرطبی: ۳/۲۴۱ + صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورۃ البقرۃ باب: ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ...... ﴾ الحدیث: ۴۲۴۴

[۳۵] صحیح مسلم = کتاب الإمارۃ: باب فضل الصدقۃ فی سبیل اللہ و تضعیفہا، الحدیث: ۱۸۹۲ اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے بھی نقل کیا ہے۔

جہاد کیلئے کوئی سواری عنایت کیجئے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں: میرے پاس کوئی سواری موجود نہیں۔ جس پر ایک شخص عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ! میں اس کو ایسے شخص کا پتہ دیتا ہوں جو اسے (جہاد کے لئے) سواری فراہم کردے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو خیرو بھلائی کی طرف کسی کی راہنمائی کرے گا تو اس کو نیکی کرنے والے کے برابر اجروثواب حاصل ہوگا۔ [۱]

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۷۳٤] «مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ۔ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ: اَىْ فُلُ (فُلَان) اهَلُمَّ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَاكَ الَّذِى لَا تَوٰى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اِنِّى لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ» [۲]

”جو شخص فی سبیل اللہ یعنی (جہاد کے لئے) کسی چیز کا جوڑا (مثلاً دو درہم یا دو اونٹ وغیرہ) (یا دو مختلف اشیاٗ مثلاً درہم و دینار) خرچ کرے گا تو جنت کے تمام دروازوں کے دربان اس کو (نام لے کر) آواز دیں گے۔ اے فلاں! ادھر آؤ۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو پھر ایسا انسان ہوگا جس کے لئے کوئی خسارہ اور ہلاکت نہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”یقیناً میں امید رکھتا ہوں کہ تم بھی انہی میں سے ہو گے۔“

مسلم کی ایک دوسری روایت نیز ترمذی' نسائی اور مؤطا امام مالک کی روایت کے مطابق یوں ہے کہ ایسے شخص کو جنت میں پکارا جائے گا: اے اللہ کے بندے! یہ بہت بہتر ہے۔ نمازی کو "بَابُ الصَّلٰوةِ" سے' مجاہد کو "بَابُ الْجِهَادِ" سے' اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو "بَابُ الصَّدَقَةِ" سے' روزہ دار کو "بَابُ الرَّيَّانِ" سے پکارا جائے گا۔ اس پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص کی کوئی اور ضرورت باقی نہ رہے گی' جسے ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ کیا کوئی ایسا شخص ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں ضرور ہوگا اور مجھے امید ہے

---

[۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم السلسل: ٦٩٦

[۲] صحیح البخاری = كتاب الجهاد: باب فضل الصّدقة فى سبيل الله' الحديث: ٢٦٨٦ + صحيح مسلم = كتاب الزّكاة: باب فضل مَنْ ضَمَّ إلى الصّدقة غَيْرَها مِن انواع البِرّ، الحديث: ١٠٢٧ + صحيح الترمذى = كتاب المناقب: باب مناقب أبى بكر الصّدّيق ..... باب منه ، الحديث: ٢٩٠٦

کہ تو بھی انہیں میں سے ہوگا۔[۱۸]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۷۳۵] «مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کُتِبَتْ لَهٗ سَبْعُمِائَةِ ضِعْفٍ »[۱۹]

''جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) کوئی چیز بھی خرچ کرے تو اس کے لئے وہ چیز سات سو گنا بڑھا کر لکھی جاتی ہے۔''

اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے خرچ کرنے کو سات سو گنا تک بڑھا کر لکھا جانا اللہ تعالیٰ کے اس سچے وعدہ کے عین مطابق ہے:

[۷۳۶] ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

[البقرة=۲:۲۶۱]

'' جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک دانہ ہے جو سات سٹے اگاتا ہے ۔ ہر سٹے میں ایک سو دانہ ہوتا ہے اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے ۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد کے عنوان " فَضلُ النَّفَقَةِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ " میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث[۷۳۷] « مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ »[۲۰] ذکر کی ہے ۔ اس کے بعد سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث ذکر کی ہے ۔ جس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے یہ الفاظ ہیں:

[۷۳۸]« وَ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَ نِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ اَخَذَهٗ بِحَقِّهٖ فَجَعَلَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْیَتَامٰی وَ الْمَسَاکِیْنَ وَ مَنْ لَّمْ یَاْخُذْهَا بِحَقِّهٖ فَهُوَ کَالْاٰکِلِ لَا

---

۱۸ ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب الزکاۃ : باب فَضلِ مَنْ ضَمَّ إِلَى الصَّدَقَةِ غَيْرَهَا مِن أَنواعِ البِرِّ، الحديث : ۱۰۲۷ اس حدیث کو امام الترمذی امام نسائی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے بھی نقل کیا ہے۔

۱۹ صحیح الترمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء فی فضل الصّدقة فی سبیل الله عزّوجلّ ' الحدیث :۱۶۲۶+
صحیح النّسائی = کتاب الجهاد: باب فضل النّفقة فی سبیل الله 'الحدیث :۲۹۸۵

۲۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۷۳۶

يَشْبَعُ وَيَكُونُ عَلَيْهِ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ॥[1]

”بلاشبہ دنیا کا یہ مال دیدہ زیب، خوش رنگ اور بڑا شیریں ہے اور یہ مسلمان کا بہترین ساتھی ہے جبکہ وہ اسے حلال طریقے سے حاصل کرے اور اسے جہاد فنڈ کیلئے، یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے خرچ کر ڈالے۔ جو شخص اسے حلال طریقے سے حاصل نہ کرے وہ ایسے بسیار خور (بہت زیادہ کھانے والے پیٹو) کی طرح ہے جو کبھی سیر نہیں ہوتا اور قیامت کے دن یہی مال اس کے خلاف گواہی دے گا۔“

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”قَالَ الْمُهَلَّبُ فِي هٰذِهِ الْحَدِيثِ إِنَّ الْجِهَادَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ ......“[2]

”امام مھلب کہتے ہیں کہ حدیث ”جس نے اللہ کے راستہ میں دو چیزیں (جوڑا) خرچ کیا اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ جہاد تمام اسلامی اعمال میں سے افضل عمل ہے۔“

کیونکہ مجاہد فی سبیل اللہ کو نماز روزہ اور صدقہ وخیرات جیسے تمام اعمال جتنا اجر وثواب اللہ کی راہ میں بالکل کم مقدار میں مال خرچ کرنے پر بھی عطا کیا جاتا ہے۔ تبھی تو اس کو جنت میں نماز روزہ وغیرہ اعمال کے لئے خاص کئے ہوئے تمام دروازوں سے داخل ہونے کی پیشکش کی جائے گی۔

◎ قاضی ابو الولید الباجی رقمطراز ہیں:

حدیث میں مذکور الفاظ ((فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) سے مراد عام ہے۔ جس میں تمام نیک اعمال مثلاً جہاد اور حج وغیرہ داخل ہیں یا اس سے مراد اس کا خاص معنی ہے یعنی جہاد فی سبیل اللہ۔ اس صورت میں حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ حالت جہاد میں نماز، روزہ اور صدقہ وخیرات جیسے نیک اعمال کرنے والے کو جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہونے کے لئے پکارا جائے۔“[3]

◎ امام نووی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

((فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) قِيلَ هُوَ عَلَى الْعُمُومِ فِي جَمِيعِ وُجُوهِ الْخَيْرِ وَقِيلَ هُوَ مَخْصُوصٌ

---

[1] صحيح البخاري = كتاب الجهاد: باب فضل النفقة في سبيل الله ، الحديث: ٢٦٨٧ + صحيح مسلم = كتاب الزكاة : باب التحذير من الاغترار بزينة الدنيا و ما يبسط منها ، الحديث: ١٠٥٢

[2] فتح الباري: ٦/ ٣٨٩

[3] المنتقى شرح الموطا: ٣/ ٢١٨

بِالْجِهَادِ وَ الْأَوَّلُ أَصَحُّ وَ أَظْهَرُ هٰذَا آخِرُ كَلَامِ الْقَاضِي "[44]

"فی سبیل اللہ" بعض کے قول کے مطابق تمام بھلائی کے راستوں کے لئے عام ہے جبکہ بعض نے اسے جہاد کے لیے مخصوص قرار دیا ہے۔ پہلا موقف صحیح اور ظاہر ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔"

جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۳۹] ﴿ وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرۃ:۲:۱۹۵]

"اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔"

اس آیت کی رو سے اور بڑے بڑے محدثین کے اس حدیث کو کتاب الجہاد کے باب "فَضْلُ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ" میں درج کرنے سے دوسرے موقف کی تائید ہی ہوتی ہے۔ یعنی ﴿ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾ سے صرف "جہاد کے لئے خرچ کرنا" مراد ہے۔ لہٰذا سابقہ گفتگو میں ذکر کیے گئے دلائل کی وجہ سے یہی موقف زیادہ مضبوط اور زیادہ صحیح ہے۔ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ "إِنَّمَا تُبْتَنٰى قُوَّةُ الْأَقْوَالِ عَلٰى قُوَّةِ الدَّلَائِلِ" کسی موقف کے زیادہ مضبوط ہونے کی بنیاد دلائل کے زیادہ مضبوط ہونے پر ہے۔"

جہاد فنڈ میں دیا ہوا مال سب سے افضل صدقہ ہے:

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۷۴۰] « أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى عِيَالِهِ وَ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ » [45]

"آدمی کا اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا افضل ترین دینار وہ ہے جسے وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے۔ اسی طرح وہ دینار بھی افضل ترین ہے جسے وہ اللہ کی راہ میں (جہاد کیلئے) استعمال ہونے والی سواری پر صرف کرے۔ اسی طرح وہ دینار بھی افضل ترین ہے جسے وہ اللہ کے راستے میں مجاہد ساتھیوں پر صرف کرے۔"

---

[44] شرح النووی: ۱/ ۳۲۰

[45] صحیح مسلم = کتاب الزکاۃ : باب فضل الصدقة على العيال والمملوك و اثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم الحديث: ۹۹٤۔ اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۷٤۱] «اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ مَنِیْحَةُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ»[٤٦]

"افضل ترین صدقہ اللہ کی راہ میں مجاہدین کے لئے ایک خیمہ کا سایہ فراہم کرنا اور ایک خادم یا نوجوان اونٹنی کا عطیہ ہے۔"

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں "اللہ کے راستہ میں سواری" اور "اللہ کے راستہ میں اس کے مجاہد ساتھی" کے الفاظ ہیں۔اسی طرح سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں "اللہ کے راستہ میں ایک خیمہ فراہم کرنا" اور اللہ کے راستہ میں ایک نوجوان اونٹنی کا عطیہ" بلکہ" اللہ کے راستہ میں ایک خادم فراہم کرنا" کے الفاظ ہیں۔ یہ الفاظ اور جملے ایسے یقینی دلائل ہیں کہ مذکورہ بالا دونوں صحیح احادیث میں" فی سبیل اللہ" سے سوائے جہاد کے کوئی دوسرا معنی مراد نہیں لیا جا سکتا۔ اسی بناء پر اکثر محدثین نے ان احادیث کو کتاب الجہاد میں درج فرمایا ہے ۔ کیونکہ سواریاں بالخصوص گھوڑے (جیسا کہ ابن حبان کی روایت میں مذکور ہے) اور نوجوان اونٹنیاں ہجرت اور جہاد کے سفر کی اہم ضروریات ہیں ۔اسی طرح خیمے اور خادم بھی عام طور پر سفر کرنے والے مجاہدوں اور غازیوں کی ضرورت بنتے ہیں ۔سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ والی روایت میں " اللہ کے راستہ میں اس کے ساتھی" کے الفاظ صرف اور صرف مجاہدوں اور غازیوں پر ہی بولے جا سکتے ہیں۔

"جس نے دو چیزیں خرچ کیں......" والی حدیث میں امام ابن حبان رحمہ اللہ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں اپنے مال سے جوڑا خرچ کرے گا تو جنت کے تمام دربان اس کے استقبال میں جلدی دکھائیں گے۔ پوچھا گیا کہ جوڑے سے کیا مراد ہے؟ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو گھوڑے' دو اونٹ یا دو غلام" [٤٧]

---

[٤٦] صحیح الترمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب ما جآء فی فضل الخدمة فی سبیل الله عزّوجلّ ، الحدیث:١٢٢٨

[٤٧] ملاحظہ ہو صحیح ابن حبّان= کتاب السّیر: باب فضل النّفقة فی سبیل الله / ذکر ابتدار خزنة الجنان فی القیامة عند نداء من أنفق فی سبیل الله زوجین من ماله، الحدیث: ٤٦٢٥

انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم بدلنے کی بدترین جسارت:

انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا یہ مفہوم دین اسلام میں اس وقت تک تو قطعی' مسلم اور واضح طور پر مانا جاتا رہا۔ جب تک جہاد اسلامی کی حقیقت پر باطل پرستوں کی بدترین کوششوں اور تغیر و تبدل کی ذلیل جسارتوں کا گرد وغبار نہیں پڑا تھا۔ لیکن جب امت مسلمہ پر افلاطونی سوچ اور منطق پیدا کرنے والی یہودی ذہنیت اور مکاریوں کے متواتر حملے ہوئے امت مسلمہ قبروں پر بیٹھے ہوئے مجاوروں کے تصوف' خانقاہی نظام کے تاریک اور گہرے اندھیروں میں غرق ہو گئی۔ تو اس سے دین میں بدعات کے رواج کا فتنہ نمودار ہوا اور ساتھ ہی گمراہ بدعات کے اندھے' گونگے اور بہرے سانحہ نے جنم لیا۔ چنانچہ ایمانیات میں اللہ کی ذات میں حلول کر جانے' وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے عقائد سامنے آئے۔ اللہ کے اسماء وصفات کا انکار کیا گیا۔ قرآن مجید کی محکم آیات کو لایعنی قرار دیا گیا۔ متشابہ آیات کی پیروی کرنے کی ٹیڑھی اور ملحدانہ جسارتیں ہوئیں۔ تاکہ صوفیوں اور درویشوں کو اللہ کے علاوہ رب کا درجہ دیا جا سکے اور کائنات میں بسنے والے لوگوں کو اپنے خالق حقیقی کی بجائے اپنے جیسی مخلوق کے سامنے سجدہ ریز کر دیا جائے۔

تشبیہ اور تمثیل (اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ مثالیں دینا) کے ساتھ ساتھ تاویل اور تعطیل (اللہ کی صفات کو غیر مؤثر قرار دینا) کے حادثوں نے بھی اسلام کی حقیقت کو شدید متاثر کیا۔ مُؤوِلہ' مُجسِمہ اور مُشبِہَة کے ساتھ ساتھ مُعطِلہ اور مُعتزِلہ جیسے باطل فرقے قرآن وسنت کی خالص اور فطری تعلیمات کو ناقص عقلوں کا تختہ مشق بناتے رہے۔ اعمال کی پیروی میں نبی ﷺ کی سنتوں کو متروک ٹھہرایا گیا اور گمراہی کی طرف لے جانے والی بدعات کو رواج دیا گیا۔

چنانچہ اللہ کے ذکر کا مرکز مساجد کی بجائے خانقاہیں بن گئیں۔ تین مسجدوں: ❶ مسجد حرام ❷ مسجد نبوی ❸ مسجد اقصیٰ کی جلیل القدر فضیلت کی بناء پر صرف ان کی طرف سفر کرنے کا حکم تھا اور حج بیت اللہ ہر طاقت رکھنے والے مسلمان پر فرض تھا۔ لیکن اب تین مساجد کی طرف سفر کرنے کی بجائے بزرگوں کی قبروں کی طرف سفر شروع کر لیا گیا۔ پوری کائنات کیلئے مرکز

ہدایت اور منبع فیوض و برکات مکہ مکرمہ والے خانہ کعبہ کے مقابلے میں بے شمار دربار اور مزار آگئے ۔ جنکے ساتھ بالکل وہی معاملہ کیا گیا اور وہاں وہی عبادات کی گئیں جو خالص اللہ تعالیٰ کا حق تھا۔ چنانچہ بیت اللہ کی طرح لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے سینکڑوں اور ہزاروں گھروں کے طواف کئے گئے' چلّے کاٹے جانے لگے اور ان کی مجاوری کو قرب الٰہی کا عظیم وسیلہ تصور کیا جانے لگا۔فریاد کرنے' مدد مانگنے' عاجزی اور انکساری بجالانے' قرب حاصل کرنے اور عبادت کرنے کے وہ تمام طریقے جو احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص تھے۔ اس کے فقیر ومحتاج بندوں کے لئے جائز کر لئے گئے ۔

اللہ کی عبادت ایسے ہو کہ جیسے اس کو دیکھا جا رہا ہے ۔ اس عقیدے اور درجہ احسان کی جگہ تصور شیخ نے لے لی۔ قبروں کی زیارت کو آخرت کی یاد دہانی کا وسیلہ قرار دیا گیا تھا۔ لیکن قبریں غیر اللہ کی عبادت اور شرک کے مراکز بن گئے۔ قبروں کی زیارت کرنے والے قبروں میں مدفون بزرگوں کی عبادت کرنے والوں کے روپ میں ظاہر ہونے لگے۔ اللہ کے ذکر میں خشوع وخضوع ہو اور دل حاضر ہونا چاہیے ۔ یہ کیفیات نمازوں اور قرآن کی تلاوتوں کی بجائے عارفانہ کلام اور اولیاء کے ملفوظات کیلئے حلال کر لی گئیں۔ پانچ فرض نمازوں اور تلاوت قرآن مجید کے بدلے خود ساختہ نمازیں اور من گھڑت وظائف تراش لئے گے ۔ روزوں کا شرعی اور اسلامی حلیہ بگاڑا گیا ۔ اور ہندو مت' بدھ مت جیسے باطل مذاہب کی '' بھوک مرن'' والی رسمیں ایجاد ہوگئیں۔

زکوۃ اور صدقات خالص اللہ کے لئے اور اللہ کی راہ میں کی جانے والی مالی عبادات تھیں۔ ان کی ادائیگی میں انسانی معاشرے کی اقتصادیات اور معاشیات میں عدل و مساوات کے قیام کا پورا طریقہ کار بھی تھا۔ لیکن امت کے دور زوال میں بزرگوں کے ناموں کی نذر و نیاز' اور ان کے نام کے چڑھاوے اور خیراتیں' کھانے پینے کی من گھڑت رسمیں ادا ہونے لگیں۔ امت مسلمہ پورے طور پر ابلیس کے پھیلائے ہوئے چال بازی کے جال کا شکار ہو کر پستی اور ذلت کے گہرے کنویں میں جا گری۔

ایسے حالات میں جبکہ اسلامی بنیادی عقائد اور فرائض و اعمال کے حلیے بگڑ گئے ۔توحید و سنت کی جگہ شرک و بدعت نے لے لی ۔ان حالات میں اسلام کی عظمت و رفعت کا نشان' اس کی سرفرازی و سربلندی کی کوہان' ایمان وعمل کی بقاء کا ضامن اور امت مسلمہ کا زینہ حیات یعنی

جہاد فی سبیل اللہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت کو کم کیا گیا' اس کے اغراض و مقاصد کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا' فرض عین اور فرض کفایہ کی بحثوں کو چھیڑ کر' فرض کفایہ کے بہانے بنا کر' اس کی فرضیت کو سرے سے ہی غیر یقینی اور مشکوک قرار دینے کی شیطانی سازش پر عمل درآمد کیا گیا۔ اگر لفظی تحریف اور معانی کے بدلنے کی جسارت کا یہ فتنہ اسی حد تک رہتا تو اس سے پیدا ہونے والی بیماریوں: منافقت' بخیلی اور بزدلی' سے صحت یاب ہونا قدرے ممکن اور آسان تھا۔ مگر شیطان لعین نے اپنے کارندوں کے ذریعے دیسہ کاری اور دجالی کی ایک اور چال چلی۔

چنانچہ اس نے قرآن حکیم کی بہت زیادہ سورتوں اور آیتوں' بے شمار صحیح احادیث کو خود ساختہ معانی پہنانے شروع کر دیئے۔ جہاد کے فضائل و مناقب اور اس کے احکام و مسائل کی تفصیل میں جو آیات و احادیث وارد ہوئیں تھیں انہیں اس شیطانی عمل سے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ جو اس کے اصل مقاصد نہ تھے۔ ایسی چند مثالیں پیش کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا:

① جہاد سے مراد محض جدو جہد اور نیکی کا حکم دینا ہے نہ کہ طاقت کا استعمال ـــــ تو پھر کمزوروں سے برائی کی روک تھام کیسے ہوگی؟

② کافروں سے جنگ کرنے سے پہلے اپنے نفس سے جنگ ضروری ہے؟ ـــــ تو پھر نبی ﷺ کلمہ توحید پڑھتے ہی لوگوں کو میدان جہاد کی طرف کیوں لیجاتے رہے؟ جبکہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کی تکمیل کو اولیت دینے والے ساری عمر اس سے فارغ ہی نہیں ہوتے۔

③ جہاد سے مراد مجاہدہ ہے یعنی خود کو مشقت میں ڈالنا۔ ـــــ تو پھر "تم پر قتال فرض کیا گیا ہے۔" [البقرة-٢:٢١٦] اور "مشرکوں سے سب مل کر قتال کرو" [التوبة-٩:٣٦] کا معنی اور مطلب کیا ہے؟

④ اسلام دعوت و تبلیغ سے پھیلا نہ کہ جہاد و قتال سے ـــــ تو پھر "جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی اور آپ نے دیکھ لیا کہ سب لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں" [سورة النصر-١١٠:١-٢] اسی طرح "بے شک ہم نے آپ ﷺ کو واضح فتح کے ساتھ فتح یاب کیا ہے۔" [الفتح-٤٨:١] ان جیسی آیات قرآنی کا کیا مفہوم ہوگا اور ان کا

آخر شان نزول کیا ہے؟

⑤ خلق عظیم رسول اللہ ﷺ کی امتیازی شان ہے۔ جبکہ جہاد خلق عظیم کے منافی ہے —— تو پھر "اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔" [التوبة=۹:۷۳، التحریم=۹:۶۶]

اسی طرح فرمان رسولؐ: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ......" [۴۸] پر کون نگاہ ڈالے گا جو آپ ﷺ کے فرائض منصبی تھے۔

⑥ جہاد تخریب کاری اور فساد پھیلاتا ہے۔ جبکہ اسلام تعمیر واصلاح کا داعی ہے —— یہ بات بالکل غلط ہے۔ بلکہ جہاد ہی انسانیت کی تعمیر اور امتوں کی اصلاح کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۷۴۲] ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ...... ﴾ [الحج=۲۲:۴۰]

"اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں (کافروں) کو بعض لوگوں (مجاہدوں) کے ساتھ نہ روکتا۔ تو عبادت خانے گرا دیئے جاتے۔"

⑦ جہاد فتنہ اور فساد کا باعث ہے —— جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ معاملہ ایسا ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۷۴۳] ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ...... ﴾ [البقرة=۲:۱۹۳]

"ان کافروں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔"

لہٰذا جہاد سے بڑھ کر فتنہ اور فساد کے خاتمے کا دنیا میں کوئی موثر ذریعہ نہیں ہے۔

جہاد میں ظلم وتشدد اور جبر واکراہ ہے —— جبکہ حقیقت یہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تو ظالموں اور جابروں کے خلاف مظلوموں اور مجبوروں کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جہاد تو ہے ہی مظلوم، مجبور اور جبر واکراہ کا شکار کمزور اور بے بس انسانوں کی مدد اور نصرت کے لئے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۴۴] ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ...... ﴾ [النساء=۴:۷۵]

"اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں بے بس کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی

---

[۴۸] تخریج کے لئے دیکھئے: برقم المسلسل:۱۳

خاطر جہاد کیوں نہیں کرتے۔"

⑧ جہاد فی سبیل اللہ کے تمام احکام' مسائل' فضائل اور مناقب تبلیغ دین کیلئے کیے جانے والے سفروں اور دیگر اعمال پر فٹ (Fit) کر دیئے جاتے ہیں۔ بھلا اس صورت میں محمد رسول اللہ ﷺ کو غزوۂ بدر' غزوۂ احد' غزوۂ طائف اور غزوۂ حنین میں خونریز معرکے لڑنے کی کیا ضرورت تھی؟

⑨ حدیث رسول ﷺ ہے" اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح و شام کا سفر کرنا دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے ......" اس حدیث کو تبلیغی سفروں کی فضیلتوں اور برکتوں پر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح فرمان الٰہی" اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو......" کو بھی انہی تبلیغی سفروں پر مال خرچ کرنے پر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ یہ معنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سمجھ میں کیوں نہ آیا؟ حتیٰ کہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرمان الٰہی" اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت لے جاؤ" [البقرۃ-۲:۱۹۵] کی تفسیر یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مال خرچ کرنا اور جہاد نہ چھوڑنا مراد ہے۔ خود بھی ساری عمر جہاد کیلئے گھر سے نکلے رہے اور دیار غیر (سرزمین روم) میں دفن ہوئے۔ تمام صحابہ بھی اس تفسیر پر ان سے اتفاق کرتے ہیں۔

الغرض اس طرح دین اسلام میں معانی بدل دینے' مفہوم الٹ کر کے بیان کرنے اور شرعی حقائق کو مسخ کرنے کی یہ جسارت شیطان لعین کی چال بازی اور مکاری کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

[۷۴۵] ﴿قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ○﴾ [الحجر-۱۵:۳۹-۴۰]

" اس (ابلیس) نے کہا: میرے مالک! جب تو نے مجھے گمراہ بھی کر دیا تو میں ان (اولاد آدم) کو روئے زمین میں تیری نافرمانیاں اور دنیا کے مال و اسباب مزین کر کے پیش کرونگا اور ان سب کو گمراہ کروں گا۔ سوائے ان کے جو تیرے مخلص بندے ہونگے۔"

علماء اسلام نے شیطان کی مکروہ چالوں اور اس کے دجل و فریب سے اجتناب کے شرعی طریقوں کے موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن کا مطالعہ بہت ہی مفید اور نفع بخش

ہے۔ جن میں سے درج ذیل تین کتابیں بہت ہی اہم ہیں:

۱ تَلْبِيْسُ إِبْلِيْسَ لِابْنِ الْجَوْزِيْ

۲ اِقْتِضَاءُ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ لِابْنِ تَيْمِيَّةَ

۳ إِغَاثَةُ اللَّهْفَانِ فِيْ مَصَائِدِ الشَّيْطٰنِ لِابْنِ الْقَيِّمِ

مذکورہ آیات اور احادیث سے معلوم ہوا:

① اپنی جان کے ساتھ جہاد کرنے کی طرح مالی جہاد بھی فرض اور واجب ہے۔ بلکہ لفظی اور عملی ترتیب کے لحاظ سے مالی جہاد جانی جہاد سے مقدم رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٧٤٦] ﴿ وَ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ...... ﴾ [التوبة=٩:٤١]

''اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔''

اگرچہ مرتبہ و مقام کے لحاظ سے جان کے ساتھ کیا ہوا جہاد ہی اعلیٰ اور اولیٰ ہے۔ اسی لئے شہیدوں کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے سورۂ توبہ میں جانی جہاد کو مالی جہاد پر لفظوں میں بھی پہلے بیان کیا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[٧٤٧] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۗ...... ﴾

[التوبة=٩:١١١]

''اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں۔ اس بدلے میں کہ ان کے لیے جنت ہے......''

② جان کے ساتھ جہاد کی فرضیت سے مریض' معذور اور تنگ دست مستثنیٰ ہیں لیکن مال کے ساتھ جہاد ہر مال دار پر اس کی طاقت کے مطابق فرض عین ہے۔ فرمان باری تعالیٰ:

[٧٤٨] ﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ...... ﴾ [الأنفال=٨:٦٠]

''ان کافروں کے لئے تم سے جس قدر ہو سکے قوت تیار رکھو۔''

③ سورۃ الحدید کی آیت: ۷ اور ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد و قتال کے لئے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ بلکہ آیت: ۱۰ میں تو یہ فرق بھی بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور جنگ کرنے والے فتح مکہ کے بعد خرچ کرنے

والوں اور جنگ کرنے والوں کے برابر نہیں ۔ بلکہ فتح مکہ سے پہلے جنگ کرنے والوں اور خرچ کرنے والوں کا مرتبہ و مقام زیادہ بلند ہے۔ اگرچہ دونوں قسم کے لوگوں سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مال دار ہوتے ہوئے فتح مکہ سے پہلے یا بعد خرچ نہ کرنے والوں سے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔

④ سورۂ محمد جہاد کے احکام و مسائل اور ترغیبات کا مختصر مگر جامع ترین مجموعہ ہے۔ اس کی آیت : ۳۸ میں بخل کی شدید مذمت کی گئی ہے اور انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرنے والوں کے لئے سخت ترین وعید ہے۔

⑤ اللہ کی راہ میں خرچ کیے گئے تمام صدقات (فنڈز) کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ سورۃ الانفال کی آیت: ۶۰ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ﴿ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾ کے الفاظ مطلق استعمال ہوں تو اس سے مراد صرف اور صرف جہاد اور قتال ہوگا۔ اسی کی مثل سورۃ التوبہ کی آیات: (۱۲۰) اور (۱۲۱) ہے۔

⑥ سورۃ البقرہ کی آیت :۲۷۳...... ''وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں روک دیے گئے ہیں......'' سے مراد ہجرت اور جہاد کرنے والے فقراء ہیں ۔ یا ہجرت کرکے آنے والے اور دین کا علم حاصل کرنے والے اصحاب صفہ مراد ہیں۔ اس دوسرے مطلب میں ہجرت کرنے والے مجاہدین ان میں شامل ہیں ۔ لیکن سورۃ الحشر کی آیت:۸ میں ہے۔'' ان فقراء کے لئے جو اپنے گھروں سے نکال دیے گئے ۔'' ان نکلنے والوں سے صرف اور صرف ہجرت کرنے والے مجاہدین ہی مراد ہیں۔ اس لئے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں ۔'' [الحشر-۵۹: ۸] اور یہ صفت صرف مجاہدین کی ہے۔

⑦ بھوکے پیاسے رہ کر' درختوں کے پتوں' کیکر اور جھاؤ کے درختوں کی خشک پھلیوں سے پیٹ کی آگ بجھا کر جہاد فی سبیل اللہ کیلئے گھروں سے نکلے رہنا اصحاب رسول کے ممتاز اوصاف تھے۔

⑧ سورہ التوبہ کی آیت :۶۰ میں زکوٰۃ و صدقات کے آٹھ مصارف بیان ہوئے ہیں ۔ ان میں سے ایک مصرف ﴿ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ والی روایت کے مطابق جمہور علماء امت کے صحیح ترین قول کے مطابق مجاہدین اور غازی ہیں۔

⑨ مجاہد اور غازی مال دار بھی ہوں تو صدقہ و خیرات میں حق رکھتے ہیں۔ علماء کی غالب اکثریت کا' سوائے امام ابو حنیفہ کے یہی موقف ہے۔ [۳۹]

⑩ جانی اور مالی جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور جہاد نہ کرنا امت کی ہلاکت اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

⑪ (دشمن کی صفوں میں گھس جانا) اور جان کے نذرانے کے بدلے جنت کا سودا کر لینا نہ صرف جائز بلکہ مستحب اور قابل تعریف اقدام ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت: ۲۰۷' سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۱۱' غزوۂ احد میں سات انصاری صحابہ کی جان فدائی کارروائیاں [۴۰] ایک پراگندہ حال صحابی کا ارشاد رسول ﷺ: ''بلاشبہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے'' سن کر بھڑکتی ہوئی جنگ میں بے دریغ گھس کر جان فدائی کارروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید ہو جانا۔'' [۴۱] اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث [۴۲] کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں کہ جان فدائی کارروائی نہ صرف جائز بلکہ اچھا اقدام ہے۔

⑫ اللہ کے راستے میں ایک چیز خرچ کرنے سے اس کا سات سو گنا ثواب حاصل ہو گا اور اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے کسی چیز کا جوڑا خرچ کرنا جنت کے تمام دروازوں میں سے داخلہ کا موجب ہے۔ یہ بات جہاد کے افضل عمل ہونے کی بھی دلیل ہے۔

⑬ افضل ترین خرچ کی بس تین اقسام ہیں:

① وہ (خرچ) جو اپنے اہل و عیال پر کیا جائے۔

② جو جہاد کے لئے سواری پر کیا جائے۔

③ جو جہادی ساتھیوں پر کیا جائے۔

⑭ افضل ترین صدقہ کی بھی تین اقسام ہیں:

① اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے خیمہ وغیرہ فراہم کرنا۔

② خادم کا عطیہ دینا۔

---

[۳۹] تفسیر القرطبی: ۸/ ۱۱۸

[۴۰] ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب الجهاد: باب غزوة أحد' الحدیث: ۱۷۸۹

[۴۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۶۸۸

[۴۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۰۱

④ جوان اونٹنی کا عطیہ دینا۔

⑮ ﴿ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ﴾ کا پہلی فرصت میں سمجھ آنے والا شرعی معنٰی چونکہ ''جہاد کے لئے خرچ کرنا'' ہے ۔لہٰذا اس کو مطلق طور پر دیگر نیکی کے کاموں کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں ہے اِلّا یہ کہ عبارت میں اشارات اور قرینے موجود ہوں۔

⑯ قرآن و حدیث میں جہاد کے بارے میں بیان کئے ہوئے تمام فضائل و مناقب کو تبلیغی اوردعوتی کاموں پر فٹ کرنا قرآن و سنت کی تحریف معنوی ہے۔معنیٰ بدلنے والی یہ بدترین جسارت صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں موجود نہیں تھی ۔بلکہ یہ بعد کی پیداوار اور نئے بدعتی فرقوں کے کارناموں کا ایک حصہ ہے۔

⑰ عصر حاضر میں علماءِ حق کا فریضہ ہے کہ وہ قرآن و سنت میں اس تحریف معنوی کے دجل و فریب اور قبیح سازش کا مقابلہ کریں اور اللہ کے برحق دین کا دفاع کرتے ہوئے دجالوں' کذابوں اور مکاروں کی دسیسہ کاریوں کا پردہ چاک کریں۔اس کتاب کی تالیف بھی اس سلسلے میں ایک حقیری کوشش ہے۔

((تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَ یَجْعَلُہٗ خَالِصًا لِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ)) [آمین]

((............... ❀❀❀❀❀ ....))

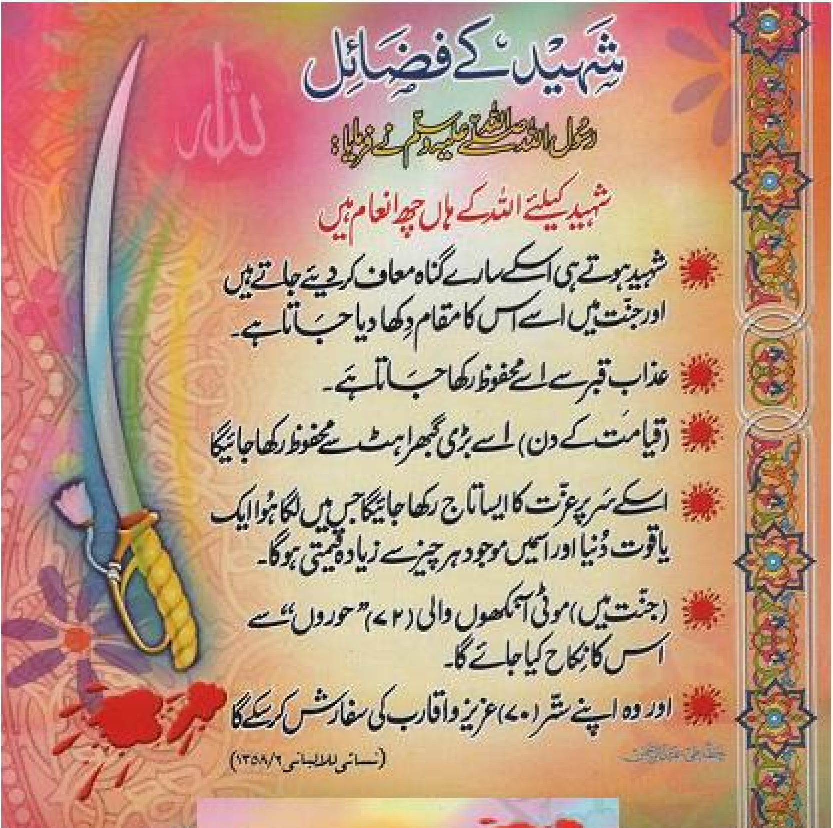
شہید کے فضائل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
شہید کیلئے اللہ کے ہاں چھ انعام ہیں
شہید ہوتے ہی اسکے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جنت میں اسے اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔
عذاب قبر سے اسے محفوظ رکھا جاتا ہے۔
(قیامت کے دن) اسے بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رکھا جائیگا
اسکے سر پر عزت کا ایسا تاج رکھا جائیگا جس میں لگا ہوا ایک یاقوت دُنیا اور اسمیں موجود ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوگا۔
(جنت میں) موٹی آنکھوں والی (۷۲) "حوروں" سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔
اور وہ اپنے ستر (۷۰) عزیز واقارب کی سفارش کر سکے گا
(نسائی للالبانی ۲/۱۳۵۹)

جو شخص اللہ عزوجل سے سچے دل سے شہادت طلب کرے اللہ تعالیٰ اُسے شہادت کے درجات عطا فرمائے گا۔ خواہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے۔

باب:۱۴

شہید اور شہادت

''شہادۃ'' کا لغوی اور شرعی معنیٰ:

اَلشَّهَادَةُ : " شَهِدَ يَشْهَدُ . سَمِعَ يَسْمَعُ " کے وزن پر ہے۔ " اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ کا معنیٰ ہے ''اَلْحُضُورُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ إِمَّا بِالْبَصَرِ أَوْبِالْبَصِيْرَةِ وَقَدْ يُقَالُ لِلْحُضُوْرِ مُفْرَدًا۔" یعنی آنکھوں کی بصارت یا دل کی بصیرت کے ساتھ حاضر ہونا۔کبھی صرف حاضر ہونے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۴۹] ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝﴾ [الحشر: ۲۲/۵۹]

''وہ غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے۔وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔''

تاہم " اَلشُّهُوْدُ " کا زیادہ استعمال صرف حاضر ہونے کے لیے ہے اور "اَلشَّهادة" کا استعمال مشاہدے کے ساتھ حاضر ہونے کے لیے زیادہ بہتر ہے۔لفظ " مَشْهَد " حاضر ہونے کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۷۵۰] ﴿ ......فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ [مریم - ۳۷/۱۹]

'' کافروں کے لیے ہلاکت ہے ایک (بڑے سخت دن کے حاضر ہونے سے)''

مَشْهَد، کی جمع مشاہد ہے۔ جیسے مَشَاهِدِ حَجٍّ ، کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔یعنی حج ادا کرنے کے مقامات۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۵۱] ﴿ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ﴾ [الحج: ۲۸/۲۲]

'' تاکہ وہ اپنے فائدے حاصل کرنے کو آ جائیں۔''

"اَلشَّهَادَةُ "وہ گواہی ہے جو بصارت یا بصیرت کے مشاہدہ کی بنیاد پر دی جائے۔ لفظ "شَهَادَة" سے اسم فاعل "شَاهِدٌ" اوراسم صفت "شَهِيْدٌ" ہے۔ جبکہ جمع اَشْهَادٌ، شَاهِدُوْنَ، شُهُوْدٌ اور شُهَدَاءُ ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۵۲] ﴿ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ﴾ [هود: ۱۸/۱۱]

''سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب (کے نام) پر جھوٹ باندھا ہے۔''

[۷۵۳]﴿ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ ﴾[الصافات : ۱۵۰/۳۷]

''کیا یہ اس وقت موجود تھے جب ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا تھا۔''

[۷۵۴]﴿ وَ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ ﴾[البروج : ۷/۸۵]

'' اور جو سلوک مومنوں کے ساتھ وہ کر رہے ہیں وہ اس کو دیکھ رہے تھے۔''

[۷۵۵]﴿ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾[البقرۃ: ۱۴۳/۲]

''تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ بن جائیں۔''

لفظ " شَهَادَةٌ " کا اسم مفعول " مَشْهُوْدٌ " ہے۔ قیامت کے دن کو ''یوم مشہود'' کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۵۶]﴿ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ ﴾[ھود: ۱۰۳/۱۱]

''وہ دن جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے اور وہ دن ہے جس میں سب گواہ حاضر کیے جائیں گے۔''

جمعہ کے دن کو بھی " شَاهِدٌ " کہا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۵۷]﴿ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ﴾ [البروج : ۳/۸۵]

''حاضر ہونے والے (یعنی جمعہ کے دن) اور حاضر کیے گئے دن (یعنی عرفہ کے دن) کی قسم۔''

''شہادت فی سبیل اللہ'' کا معنیٰ:

''شہادت فی سبیل اللہ'' کا معنیٰ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کافروں سے جہاد کرتے ہوئے موت آ جائے۔

شہید کو شہید کہنے کی وجہ:

شہید کی جمع شہداء ہے۔ شہید کا معنیٰ ہے: '' اَلْمُشَاهِدُ لِلشَّيْءِ وَالشَّاهِدُ لَهٗ'' یعنی کسی چیز کا مشاہدہ کرنے والا اور اس کا گواہ۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۵۸]﴿...... وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ ﴾ [النساء : ۷۹/۴]

''گواہ کے طور پر اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔''

[۷۵۹]﴿ اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ O﴾ [فصلت: ۵۳/۴۱]

’’کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے (واقف اور) آگاہ ہونا کافی نہیں۔‘‘

[۷۶۰]﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ﷺ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ﴾ [الحدید: ۱۹/۵۷]

’’ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ لوگ صدیقین ، اور شہداء ہیں اپنے رب کے ہاں۔ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔‘‘

وہ شہداء اس لیے کہلائے کہ وہ اس وقت اپنے لیے مہیا کی گئی نعمتوں کا مشاہدہ کر لیں گے۔نیز اس لیے کہ ان کی روحیں اپنے رب کے پاس حاضر اور موجود ہونگی۔‘‘ [1]

◎ امام مجد الدین رحمہ اللہ کہتے ہیں: فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۶۱] ﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾[آل عمران=۱۸:۳]

اس آیت میں "شَهِدَ "کا معنیٰ درج ذیل تین معانی میں سے ایک ضرور ہے:

1. شَهِدَ بمعنیٰ عَلِمَ (وہ جانتا ہے)
   یعنی اللہ جانتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
2. شَهِدَ بمعنیٰ قَالَ (وہ کہتا ہے)
   یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
3. شَهِدَ بمعنیٰ کَتَبَ (اس نے لکھ دیا ہے)
   یعنی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

’’ اَلشَّهِیْدُ "کا ایک معنیٰ ہے کہ "اَلشَّاهِدُ وَالْاَمِیْنُ فِی شَهَادَةٍ"

یعنی کسی معاملہ کا گواہ اور امین ...... اَلشَّهِیْد کا ایک معنی ہے کہ " اَلَّذِیْ لَا یَغِیْبُ عَنْ عِلْمِهٖ شَیْءٌ" یعنی جو مکمل معلومات رکھتا ہو۔ اس کے علم سے کوئی چیز بھی غائب نہ ہو۔ جبکہ اَلشَّهِیْدُ کا ایک معنیٰ ہے " اَلْقَتِیْلُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ "یعنی اللہ کے راستے میں قتل ہونے والا‘‘ اس کو شہید اس لیے کہا گیا کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کے جنتی ہونے کے گواہ ہیں۔ یا اس لیے کہ اس کو پہلی امتوں پر بطور گواہ طلب کیا جائے گا۔ یا اس لیے کہ وہ موت کے وقت زمین پر گر پڑتا ہے اور زمین کو

---

[1] المفردات فی غریب القرآن للأصفهانی: ۲۶۹، ۲۷۰+ القاموس المحیط: ۳۱۶/۱، ۳۱۷

عربی لغت میں "شَاهِدَةٌ" بھی کہتے ہیں۔ یعنی "شَاهِدَةٌ" پر گرنے والا۔ یا اس لیے کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ اور حاضر ہے۔ یا اس لیے کہ وہ اللہ کی مملکت اور بادشاہت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ الشَّهِيْدُ کی جمع شہداء اور اسم مصدر "شَهَادَةٌ" ہے۔ [۱]

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" وَ اَمَّا سَبَبُ تَسْمِيَتِهِ شَهِيْدًا (١) فَقَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ لِاَنَّهُ حَیٌّ فَاِنَّ اَرْوَاحَهُمْ شَهِدَتْ وَ حَضَرَتْ دَارَالسَّلَامِ وَ اَرْوَاحُ غَيْرِهِمْ اِنَّمَا تَشْهَدُ هَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (٢) وَ قَالَ ابْنُ الْاَنْبَارِيِ : لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ مَلَائِكَتَهُ يَشْهَدُوْنَ لَهُ بِالْجَنَّةِ (٣) وَ قِيْلَ لِاَنَّهُ شَهِدَ عِنْدَ خُرُوْجِ رُوْحِهِ مَا اَعَدَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ مِنَ الثَّوَابِ وَالْكَرَامَةِ (٤) وَ قِيْلَ لِاَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمَةِ يَشْهَدُوْنَهُ فَيَاْخُذُوْنَ رُوْحَهُ (٥) وَ قِيْلَ لِاَنَّهُ شُهِدَ لَهُ بِالْاِيْمَانِ وَ خَاتِمَةِ الْخَيْرِ بِظَاهِرِ حَالِهِ (٦) وَ قِيْلَ لِاَنَّ عَلَيْهِ شَاهِدًا يَكُوْنُ لَهُ شَهِيْدًا وَ هُوَ الدَّمُ (٧) وَقِيْلَ لِاَنَّهُ مِمَّنْ يَشْهَدُ عَلَى الْاُمَمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاِبْلَاغِ الرَّسُوْلِ الرِّسَالَةَ اِلَيْهِمْ وَعَلٰى هٰذَا الْقَوْلِ يُشَارِكُهُمْ غَيْرُهُمْ فِىْ هٰذَا الْوَصْفِ " [۲]

شہید فی سبیل اللہ کو شہید کیوں کہا جاتا ہے؟ اس بارے میں درج ذیل سات اقوال ہیں:

① نضر بن شمیل نے کہا ہے کہ شہید اس لیے شہید کہلاتا ہے۔ کہ شہداء کی روحیں دارالسلام (جنت) میں حاضر ہو جاتی ہیں۔ لیکن دوسرے اہل جنت کی روحیں قیامت کے دن ہی اس میں حاضر ہونگی۔

② محدث ابن الانباری نے کہا ہے کہ وہ اس لیے شہید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اس کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

③ بعض علماء نے کہا ہے" وہ شہید اس لیے ہے کہ جان نکلنے کے وقت اللہ کی طرف سے کیے جانے والے ثواب اور عزت افزائی کو دیکھ لیتا ہے۔

④ بعض کا موقف ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہو کر اس کی روح قبض کرتے ہیں۔ اس لیے وہ شہید کہلاتا ہے۔

⑤ بعض نے فرمایا کہ مومن اس کی ظاہری حالت کے مطابق اس کے ایمان اور اس کے

[۱] القاموس المحيط : ٢١٧،٢١٦/١

[۲] شرح النووى : ١٢٤/٢ + فتح البارى : ٢٨٢/٦

اچھے خاتمے کی گواہی دیتے ہیں۔

⑥ جبکہ بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ شہید کے جسم پر اس کے اللہ کی راہ میں قتل ہونے کا حاضر گواہ اس کا خون موجود ہوگا اس لیے وہ شہید کہلاتا ہے۔

⑦ علماء کا ایک قول یہ ہے کہ شہید چونکہ پہلی امتوں کے خلاف اور رسولوں کے حق میں اللہ کا دین پہنچا دینے کی شہادت دے گا اس لیے اس کو شہید کہا گیا۔ لیکن آخری قول کے مطابق بعض دوسرے لوگ بھی مثلاً امت محمدیہ کے علماء حضرات شہداء کے ساتھ اس وصف میں شریک ہونگے۔'' ع

حقیقت حال یہ ہے کہ شہید کو شہید کہنے کی وجہ میں بیان کیے گئے علماء اسلام کے مذکورہ بالا تمام اقوال اپنی اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہیں۔ ہر قول کی بنیاد کسی نہ کسی قرآنی آیت یا صحیح حدیث پر ہے۔ چنانچہ شہید فی سبیل اللہ قیامت کے دن سے پہلے ہی جنت میں داخل ہے۔ بہت زیادہ واضح اور صریح آیات اور صحیح احادیث اس پر دلیل ہے۔ مثلاً فرمان رسول ﷺ ہے:

[۷۶۲] « أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ۔ لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ » ۵

''ان (شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں ہونگی۔ وہ پرندے جنت میں جہاں چاہیں گے چہچہاتے پھریں گے۔ ان کے لیے ایسی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹک رہی ہیں۔''

شہید کے جنتی ہونے پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور رسولوں کی مضبوط گواہی قائم ہے۔ وہ اپنے رب کریم کی قربت خاص میں رہ کر زندہ ہونے کی حالت میں روزی دیا جاتا ہے۔ جنت الفردوس کا باشندہ اور اللہ کے فرشتوں کا رفیق ہے۔ رحمت کے فرشتے اللہ کی طرف سے عالیشان خوشخبریاں لے کر اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ وہ رب العالمین کے لازوال انعامات و اکرامات کو اپنی آنکھوں کے سامنے حاضر اور موجود پاتا ہے۔ وہ پہلی امتوں کا گواہ ہے اور نبی ﷺ سمیت امت کے نیک افراد اس کے جنتی ہونے کے گواہ ہیں۔ خود شہید کا زخمی جسم اور اس کے خون کی زعفرانی سرخی اس کے مرحوم و مغفور ہونے پر گھر کے گواہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن

ع الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۴/ ۱۱۶

۵ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۰

مجید میں ہے:

[٧٦٣] ﴿ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ ﴾ [سورۂ یوسف: ٢٦/١٢]

"عزیز مصر کی بیوی کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دی۔"

شہید کے لہو کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[٧٦٤] « اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ » [1]

"شہید کا خون بظاہر خون مگر حقیقت میں کستوری ہے۔"

شہید کی جامع اور مختصر تعریف:

"هُوَ الَّذِي قُتِلَ أَوْمَاتَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا"

"شہید وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ (جہاد) میں کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے قتل ہو جائے یا فوت ہو جائے۔" جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٧٦٥] ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ ...... ﴾ [آل عمران: ١٦٩/٣]

"جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٧٦٦] ﴿ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ ...... ﴾ [آل عمران: ١٥٧/٣]

"اور اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کر دیے جاؤ، یا فوت ہو جاؤ......"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

[٧٦٧] « وَالشَّهِيْدُ مَنِ احْتَسَبَ نَفْسَهُ عَلَى اللّٰهِ » [2]

"شہید وہ ہوتا ہے جو اپنی جان ثواب حاصل کرنے کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔"

شہید کی مفصل تعریف:

◎ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الشَّهِيْدُ الَّذِي لَا يُغَسَّلُ وَلَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ . هُوَ الَّذِي مَاتَ بِسَبَبِ قِتَالِ الْكُفَّارِ حَالَ قِيَامِ الْقِتَالِ . سَوَاءٌ قَتَلَهُ كَافِرٌ أَوْ أَصَابَهُ سِلَاحُ مُسْلِمٍ خَطَأً أَوْ عَادَ إِلَيْهِ سِلَاحُ نَفْسِهِ

---

[1] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ٦٦٨

[2] الموطأ للإمام مالك ـ كتاب الجهاد: باب مايكون فيه الشّهادة

أَوْ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهٖ . أَوْ رَمَحَتْهُ دَابَّةٌ فَمَاتَ أَوْ وَطِئَتْهُ دَوَابُّ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ غَيْرِهِمْ . أَوْ أَصَابَهُ سَهْمٌ لَا يُعْرَفُ هَلْ رَمَى بِهٖ مُسْلِمٌ أَوْ كَافِرٌ أَوْ وُجِدَ قَتِيْلًا عِنْدَ انْكِشَافِ الْحَرْبِ وَ لَمْ يُعْرَفْ سَبَبُ مَوْتِهٖ وَ سَوَآءٌ كَانَ عَلَيْهِ أَثَرُ دَمٍ أَمْ لَا . وَ سَوَاءٌ مَاتَ فِي الْحَالِ أَمْ بَقِيَ زَمَنًا ثُمَّ مَاتَ بِذٰلِكَ السَّبَبِ قَبْلَ انْقِضَاءِ الْحَرْبِ " ۵

" شہید وہ ہے جس کا غسل اور جنازہ نہیں ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جو کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ سے دوران جنگ مارا جائے۔ اسے کسی کافر نے قتل کیا ہو یا مسلمان کے ہتھیار سے قتل خطاء ہو جائے ۔ یا اپنے ہی ہتھیار کے لگنے سے مارا جائے۔ یا اپنے گھوڑے سے گر کر مر جائے یا کوئی جاندار اسے تیر مار دے۔ یا مسلمانوں اور کافروں کے جانوروں کے (ذریعے) کچلا جائے۔ یا اسے کوئی نامعلوم تیر لگ جائے ۔ یا اختتام جنگ پر وہ مقتول پایا جائے اور موت کے سبب کا پتہ نہ ہو۔ چاہے اس پر خون کا نشان موجود ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح چاہے وہ فوراً مر جائے یا کچھ عرصہ زندہ رہے لیکن پھر اسی سبب سے اختتام جنگ سے قبل ہی فوت ہو جائے ۔"

فقہاء کی اضافی شرائط اور ان کا تنقیدی جائزہ :

فقہاء حنفیہ نے شہید کی تعریف میں چند مزید شرائط کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً

① " مَنْ قَصَدَ الْعَدُوَّ فَأَصَابَ نَفْسَهٗ يُغَسَّلُ " ۶

" جو شخص کہ دشمن کو مارنا چاہے اور اپنے ہتھیار سے خود مارا جائے تو اسے غسل دیا جائے گا۔"

یہ اضافہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے دن میرے بھائی عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے زبردست جنگی مظاہرہ کیا۔ اچانک اس کی اپنی تلوار پلٹ کر اسے لگ گئی اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یہ شخص اپنے ہتھیار سے مارا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کچھ لوگ اس کے لیے دعاء رحمت کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ شخص تو (جہاد کرتے ہوئے اور مجاہدہ کرتے ہوئے) فوت ہوا ہے لہٰذا اس کو دہرا اجر و ثواب

---

۵ المجموع شرح المهذب : ۲۶۱/۱ + منار السبيل : ۱۶۸،۱۶۷/۱

۶ الدّر المختار مع ردّ المحتار : ۸۵۲/۱

حاصل ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ [10]

مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کا مذہب اسی حدیث کے مطابق ہے۔ [11]

② " اَلشَّهِيْدُ هُوَ كُلُّ مُكَلَّفٍ مُسْلِمٍ طَاهِرٍ فَالْحَائِضُ اِنْ رَأَتْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ غُسِّلَتْ " [12]

" شہید وہ شخص ہے جو (عاقل و بالغ) مسلمان ہو اور پاک ہو حائضہ عورت اگر تین دن تک خون دیکھ چکی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا۔"

(یعنی شہید ہونے والی حائضہ عورت کو شہید فی سبیل اللہ کے مخصوص احکام حاصل نہیں) عاقل اور بالغ ہونے کی شرط بھی محض عقلی اور قیاسی ہے۔ اس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ شرعی دلائل اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ غیر بالغ اور پاگل اگر اللہ کی راہ میں مارے جائیں تو اس کے ساتھ بدرجہ اولیٰ شہداء کا معاملہ کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ وہ تو صحیح معنوں میں بخشے ہوئے ہیں۔ اور پھر اپنی جانیں اللہ کی راہ میں قربان کر چکے ہیں۔ پھر اس کو غسل دینے اور نماز جنازہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ اسی سلسلے میں صحیح البخاری =کتاب الجہاد کے اندر " بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ " کا عنوان قائم کرتے ہیں۔اور اس میں سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقعہ پر ارشاد فرمایا: میرے لیے اپنے نوعمر بچوں میں سے کوئی بچہ تلاش کر کے لاؤ جو غزوۂ خیبر کے سفر میں میری خدمت کرے۔ اس پر سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جو ابھی نابالغ لڑکے تھے، آپ کی خدمت میں لائے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ خیبر کے دوران آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ [13]

اکثر علماء اسلام کا سوائے امام ابوحنیفہ کے یہی مذہب ہے کہ بچے اور پاگل کے ساتھ شہیدوں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ ان کے دونوں شاگرد ابو یوسف اور محمد بن حسن بھی اکثر علماء کے ہم خیال ہیں۔ [14]

---

[10] ملاحظہ ہو صحیح البخاری ،کتاب المغازی : باب غزوة خيبر، الحديث : ٣٩٦٠ + صحیح مسلم =کتاب الجهاد :باب غزوة خيبر، الحديث : ١٨٠٢ ۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی سنن ابی داؤد میں نقل کیا ہے۔

[11] المجموع للنووی : ٢٦١/٥ + المغنی لابن قدامة : ٤٠٤/٢ + حاشية الدسوقی : ٤٢٦/١

[12] الدر المختار : ٨٤٨/١

[13] ملاحظہ ہو صحیح البخاری =کتاب الجهاد:باب من غزا بصبي للخدمة الحديث : ٢٧٣٦

[14] ردّ المحتار على الدر المختار : ٨٤٨/١ + المجموع للنووی : ٢٦٦/٥

جنبی اور حائضہ عورت کے متعلق بھی اختلاف کی یہی صورت ہے کہ جمہور علماء اسلام سوائے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ان کے ساتھ عام شہداء جیسا معاملہ کرنے کے قائل ہیں۔ کیونکہ اللہ کے راستے میں قتل ہونا ہی تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔ اس کی دلیل شہداء احد والی وہ روایت ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔ نیز سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ والی وہ روایت ہے جسے ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔" [۱۵]

اسی طرح باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا بھی اس مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے قتل کیا جائے۔ بشرطیکہ وہ باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا دین کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے۔ اکثر شافعی، حنفی اور حنبلی فقہاء کا یہی مؤقف ہے۔ [۱۶]

امام ترمذی اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہما نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[٧٦٨] « إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ » [۱۷]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عظیم ترین جہاد ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔"

شیخ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ افضل ترین جہاد اس لیے ہے کہ ظالم اور جابر سلطان کے روبرو کلمۂ حق کہنے والے کی موت عام طور پر یقینی ہوتی ہے۔ دشمن کا خوف جس قدر شدید ہوگا، جہاد کی فضیلت اس قدر عظیم ہوگی۔ [۱۸]

امام مالک رحمہ اللہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

[٧٦٩] « كَرَمُ الْمُؤْمِنِ تَقْوَاهُ وَ دِينُهُ حَسَبُهُ وَ مُرُوءَتُهُ خُلُقُهُ۔ وَالْجُرْأَةُ وَالْجُبْنُ غَرَائِزُ يَضَعُهَا اللّٰهُ حَيْثُ يَشَاءُ۔ فَالْجَبَانُ يَفِرُّ عَنْ أَبِيهِ وَ أُمِّهِ وَ الْجَرِيُّ يُقَاتِلُ عَمَّا لَا يَؤُوبُ إِلَى رَحْلِهِ وَالْقَتْلُ حَتْفٌ مِنَ الْحُتُوفِ وَالشَّهِيدُ مَنِ احْتَسَبَ نَفْسَهُ عَلَى اللّٰهِ» [۱۹]

"مومن کی عزت و تکریم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں ہے۔ اس کا حسب و نسب دینی حسب و

---

[۱۵] نیل الأوطار: ٤/٣٢ + المغنی لابن قدامة: ٩/٥٣٠، ٥٣١
[۱۶] الدّر المختار مع ردّ المحتار: ١/٨٥٠ + المغنی لابن قدامة: ٦/٢٠٤
[۱۷] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ٣٠٦
[۱۸] تهذيب السّنن لابن القيم: ٦/١٩٠
[۱۹] المؤطّا للإمام مالك = كتاب الجهاد: باب مايكون فيه الشّهادة

نسب ہے (نہ کہ قومی اور خاندانی تعلق) ۔اس کی مروت بلند اخلاق (مثلاً صبر، بردباری، سخاوت، غمگساری، رحمدلی اور ایثار وغیرہ) ہیں۔ جرأت اور بزدلی دونوں فطری چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ فطری طور پر بزدل انسان اپنے ماں باپ کا دفاع کرنے سے بھی بھاگ جاتا ہے۔ (حالانکہ ان کی حفاظت اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے) اور دلیر انسان اس کی خاطر بھی لڑتا ہے جو اس کے اہل بیت میں شامل نہیں ہے۔قتل بھی باقی موتوں کی طرح ایک موت ہے۔شہید وہ شخص ہے جو اپنی جان رضا الٰہی کے لیے ثواب حاصل کرنے کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔"

◎ امام ابوالولید الباجی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" يُرِيْدُ مَنْ رَضِيَ بِالْقَتْلِ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ رَجَاءَ ثَوَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى "[1]

" (سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق) شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثواب کی امید پر قتل ہو جانے پر راضی ہو گیا ہے۔ اس پر شہید کے احکام نافذ ہو نگے۔ (مثلاً غسل نہ دینا، نماز جنازہ نہ پڑھنا اور خون شہادت سمیت دفن کر دینا)۔"

شہید کی اقسام

دنیا و آخرت کے لحاظ سے اسلام کے شہداء کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

(۱) حقیقی شہید:

یہ وہ شہید فی سبیل اللہ ہے جسے آخرت میں شہداء کے مرتبے اور درجے حاصل ہو نگے۔ یعنی اللہ کی راہ میں دین کی سربلندی کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے والا شہید۔

(۲) اعزازی شہید:

جس کو اعزازی طور پر شہید کہا جائے گا۔ یہ وہ شہید ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت میں شہداء کے مقام پر فائز ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔مگر دنیا میں اس کے ساتھ میدان جہاد میں شہید ہونے والے کی طرح معاملہ نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۷۷۰] «اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ : اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ

---

[1] المنتقى شرح الموطّا: ۲/ ۲۰۰

فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ »[۲۱]

''شہداء پانچ ہیں: (۱) طاعون کی بیماری سے مرنے والا (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۳) غرق ہو کر مرنے والا (۴) کسی عمارت کے گرنے سے مرنے والا (۵) شہید فی سبیل اللہ (ان میں سے پہلے چار حکمی شہید ہیں اور آخری حقیقی شہید ہے)

(۳) دنیاوی اور ظاہری شہید:

جس پر صرف شہید ہونے کا ظاہر حکم لگے گا۔ یہ وہ شخص ہے جو اگرچہ اللہ کے راستے میں لڑائی کے عظیم الشان عمل میں شریک تھا اور میدان جہاد میں ہی مارا گیا۔ہم چونکہ ظاہری حالات کو جاننے ،ماننے اور معلوم کرنے کے پابند ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے ساتھ حقیقی شہید کا ہی معاملہ کریں گے۔لیکن چونکہ اس کی لڑائی کا مقصد، ریاکاری، قومی غیرت ،خاندانی حمیت یا اپنی بہادری کا اظہار تھا۔ اس لیے وہ مجاہد فی سبیل اللہ تسلیم نہیں کیا گیا اور آخرت میں اپنی گندی غرض اور بری نیت کے مطابق عذاب کا مستحق ہوگا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم کی روایت میں یہ بات موجود ہے۔[۲۲]

واضح ہو کہ نیت کا خالص ہونا اعمال کے قبول ہونے کے لیے بنیادی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۷۱] ﴿ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ...... ﴾

[البینۃ: ۹۸/۵]

''اور ان کو بس یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ کے لیے بندگی کریں ایک طرف ہو کر......''

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۷۷۲] « إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى »[۲۳]

''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا۔''

---

[۲۱] صحیح البخاری =کتاب الجماعۃ والإمامۃ :باب فضل التھجیر الی الظھر ، الحدیث : ۶۲۴ + صحیح مسلم =کتاب الإمارۃ :باب بیان الشھداء و کتاب البر والصلۃ :باب فضل إزالۃ الأذی عن الطریق ، الحدیث : ۱۹۱۴

[۲۲] ملاحظہ ہو صحیح البخاری =کتاب الجھاد /أبواب الخمس :باب من قاتل للمغنم ھل ینقص من أجرہ ؟ الحدیث : ۲۹۵۸ و باب لا یقال فلان شھید ، الحدیث : ۲۷۹۱، ۲۷۴۲ + صحیح مسلم =کتاب الإیمان :باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسہ وکتاب القدر :باب کیفیۃ خلق الآدمی ، الحدیث : ۱۱۲

[۲۳] تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل : ۵۳۵

لہٰذا شجاعت و بہادری، غیرت وحمیت اور نمود ونمائش کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لڑنے والا ہی صرف مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ اسی طرح عالم وقاری اور سخی و مالدار بھی اگر خلوص نیت سے عاری ہونگے تو کسی اجر وثواب کے مستحق ہونے کی بجائے گرفتار عذاب ہونگے۔ [۲۴]

چنانچہ شہید کی اقسام کو درج ذیل عنوان بھی دیے جا سکتے ہیں:

۱۔ دنیا اور آخرت کا شہید:

وہ شہید فی سبیل اللہ جو اعلاء کلمۃ اللہ کی خالص نیت کے ساتھ جہاد کرتا ہوا مارا گیا۔

۲۔ آخرت کا شہید:

شہید فی سبیل اللہ کے علاوہ وہ شہداء جن کو رسول اللہ ﷺ نے شہداء کے مرتبہ پر فائز قرار دیا ہے۔ مگر دنیا میں ان پر شہداء کے احکام: غسل نہ دینا، جنازہ نہ پڑھنا، جہادی لباس اور خون سمیت دفن کر دینا وغیرہ نافذ نہ ہونگے۔ جیسے طاعون اور پیٹ کی بیماری سے مرنے والے ہیں۔

۳۔ دنیاوی شہید:

جو بہادری، ریاکاری، خاندانی اور قومی غیرت جیسے گھٹیا عزائم میں مبتلا ہو کر میدان جہاد میں مارا گیا۔ اس پر ظاہر کے مطابق شہداء کے احکام نافذ کیے جائیں گے اور آخرت کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

تاہم حقیقی شہید یعنی شہید فی سبیل اللہ مقام ومرتبہ کے اعتبار سے دیگر شہداء سے بہت زیادہ بلند وبالا ہے۔ کیونکہ وہ جہاد وقتال میں جان اور مال کی قربانی پیش کرتا ہے۔ قرآن وسنت میں شہداء کے لیے جو بلند درجات اور عظیم الشان فضائل بیان ہوئے ہیں وہ میدان جہاد کے انہی شہیدوں کے لیے مخصوص ہیں۔ اسی فرق اور امتیاز کو ظاہر کرنے کے لیے دنیا میں بھی ان کو چند مخصوص احکام کے ساتھ ممتاز رکھا گیا ہے۔ مثلاً غسل نہ دینا، کفن نہ پہنانا، نماز جنازہ کا ضروری نہ ہونا، خون شہادت سمیت دفن کر دینا وغیرہ۔ [۲۵]

---

[۲۴] ملاحظہ ہو صحیح مسلم =کتاب الإمارة :باب من قاتل للرّیاء و السّمعة استحق النار، الحدیث : ۱۹۰۵ + صحیح الترمذی =کتاب الزّھد :باب ماجاء فی الرّیاء والسّمعة، الحدیث : ۱۹٤۰ + صحیح النّسائی =کتاب الجھاد :باب من قاتل لیُقالُ فُلانٌ جَرِیٌّ ، الحدیث : ۲۹٤۰

[۲۵] فتح الباری: ۳۸٤/٦

آخرت میں بھی یہ شہداء بلند مقامات اور عالیشان انعامات سے مشرف کیے جائیں گے۔ مثلاً شہداء ہاؤس میں داخلہ، ممتاز اور مخصوص محلات، بلند وبالا درجات، مخصوص اور باعزت زندگی، عمدہ اور اعلیٰ جنت ''جنت الفردوس'' میں رہائش، رب العالمین کا بغیر کسی پردے کے دیدار، جنت میں نبیوں اور رسولوں کا ساتھ۔

ان انعامات اور درجات کے فضائل کی تفصیل کے لیے **ملاحظہ ہو:**

1. تفسیر القرطبی: ۱۷۶/۵
2. صحیح البخاري= کتاب الجهاد: ۳۹۱/۱-۳۹۳، ۳۹۷-۳۹۹
3. صحیح مسلم = کتاب الجهاد: ۱۳۳/۲-۱۳۷، ۱۴۰-۱۴۲
4. المنتقى شرح المؤطاء =کتاب الجهاد: ۲۰۴/۳-۲۱۲
5. أبواب فضائل الشهيد فى السنن الأربعة
6. مسند أحمد
7. شرح الطيبي على مشكوة المصابيح: ۲۶۲/۷-۳۱۳
8. المنتقى لإبن الجارود: باب فى دوام الجهاد إلى يوم القيمة: ۳۴۳-۳۵۰

شہداء کے مرتبے:

جہاد کا سب سے اعلیٰ مقصد شہادت فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۷۳] ﴿......وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ [آل عمران: ۱۴۰/۳، ۱۴۱]

''......اور تاکہ اللہ ایمانداروں کو الگ کرکے دیکھ لے اور چند لوگوں کو تم میں سے شہداء فی سبیل اللہ بنائے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اور تاکہ ایمانداروں کو خالص کرلے اور کافروں کو ملیامیٹ کردے۔''

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد میں مسلمانوں کو رنج والم کی شدتوں میں مبتلا کرنے اور ان کی شدید آزمائش لینے کے اغراض و مقاصد اور فوائد وثمرات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے ''اگر تمہیں احد میں کچھ زخم لگے ہیں تو تمہاری مخالف قوم کو بھی اس کی مثل غزوۂ بدر میں زخم لگ چکے ہیں۔ اور ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان (اس طرح) پھیرتے رہتے ہیں۔

(کبھی خوشی تو کبھی غمی، کبھی امیری تو کبھی غریبی، کبھی فتح تو کبھی شکست)۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ غزوۂ احد جیسی خون ریز جنگ کا سب سے بڑا اور اولین مقصد ہی یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مومنوں کی چھانٹی ہو جائے اور تم میں سے کچھ شہیدوں کا انتخاب ہو جائے۔

◎ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت پر اللہ تعالیٰ کے یہی چند فرامین کافی ہیں:

[۷۷۴] ﴿ إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔۔۔۔ ﴾

[التوبۃ: ۹/۱۱۱]

"اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔"

[۷۷۵] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ﴾

[الصف: ۶۱/۱۰]

"اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جانوں اور ان کے مالوں کے بدلے ان کو جنت عطا فرمانے کا یقینی وعدہ فرمایا ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کو ایسی نفع بخش تجارت قرار دیا ہے، جس میں دردناک عذاب سے نجات کا یقینی نفع حاصل ہے۔

سورۂ آل عمران کی آیت: ۱۴۰ سے ثابت ہوتا ہے کہ ارادہ اور حکم اللہ تعالیٰ کی دو الگ الگ صفات ہیں۔ مثلاً اس نے کافروں کے لیے مسلمانوں کو قتل کرنا حرام قرار دیا۔ وہ اس جرم کے ارتکاب پر اللہ کی پکڑ سے دوچار ہوں گے۔ لیکن مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں شہادت عطا کرنے کا ارادہ فرمایا اور وہ ارادہ پورا کیا۔ گویا حکم اور امر ہے کہ کافر مسلمانوں کو قتل نہ کریں اور ارادہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ شہادت سے شرف یاب ہوں۔ حکم اپنی جگہ برقرار ہے اور ارادہ اپنی جگہ واقع ہو رہا ہے۔ بالکل ایسے جیسے آدم علیہ السلام کو ایک درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا۔ یہ حکم تھا۔ لیکن اس فعل کے واقع ہونے کا ارادہ بھی کیا جو پورا ہوا۔ سو اللہ کے بندے اللہ کے احکام پر عمل کرنے اور منع کی ہوئی چیزوں سے رک جانے کے پابند ہیں۔ اسی لیے ان کو ثواب اور عذاب ہوگا۔ [۴۹]

---

[۴۹] تفسیر القرطبی: ۴/۲۱۶

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۷۶] ﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًاؕ ﴾

[النساء: ٤/ ٦٩]

’’اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو یہی لوگ (جنت میں) انکے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ۔ ان کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔‘‘

صدیقین، صدیق کی جمع ہے، شہداء، شہید کی جمع ہے۔ صالحین، صالح کی جمع ہے۔

’’الصدیق‘‘ وہ شخص ہے جو سچ بولنے یا سچے آدمی کی تصدیق کرنے میں درجہ کمال تک پہنچا ہوا ہو جیسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ ’’شہداء‘‘ یعنی دین حق کی گواہی دینے والے مثلاً سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم۔ اور ’’صالحین‘‘ سے باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ یا پھر شہداء سے مراد ہے کہ دین حق کی خاطر اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے اور صالحین سے امت کے تمام نیک افراد مراد ہیں۔ بہر حال آیت کے الفاظ عام ہیں۔ جس میں تمام شہداء اور نیک افراد شامل ہیں۔ [ؔ]

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا فصیح و بلیغ اور منظم و مربوط کلام ہے۔ لہٰذا جب ہم آیت بالا کے سیاق وسباق پر نظر ڈالتے ہیں کہ پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اہمیت وضرورت پر زور دیا جارہا ہے۔ پھر آیت :۷۱، سے آیت:۷۷، تک جہاد وقتال کے لیے اللہ کی راہ میں نکل پڑنے کی زبردست ترغیب دلائی گئی ہے۔ تو درست اور صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ شہداء سے اللہ کے راستے میں حالت جنگ میں شہید ہونے والے ہی مراد ہیں۔ کیونکہ صدیقین کی طرح یہی لوگ انبیاء کے مددگار، حواری اور انبیاء کے ساتھ مل کر اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۷۷] ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾ [آل عمران: ۳/ ۱۴۶]

ؔ تفسیر القرطبی: ۵/ ۱۷۶

''اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے قتال کیا۔ پھر جو تکلیف ان کو اللہ کی راہ میں پہنچی نہ اس تکلیف کیوجہ سے وہ سست ہوئے ،نہ کمزوری دکھائی اور نہ دشمن سے دبے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

یہ ظاہر بات ہے کہ جن کو دنیا میں اللہ کے نبیوں کا دینی ساتھ حاصل تھا۔ آخرت میں بھی وہ اللہ والے شہداء ہی ان کے ساتھ ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں قرآن مجید کی آیت:

[۷۷۸] ﴿ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ...... ﴾ [آل عمران : ۱۴۶/۳] کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے درج ذیل التجا کرتے ہیں:

[۷۷۹] « اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى » [۴۸]

''اے اللہ! مجھے جنت میں رفیق اعلیٰ عطا فرمادے۔''

جبکہ دوسری طرف نبوت و رسالت کے عظیم عہدے پر فائز ہونے کے بعد شہادت کے اعلیٰ مرتبے اور عظیم الشان درجے کے حصول کی تمنا اور آرزو دل میں رکھتے ہیں۔

منصب نبوت اور تمنائے شہادت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۷۸۰] « وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْ لَا اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَطِيْبُ اَنْفُسُهُمْ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّىْ ـ وَلَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ۔ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنِّىْ اُقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ـ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ـ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى۔ ثُمَّ اُقْتَلُ » [۴۹]

''اس کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ نہ ہوں جو کبھی بھی مجھ سے پیچھے رہ کر خوش دل نہیں ہو سکتے اور میں ان کے لیے کوئی سواری بھی نہیں پاتا جس پر ان کو سوار کرسکوں۔ تو میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی لشکر سے غیر حاضر نہ ہوتا اور مجھے اس کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں بھرپور

[۴۸] صحیح البخاری =کتاب المغازی :باب مرض النبی ﷺ ووفاته ، الحدیث : ۴۱۷۳ + صحیح مسلم =کتاب فضائل الصحابة :باب فی فضل عائشة رضی اللہ عنها، الحدیث : ۲۴۴۴

[۴۹] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل : ۱۰۰

تمنا رکھتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں پھر (دوبارہ) زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید ہو جاؤں۔ پھر (سہ بارہ) زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید ہو جاؤں پھر (چہار بارہ) زندہ کیا جاؤں ۔پھر شہید ہو جاؤں۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۸۱] «لَوَدِدْتُ أَنِّي أَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأُقْتَلُ ـ ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ۔ ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ»[۳۰]

''البتہ میری تو خواہش ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں جنگ کروں پھر قتل کر دیا جاؤں ۔ پھر جنگ کروں پھر قتل کر دیا جاؤں۔ پھر جنگ کروں پھر قتل کر دیا جاؤں۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا:

[۷۸۲] ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [المائدة: ۶۷/۵]

''اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرے گا۔''

اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستے میں قتل ہونے کی تمنا کرتے رہے۔ جس تمنا کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ اس سے جہاد کی عظیم ترین فضیلت بتانا اور مسلمانوں کو اس پر ترغیب دلانا مقصود ہے۔ نیز اس حدیث سے بعض لوگوں نے جہاد کے فرض کفایہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ یہ استدلال اس لیے غلط ہے کہ معذور افراد تو فرض عین سے بھی مستغنی ہوتے ہیں ۔اس حدیث کے الفاظ'' میں ان کے لیے وہ سواری نہیں پاتا جس پر ان کو سوار کر سکوں۔'' سے معذور افراد کو ہی تو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔''[۳۱]

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

اس حدیث میں مسلمانوں پر آپ کی شفقت ، مہربانی اور کئی مصلحتوں میں سے اہم ترین مصلحت کو اختیار کرنے کی وضاحت ہے۔ نیز جہاد اور شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان ہے۔[۳۲]

نیز مندرجہ بالا حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا انبیاء کی

---

[۳۰] صحيح مسلم ،كتاب الإمارة :باب فضل الجهاد والخروج فى سبيل الله ، الحديث : ۱۸۷۶

[۳۱] فتح البارى : ۲۰۶/۶

[۳۲] شرح النووى : ۱۳۲/۲

پسندیدہ خواہش ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک ایسی چیز کی تمنا کرنا بھی جائز ہے جس کا پورا ہونا ناممکن ہو۔ شہداء اسلام جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت اور عزت افزائی کو دیکھ کر دس بار زندہ کیے جانے اور اللہ کے راستے میں قتل ہونے کی تمنا کریں گے۔" [۴۳]

شہادت فی سبیل اللہ اور جنت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۸۳]﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ [التوبة: ۱۱۱/۹]

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور ان کے عوض ان کو جنت عطا کر دی ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں ،کافروں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔ یہ برحق وعدہ اللہ نے ذمے لیا ہے تورات، انجیل اور قرآن میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو کون پورا کر سکتا ہے۔ لہٰذا (اے مجاہدو!) تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اللہ کے ساتھ کر رکھا ہے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔"

حافظ ابن کثیر اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہما اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔ بیعت عقبہ کبریٰ کے وقت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب اور اپنی ذات کے لیے بیعت لیتے ہوئے ہم پر جو چاہے شرط لگائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۷۸۴]« اَشْتَرِطُ لِرَبِّي اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ـ وَاَشْتَرِطُ لِنَفْسِي اَنْ تَمْنَعُوْنِي

[۴۳] ملاحظہ ہو صحيح البخاری =كتاب الجهاد:باب تمنّي المجاهد أن يرجع إلى الدنيا ، الحديث : ۲٦٦۲ + صحيح مسلم =كتاب الإمارة :باب فضل الشهادة في سبيل الله ، الحديث : ۱۸۷۷

مِمَّا تَمْنَعُوْنَ مِنْهُ اَنْفُسَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ »[۳۴]

''میں اپنے رب کے لیے تم پر یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم خالص اس کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور اپنی ذات کے لیے میری شرط یہ ہے کہ تم ہر اس خطرے سے میری حفاظت کرو گے جس سے اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔''

تو اس پر حاضرین نے عرض کیا: اگر ہم یہ شرائط پوری کریں تو ہمارے لیے کیا صلہ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت''۔ تو لوگوں نے کہا: یہ تجارت بڑی نفع بخش ہے۔ ہم یہ سودا کبھی واپس نہیں کریں گے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس روایت کو امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے محمد بن کعب القرظی وغیرہ سے روایت کیا ہے۔ تاہم اللہ کا یہ وعدہ قیامت تک امت محمدیہ کے ہر مجاہد اور شہید فی سبیل اللہ کے لیے عام ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے الفاظ ''پس وہ قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔'' [التوبۃ: ۱۱۱/۹] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صلہ غازی اور شہید دونوں کے لیے ہے۔ مزید برآں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۸۵] ﴿ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ ﴾ [التوبۃ: ۱۱۱/۹]

''اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟''

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۸۶] ﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴾ [النساء: ۸۷/۴]

''اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟''[۳۵]

ضمانت باری تعالیٰ:

''موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک مجاہدین فی سبیل اللہ کے ساتھ اس پختہ وعدے کی تشریح و تفصیل اس کے آخری رسول ﷺ کے کلام مبارک میں کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے:

---

[۳۴] صحیح ابن حبان = کتاب أخبارہ ﷺ عن مناقب الصحابۃ رجالها ونسائهم / ذکر براء بن معرور بن صخر بن خنساء رضوان اللہ علیہ / ذکر أسعد بن زرارۃ بن عدس رضوان اللہ علیہ، الحدیث: ۶۹۷۲، ۶۹۷۳۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ اور امام طبری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو قوی (صحیح) قرار دیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری شرح صحیح البخاری = کتاب مناقب الأنصار: باب وفود الأنصار إلی النبی ﷺ بمکۃ وبیعۃ العقبۃ نیز دیکھیے تفسیر ابن کثیر / تفسیر سورۃ التوبۃ، الآیۃ: ۱۱۱ (۴۳۰/۲) (الانصار / ابن عبدالجبار)

[۳۵] تفسیر ابن کثیر: ۴۳۰/۲ + الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۱۶۹/۸

[٧٨٧] « اِنْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِی سَبِیْلِهٖ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا اِیْمَانٌ بِیْ وَ تَصْدِیْقٌ بِرُسُلِیْ بِاَنْ اُرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ »[٣٦]

''اللہ تعالیٰ ذمہ اٹھاتا ہے۔ اس شخص کا جو اس کی راہ میں نکل پڑے کہ اس کو میرے راستے میں جہاد اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ (کوئی دوسری غرض) نکالنے والی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو اجر و ثواب اور غنیمت (میں سے کسی ایک یا دونوں) کے ساتھ واپس لوٹائے گا یا (شہادت دے کر) اس کو جنت میں داخل کردے گا۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[٧٨٨] « ...... تَوَکَّلَ اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِهٖ بِاَنْ یَّتَوَفَّاهُ اَنْ یُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ یَرْجِعَهٗ سَالِمًا مَعَ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَةٍ »[٣٧]

''......اللہ تعالیٰ وکیل ہے اس مجاہد فی سبیل اللہ کا اگر اس کو فوت کرے گا تو اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ یا اس کو صحیح سالم اجر اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹائے گا۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[٧٨٩] « تَکَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِیْ سَبِیْلِهٖ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِهٖ وَ تَصْدِیْقُ کَلِمَاتِهٖ بِاَنْ یُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ یَرْجِعَهٗ اِلٰی مَسْکَنِهِ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَةٍ »[٣٨]

''اللہ تعالیٰ کفیل ہے اس شخص کا جو اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ اس کو جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے کلمات کی تصدیق کے سوا کوئی چیز نکالنے والی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کرے گا یا اس کو اجر و ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ اس کی اس رہائش کی طرف لوٹائے گا جس سے وہ نکلا تھا۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[٧٩٠] « تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِیْلِهٖ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ، وَ اِیْمَانًا بِیْ...... »[٣٩]

---

[٣٦] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل : ٩

[٣٧] صحیح البخاری ،کتاب الجهاد ،باب أفضل الناس مؤمن یجاهد بنفسه وماله فی سبیل الله ، الحدیث : ٢٦٣٥

[٣٨] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل : ٢٧٢

[٣٩] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل : ٢٧٢

...دیکھئے الرقم المسلسل : ٢٧٢

''اللہ تعالیٰ ضامن ہے اس شخص کا جو اس کے راستہ میں نکل پڑتا ہے۔نہیں نکالتی اس کو کوئی چیز سوائے میرے راستے میں جہاد کے اور مجھ پر ایمان لانے کے.........''

نبی ﷺ نے مزید فرمایا:

[۷۹۱] « ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ : اَلْمُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيْدُ الْأَدَاءَ وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيْدُ الْعَفَافَ » [1]

''تین قسم کے آدمیوں کی نصرت و مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔یعنی وہ ضرور ان کی مدد کرتا ہے: (۱) مجاہد فی سبیل اللہ (۲) مکاتب غلام جو اپنے ذمہ لازم رقم کو ادا کرنا چاہتا ہے (تاکہ اسے آزادی حاصل ہو جائے) (۳) نکاح کا خواہشمند جو پاکدامنی و عفت کی نیت رکھتا ہے۔''

گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے راہ حق میں نکلنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی کفالت وضمانت میں ہے۔ اللہ عزوجل اس کو شہادت کے صلہ میں جنت اور غازی بن کر لوٹنے کی صورت میں اجر و ثواب اور مال غنیمت عطا فرمانے کی ضمانت دیتا ہے۔ نیز مجاہد فی سبیل اللہ کی مدد و نصرت کرنا اللہ تعالیٰ کے وعدے کا ایک حصہ ہے۔ مجاہد بندوں کا اپنے مالک حقیقی پر حق ہے۔ جسے وہ بہرصورت ادا فرماتا ہے۔ اسی وعدے کی تکمیل سے وہ اپنے پسندیدہ دین کو دنیا میں غالب رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

دخول جنت میں پیش پیش:

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۷۹۲] « عُرِضَ عَلَيَّ أَوَّلُ ثُلَّةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ : شَهِيْدٌ وَ عَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ وَ عَبْدٌ أَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ وَ نَصَحَ لِمَوَالِيْهِ » [2]

''جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین شخص مجھ پر پیش کیے گئے (۱) شہید

[1] صحيح الترمذي = أبواب فضائل الجهاد:باب ماجاء في المجاهد والمكاتب والناكح وعون الله إياهم، الحديث : ۴۵۲ + صحيح النسائي =كتاب الجهاد:باب فضل الروحة في سبيل الله عزوجل، الحديث : ۲۹۲۳ + صحيح إبن ماجة =كتاب العتق :باب المكاتب ، الحديث : ۲۰۴۱

[2] سنن الترمذي ، أبواب فضائل الجهاد:باب ماجاء في ثواب الشهيد + صحيح إبن حبان =كتاب أخباره ﷺ عن مناقب الصحابة ..... باب فضل الأمة / ذكر الأخبار عن اول من يدخل الجنة من هذه الأمة بعد الزمرة التي ذكرناها قبل ،الحديث : ۷۲۰۴ ، اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔ (ابوعمار زاہن عبدالجبار)

فی سبیل اللہ (۲) حرام چیزوں اور سوال سے پرہیز کرنے والا عفت مآب اور پاک باز شخص (۳) وہ غلام جو اچھے طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو اور اپنے آقاؤں کا حق ادا کرنے والا خیر خواہ ہو۔"

حدیث بالا کو امام ترمذی نے حسن اور حاکم وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ تاہم شہید عالم برزخ میں ہی جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے لگ جاتا ہے۔ یہ بات پہلے بھی بہت زیادہ آیات اور صحیح احادیث سے ثابت کی جا چکی ہے۔ لہٰذا ترمذی کی حدیث بغیر کسی شک کے صحیح ہے۔

فردوس بریں اور آرزوئے شہید:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

[۷۹۳] « اَنَّ اُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَ هِيَ اُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ —— وَ كَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ، اَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ —— فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَ اِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ۔ قَالَ "يَا اُمَّ حَارِثَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَ اِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى »[1]

"ام ربیع بنت براء —— انہیں کا دوسرا نام ام حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہا ہے —— رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی: اے اللہ کے نبی! کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے کوئی خبر دیں گے؟ —— جو غزوۂ بدر میں نامعلوم تیر لگنے سے شہید ہو گئے تھے —— پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر اس کے علاوہ کوئی حالت ہے تو میں اس کی موت پر خوب روؤں گی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام حارثہ (رضی اللہ عنہا)! اللہ کی جنت میں بہت سی جنتیں ہیں۔ اور تیرے فرزند حارثہ (رضی اللہ عنہ) نے فردوس بریں (یعنی جنت الفردوس) حاصل کر لی ہے۔"

سَهْمٌ غَرْبٌ: "کا معنی ہے نامعلوم تیر، جس کا چلانے والا معلوم نہ ہو۔ اَلْفِرْدَوْسُ الْاَعْلٰى "یعنی جنت الفردوس، جو جنت کے تمام طبقات میں سب سے اعلیٰ طبقہ ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

[1] صحيح البخاري=كتاب الجهاد، باب من أتاه سهم غرب فقتله ، الحديث : ٢٦٥٤

[۷۹۴] «إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۔ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ ـــــ أُرَاهُ ـــــ فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهَا تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ »[۴۳]

’’جنت میں ایک سو (۱۰۰) درجات ہیں ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا درمیانی فاصلہ ہے۔ فردوس سب سے اعلیٰ اور بہترین جنت ہے۔ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کے تمام دریا بہتے ہیں۔ سو جب تم اللہ سے جنت کی درخواست کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۷۹۵] «مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ۔ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ۔ لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ »[۴۴]

’’کوئی شخص بھی جنت میں داخل ہو کر دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ روئے زمین کی تمام کائنات کا مالک بنا دیا جائے، سوائے شہید کے۔ چنانچہ وہ تمنا کرتا ہے کہ دنیا میں واپس لوٹایا جائے۔ اور اللہ کے راستے میں دس مرتبہ قتل کیا جائے۔ اس لیے کہ وہ (جنت میں) شہادت کی (بناء پر ملنے والی) عزت و تکریم کو دیکھ لیتا ہے۔‘‘

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۹۶] « مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ »[۴۵]

’’(وہ دس بار دنیا میں واپس آ کر شہید ہونے کی خواہش اس لیے کرے گا کہ) اس نے شہادت کی بنا پر ملنے والی فضیلت کو دیکھ لیا ہوگا۔‘‘

امام بخاری رحمہ اللہ ’’بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِيْنَ‘‘ میں جنت الفردوس والی حدیث کے بعد سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک نیند والی معراج کا قصہ اس طرح بیان فرمایا:

---

[۴۳] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۰۹

[۴۴] صحیح البخاری =کتاب الجهاد،باب تمنّی المجاهد ان یرجع الی الدّنیا، الحدیث: ۲۶۶۲ + صحیح مسلم =کتاب الإمارة :باب فضل الشّهادة فی سبیل الله ، الحدیث: ۱۸۷۷

[۴۵] صحیح مسلم =کتاب الإمارة :باب فضل الشّهادة فی سبیل الله ، الحدیث: ۱۸۷۷

[۷۹۷] « رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا قَالَا أَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ »[۴۶]

''آج رات میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے ساتھ لے کر ایک درخت پر چڑھ گئے اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کر دیا، جو نہایت خوبصورت اور افضل تھا۔ میں نے اس سے بڑھ کر خوبصورت گھر آج تک نہ دیکھا تھا۔ پھر ان دونوں فرشتوں نے کہا کہ یہ گھر شہداء کا مقام (شہداء ہاؤس) ہے۔''

گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے سب سے بہترین اور بلند ترین جنت کی مزید تفسیر کرنا چاہی ہے۔ کہ اس روایت میں "أَوْسَطُ" کا معنٰی ہے سب سے افضل اور سب سے خوبصورت۔

◎ امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"هَذَا مِنْ صَرَائِحِ الْأَدِلَّةِ فِي عَظِيمِ فَضْلِ الشَّهَادَةِ"[۴۷]

''جس حدیث میں شہید کے بار بار شہید ہونے کی تمنا کا بیان ہے یہ شہادت فی سبیل اللہ کی عظیم الشان فضیلت کے واضح دلائل میں سے ایک واضح دلیل ہے۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

اسی حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[۷۹۸] « يُؤْتَى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ كَيْفَ وَجَدْتَ مَنْزِلَكَ ؟ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ : خَيْرَ مَنْزِلٍ ۔ فَيَقُولُ سَلْ وَ تَمَنَّ فَيَقُولُ أَسْأَلُكَ أَنْ تَرُدَّنِي إِلَى الدُّنْيَا۔ فَأُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ عَشْرَ مَرَّاتٍ۔ لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ »[۴۸]

''اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اے ابن آدم! تو نے اپنی جنت میں اپنی منزل کیسی پائی ؟ وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! وہ بہترین منزل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کوئی مزید سوال اور تمنا کرو۔ تو بندہ عرض کرے گا:

[۴۶] صحیح البخاری =كتاب الجهاد: باب درجات المجاهدين في سبيل الله، الحديث : ٢٦٣٨

[۴۷] شرح النووی : ۲/ ۱۳۴

[۴۸] صحيح النسائي =كتاب الجهاد: باب ما يتمنى أهل الجنة ، الحديث : ٢٩٦٢

میں کیا سوال اور تمنا کروں۔ میری یہی درخواست ہے کہ تو مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ تیرے راستے میں دس بار قتل کیا جاؤں۔'' کیونکہ وہ شہادت فی سبیل اللہ کی عظیم الشان فضیلت دیکھ چکا ہوگا۔''

◎ محدث ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" هٰذَا الْحَدِيْثُ اَجَلُّ مَا جَآءَ فِى فَضْلِ الشَّهَادَةِ وَلَيْسَ فِى اَعْمَالِ الْبِرِّ مَاتُبْذَلُ فِيْهِ النَّفْسُ غَيْرَ الْجِهَادِ فِلِذَالِكَ عَظِيْمٌ فِيْهِ الثَّوَابُ ـ "[49]

'' یہ حدیث شہادت کی فضیلت میں وارد شدہ تمام احادیث میں سب سے زیادہ جلیل القدر وعظیم الشان ہے اور نیکی کے تمام اعمال میں صرف جہاد ہی ایسا عمل ہے جس میں جان پیش کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کا ثواب عظیم ترین ہے۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی آیت [۷۹۹] ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ ...... ﴾ [آل عمران : ۳/۱۶۹] کے شان نزول میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شہداء کی طرف دیکھیں گے اور فرمائیں گے: کیا تم کسی چیز کی مزید خواہش رکھتے ہو؟ تو شہداء عرض کریں گے: ہم کس چیز کی مزید خواہش کریں؟ جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں پھرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ تین بار شہداء سے یہی سوال کرے گا۔ جب وہ (شہداء) محسوس کریں گے کہ ہمیں کوئی جواب دیے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا تو عرض کریں گے: اے ہمارے مالک! ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دے تاکہ ہم تیرے راستے میں مزید ایک بار قتل کیے جائیں۔''[50]

قاتل اور مقتول دونوں جہاد کی وجہ سے جنت میں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۸۰۰] « يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْآخَرَ. يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ : يُقَاتِلُ هٰذَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ، ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ »[51]

'' اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک شخص دوسرے کو قتل

[49] فتح الباری: ۶/۲۷۳
[50] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل : ۱۰
[51] صحیح البخاری «کتاب الجهاد، باب الكافر يقتل المسلم ثم يسلم ..... الحديث : ۲۶۷۱ + صحیح مسلم «کتاب الإمارة، باب بيان الرجلين يقتل احدهما الآخر يدخلان الجنة ، الحديث : ۱۸۹۰

کرتا ہے۔ لیکن دونوں ہی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص اللہ کے راستہ میں قتال کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول کر لیتا ہے (بعد ازاں وہ بھی اللہ کے راستے میں قتال کرتا ہے) اور درجہ شہادت پر فائز ہو جاتا ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۸۰۱] «قَالُوا كَيْفَ؟ يَا رَسُوْلَ اللهِ: قَالَ يُقْتَلُ هٰذَا فَيَلِجُ الْجَنَّةَ. ثُمَّ يَتُوْبُ اللهُ عَلَى الْآخَرِ فَيَهْدِيْهِ إِلَى الْإِسْلَامِ. ثُمَّ يُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَيُسْتَشْهَدُ »[۴۲]

''لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کس طرح ممکن ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص اللہ کی راہ میں قتل ہو کر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ قاتل پر اپنی رحمت فرما کر اس کو اسلام کی ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ اسی باب میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک دوسری حدیث ذکر کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس خیبر میں حاضر ہوا۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فتح کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! خیبر کے مال غنیمت میں سے مجھے بھی حصہ دیجیے۔ تو اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے (ابان بن سعید رضی اللہ عنہ) نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو حصہ نہ دیجیے (کیونکہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر میں شریک جنگ نہ تھے۔ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے طنز کے طور پر کہا: یہ شخص تو ابن قوقل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے۔ جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ جن کو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے شہید کیا تھا۔ (کیونکہ ابان اس وقت حالت کفر میں تھے) تو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: تعجب ہے کہ قبیلۂ دوس کا مسکن پہاڑ ''قدوم ضان'' سے اونٹ کی مینگنی اتر آئی ہے (یعنی اونٹوں کا چرواہا اتر آیا ہے) اور مجھے ایک ایسے مسلمان شخص کے قتل کا طعنہ دیتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں پر عزت بخشی (یعنی شہادت کی موت دی)۔ لیکن مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل نہیں کیا۔ راوی کہتا ہے پھر مجھے معلوم نہیں آپ ؐ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حصہ دیا یا نہیں۔''[۴۳]

---

[۴۲] صحیح مسلم = کتاب الإمارۃ: باب بیان الرجلین یقتل أحدهما الآخر یدخلان الجنۃ - الحدیث: ۱۸۹۰

[۴۳] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب الکافر یقتل المسلم ثم یسلم ..... الحدیث: ۲۸۲۷

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "يَضْحَكُ" اور "يُعْجِبُ" دونوں الفاظ سے روایت کیا ہے۔[۸۰۲] «إِنَّ اللّٰهَ يُعْجِبُ مِنْ رَجُلَيْنِ ......» چنانچہ امام خطابی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "يَضْحَكُ" بھی "يُعْجِبُ" کے معنی میں ہے۔ کیونکہ معروف ہنسی جو انسانوں پر خوشی اور مسرت کے وقت طاری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ ناممکن ہے۔ چنانچہ "يَضْحَكُ" اور "يُعْجِبُ" کا معنی ہے "يُحِبُّ" اور "يَرْضىٰ" یعنی وہ محبت کرتا ہے اور پسند کرتا ہے۔"[۵۴]

لیکن سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین وغیرھم اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو بلا تاویل مانتے تھے۔ تمام اسماء وصفات کو مخلوقات کی صفات سے ممتاز یقین کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۰۳] ﴿...... لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝﴾ [الشوریٰ: ۴۲/۱۱]

"......اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

لہٰذا ہنسنا، تعجب کرنا، اترنا، غصہ کرنا، اور مہربان ہو جانا وغیرہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفات ہیں۔ مخلوق کی صفات سے ممتاز اور جداگانہ ہیں۔"[۵۵]

وہ جو اپنا وعدہ نبھا گئے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۸۰۴] «غَابَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ۔ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِينَ۔ لَئِنِ اللّٰهُ أَشْهَدَنِي قِتَالَ الْمُشْرِكِينَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا أَصْنَعُ۔ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ وَ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُونَ۔ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ۔ يَعْنِي أَصْحَابَهُ۔ أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ۔ يَعْنِي الْمُشْرِكِينَ۔ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ۔ فَقَالَ يَا سَعْدُ بْنَ مُعَاذٍ! الْجَنَّةَ وَ رَبِّ النَّضْرِ إِنِّي أَجِدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ أُحُدٍ۔ قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا صَنَعَ۔ قَالَ أَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهِ بِضْعًا وَ ثَمَانِينَ: ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَ طَعْنَةً بِرُمْحٍ أَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ۔ وَ وَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ۔ وَ قَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ۔ فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ۔ إِلَّا أُخْتُهُ (الرُّبَيِّعُ بِنْتُ النَّضْرِ) بِبَنَانِهِ۔ قَالَ أَنَسٌ وَ

---

[۵۴] فتح الباری: ۶/۲۸۰

[۵۵] ملاحظہ ہو، سُنَن الترمذی، أبواب صفة الجنّة :باب ماجاء فی خلود أهل الجنّة وأهل النّار۔

كُنَّا نُرَى اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَ فِيْ اَشْبَاهِهٖ ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ [الاحزاب=۳۳:۲۳]" ۵۹

"میرے چچا سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ تھے۔ چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں مشرکین کے ساتھ لڑی جانے والی آپ کی پہلی (بڑی) جنگ میں شریک نہ ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے ساتھ (کسی) قتال میں شمولیت کا موقع دیا تو اللہ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ پھر جب غزوۂ احد کا معرکہ برپا ہوا اور مسلمان (وقتی طور پر ہزیمت خوردہ ہو کر دائیں بائیں ہو گئے) تو سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ اے اللہ! جو کچھ میرے ساتھیوں (مسلمانوں) نے کیا ہے میں تیرے حضور اس کی معذرت پیش کرتا ہوں اور جو کچھ مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بری الذمہ اور بے زار ہوں۔ سامنے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے تھے، ان سے کہنے لگے: اے سعد رضی اللہ عنہ! مجھے رب نضر کی قسم ہے! دیکھو یہ سامنے جنت ہے اور میں احد کے پاس سے اس کی خوشبو پا رہا ہوں۔ پھر کفار کے ساتھ اس قدر جوانمردی کے ساتھ لڑے کہ شہید ہو گئے۔

اس حدیث کے راوی کہتے ہیں ہم نے آپ کے جسم میں تلواروں، نیزوں اور تیروں کے تراسی (۸۳) زخم پائے اور مشرکین نے آپ کے جسم اطہر کا مثلہ کر رکھا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کو صرف آپ کی ہمشیرہ ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا نے ہی انگلیوں کے پوروں سے شناخت کیا۔ ہم سب یہ سمجھتے تھے کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت انس بن نضر رضی اللہ عنہ اور ان جیسے شہداء کے بارے میں نازل ہوئی:

"انہی مومنوں میں سے کچھ ایسے مرد ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کیا ہوا اقرار سچا کر دکھایا۔ پس بعض نے تو اپنی منت پوری کر دی اور بعض ابھی منتظر ہیں۔ اور انہوں نے اقرار میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔" [الاحزاب: ۳۳/۲۳]

۵۹ صحيح البخاری =كتاب الجهاد :باب قول الله تعالى ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ ...... ﴾ الحديث : ۲۶۵۱= وكتاب المغازی :باب غزوة أُحد، الحديث : ۳۸۲۲ + صحيح مسلم =كتاب الإمارة :باب ثبوت الجنّة للشهيد، الحديث : ۱۹۰۳

مزید چند مثالیں:

۴ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے روز ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا:

[۸۰۵]« اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَیْنَ اَنَا؟ قَالَ :«فِي الْجَنَّةِ » فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ فِي یَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ » ۵۷

''یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں قتل کیا جاؤں تو میرا مقام کہاں ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں۔ تو اس نے اپنے ہاتھ میں موجود چند کھجوریں پھینکیں اور اس قدر لڑا کہ شہید ہوگیا۔''

۵ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ "بَنِی نَبِیت" کا ایک انصاری شخص آپ کے پاس حاضر ہوا اور" اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ "(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں) کہتے ہوئے آگے بڑھا۔ پھر اس زور کی لڑائی کی کہ شہید ہوگیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے یوں تبصرہ فرمایا:

[۸۰۶] « عَمِلَ هٰذَا یَسِیْرًا وَ اُجِرَ كَثِیْرًا » ۵۸

''اس آدمی نے بہت ہی تھوڑا عمل کیا (یعنی کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہوا) اور بہت زیادہ اجر وثواب کا مستحق ٹھہرا کہ (راہِ حق میں شہید ہوکر جنت لے گیا)''

حدیث کا یہ متن امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا روایت کردہ ہے۔ جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہی مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

[۸۰۷]« یَقُوْلُ اَتَی النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ! اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ ؟ قَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ ۔ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ ۔فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ «عَمِلَ قَلِیْلًا وَ اُجِرَ كَثِیْرًا » ۵۹

''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا جس کا چہرہ اور سر لوہے میں ڈھکا ہوا تھا

۵۷ صحیح البخاری =کتاب المغازی :باب غزوۃ أحد ، الحدیث : ۴۰۴۶ + صحیح مسلم =کتاب الإمارۃ :باب ثبوت الجنۃ للشھید ، الحدیث : ۱۸۹۹

۵۸ صحیح مسلم =کتاب الإمارۃ :باب ثبوت الجنۃ للشھید ، الحدیث : ۱۹۰۰

۵۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل : ۲۷۱

اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں قتال کروں یا اسلام لاؤں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (پہلے) اسلام لاؤ اور پھر قتال کرو۔ چنانچہ وہ اسلام لے آیا اور پھر قتال کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے تھوڑا عمل کیا اور بہت زیادہ اجر و ثواب پا گیا۔"

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث میں یہ اضافہ بھی روایت کیا ہے اس شخص نے عرض کیا؟ اگر میں اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہوا مارا جاؤں تو کیا میرے لیے یہ بہتر ہوگا؟ جبکہ میں نے ابھی تک ایک نماز بھی نہیں پڑھی؟ تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: جی ہاں۔ پھر وہ اسلام لایا (لڑا اور شہید ہو گیا)

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان کے ساتھ کبھی تھوڑے عمل پر بھی زیادہ اجر عطا فرما دیتا ہے۔[۱]

۞ امام ابوداود رحمہ اللہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سیدنا عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ کا قصہ روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز وہ مسلح ہو کر میدان قتال میں کودا تو مسلمانوں نے اسے کہا:

"عمرو! ہم سے دور ہٹ جاؤ۔" وہ بولا:

[۸۰۸] «إِنِّی قَدْ اٰمَنْتُ فَقَاتَلَ حَتّٰی جُرِحَ فَحُمِلَ إِلٰی اَهْلِهٖ جَرِیْحًا ...... فَمَاتَ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَا صَلّٰی صَلٰوةً »[۲]

" میں ایمان لا چکا ہوں پھر وہ لڑتے ہوئے زخمی ہوا اور اپنے اہل خانہ کی طرف زخمی حالت میں اٹھا کر لایا گیا۔ حتیٰ کہ اس کی موت واقع ہو گئی اور وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ جبکہ اس نے ابھی تک ایک نماز بھی ادا نہ کی تھی۔"

بخاری و مسلم اور دیگر حدیث کی اول درجہ کی کتابوں کی روایت کردہ مذکورہ بالا احادیث میں مردان غازی کی جرأت مندی، ان کی بہادری اور شجاعت کے قیمتی جواہر پارے ملتے ہیں۔ جن میں اہل ایمان کے لیے بہترین نمونہ موجود ہے۔ لہٰذا آخرت کی عیش و عشرت کا شوق رکھنے والے اپنے شوق کو ان جیسے کارہائے نمایاں میں پورا فرمائیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

[۸۰۹] ﴿...... وَ فِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝﴾ [المطففین: ۲٦/۸۳]

---

[۱] فتح الباری: ۶/ ۲۶۲۵

[۲] صحیح أبوداود = کتاب الجهاد: باب فیمن یسلم ویقتل مکانه فی سبیل الله عزّوجلّ، الحدیث: ۲۲۱۲

''...... رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ اس چیز میں رغبت کریں۔''

۞ غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی آیت ...... ''اے نبی مومنوں کو کفار کے ساتھ قتال کرنے پر برانگیختہ کرو۔'' [الانفال: ۸/۶۵] پر عمل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[۸۱۰] « قُومُوا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ »

''مسلمانو! ایسی جنت کی طرف بڑھو جس کی وسعت تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔''

تو سیدنا عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یا رسول اللہ ﷺ جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔ تو اس نے کہا بخ بخ (واہ واہ کیا شان ہے)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخ بخ'' کیوں کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم: اس امید پر کہ میں بھی شاید اہل جنت میں شامل ہو جاؤں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا فَأَخْرَجَ تُمَيْرَاتٍ مِنْ قَرَنِهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنْهُنَّ ۔ ثُمَّ قَالَ لَئِنْ أَنَا حَيِيتُ حَتّٰى آكُلَ تَمَرَاتِي هٰذِهِ ۔ إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيلَةٌ ۔ قَالَ :فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ۔ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ » [۴۲]

''تو یقیناً اہل جنت میں سے ہے یہ سن کر سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے کشکول سے چند کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے، پھر کہنے لگے: اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک دنیا میں زندہ رہوں تو یہ طویل زندگی ہے۔ پھر اپنے پاس موجود تمام کھجوریں پھینکیں اور زبردست جنگ کی حتیٰ کہ جام شہادت نوش کرلیا۔''

۞ سیدنا عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حالت جنگ میں اپنے رفقاء کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنایا:

[۸۱۱] « إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ » [۴۳]

''بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں تلے ہیں۔''

تو ایک پراگندہ حالت شخص کھڑا ہوکر سوال کرتا ہے: اے ابو موسیٰ قیس! کیا تم نے خود

---

[۴۲] صحیح مسلم، کتاب الإمارة :باب ثبوت الجنّة للشّهيد، الحديث: ۱۹۰۱

[۴۳] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۶۸۸

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد سنا ہے؟ جناب ابوموسیٰ اشعری نے کہا: جی ہاں۔ تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کو آخری سلام کہتا ہوا تلوار کی میان توڑتا ہے اور ننگی تلوار کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شہید ہو جاتا ہے۔

❀ بئر معونہ کے شہداء کے قصے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بعض لوگوں کے طلب کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے ستر (۷۰) قاریوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دینے کے لیے روانہ کر دیا، جو رات کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے، دن کو مسجد میں پانی بھرتے اور اصحاب صفہ کے لیے لکڑیاں فروخت کر کے کھانا خریدتے تھے۔ ان میں میرے ماموں سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مگر ان لوگوں نے منزل مقصود پر پہنچنے سے قبل ہی دھوکہ سے ان قرآء کو شہید کر دیا تو اس وقت انہوں نے میرے ماموں سیدنا حرام رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے ایک ایسا نیزہ مارا جو جسم سے آر پار ہو گیا جس پر میرے ماموں سیدنا حرام رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۸۱۲] « اَللّٰهُ اَكْبَرُ! فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ ...... فَقَتَلُوْا كُلَّهُمْ ...... فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْنَا ، ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمَنْسُوْخِ: اِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا ، فَرَضِيَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا » [۴۳]

"اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں...... حتیٰ کہ تمام قاری شہید کر دیے گئے...... شہادت سے قبل انہوں نے دعا کی۔ اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی ﷺ کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں پس وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔" یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی جس کی تلاوت بعد میں منسوخ کر دی گئی اور حکم تاقیامت باقی ہے۔

ایک روایت میں ہے: چنانچہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو شہدائے بئر معونہ کے حوالے سے مذکورہ آیت پڑھ کر سنائی۔ پھر آپ تیس (۳۰) دن تک مسلسل عرب کے مختلف قبائل رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان پر بددعا کرتے رہے۔

یہ آیت اگرچہ تلاوت کے اعتبار سے منسوخ ہے جبکہ حکم کے اعتبار سے باقی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۴۳] صحيح البخاري=كتاب المغازي:باب غزوة الرّجيع ورعل و ذكوان و بئر معونة ..... الحديث : ۲۸۶٤+ صحيح مسلم=كتاب الإمارة :باب ثبوت الجنّة للشّهيد= وكتاب الصّلوة :باب استحباب القنوت في جميع الصّلوات إذا نزلت بالمسلمين نازلة، الحديث : ٦٧٧

[۸۱۳] ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ﴾ [البينة: ۸/۹۸]

''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔''

⑨ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں میرے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا مثلہ کیا گیا تھا۔ اس لاش کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں کپڑا اٹھا کر چہرہ دیکھنے لگا تو مجھے میری قوم نے منع کر دیا۔ پھر ایک چیخنے والی کی آواز سنی گئی۔ وہ عمرو رضی اللہ عنہ کی بیٹی یا بہن تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۸۱۴] « لِمَ تَبْكِي ـــ أَوْ: لَا تَبْكِي ـــ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا »[۴۵]

''کیوں روتی ہے ـــ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مت رو ـــ اللہ کے فرشتے برابر اپنے پروں سے اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا اور حق بتلایا:

[۸۱۵] « مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ »[۴۶]

''ہم میں سے جو اللہ کے راستے میں قتل ہوگا سیدھا جنت کو سدھار جائے گا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا:

[۸۱۶] « أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَ قَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ » کیا ہمارے مقتول جنت میں کافروں کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟

''تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: « بَلَى »[۴۷] ہاں! کیوں نہیں؟

◎ مہلب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''فِي هٰذَا الْأَحَادِيْثِ جَوَازُ الْقَوْلِ بِأَنَّ قَتْلَى الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْجَنَّةِ لٰكِنْ عَلَى الْإِجْمَالِ لَا عَلَى التَّعْيِيْنِ۔''[۴۸]

---

۴۵ صحيح البخاري=كتاب الجهاد :باب ظلّ الملائكة على الشّهيد، الحديث : ۲۶۶۱ + صحيح مسلم =كتاب فضائل الصّحابة :باب من فضائل عبدالله بن عمرو بن حرام رضى الله عنه والد جابرٌ رضى الله عنه : ۲۴۷۱

۴۶ صحيح البخاري=كتاب الجهاد:باب الجنّة تحت بارقة السّيوف (اس مقام پر یہ حدیث بغیر سند کے ہے) وكتاب الجهاد ، أبواب الجزية والموادعة :باب ماجاء في أخذ الجزية من اليهود والنّصارى و المجوس و العجم ، الحديث : ۲۹۸۹

۴۷ صحيح البخاري=كتاب الجهاد:باب الجنّة تحت بارقة السّيوف (اس مقام پر یہ حدیث بغیر سند کے ہے) وكتاب الجزية والموادعة :باب إثم من عاهد ثمّ غدر ، الحديث : ۳۰۱۱

۴۸ فتح الباري: ۶/ ۳۷۴

''مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میدان جہاد میں مسلمانوں کے مقتولین کے متعلق مجمل طور پر یہ کہنا درست ہے کہ وہ جنت میں ہیں۔ لیکن کسی شخص کو خاص کر کے کہنا کہ فلاں شہید جنت میں ہے، یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ مخصوص جنتی شہداء کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔''

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوا:

① شہادت فی سبیل اللہ مومن کی سب سے بڑی آرزو ہے۔ شہادت جہاد فی سبیل اللہ کے مقاصد میں سب سے عظیم مقصد ہے اور منشاء الٰہی کے عین مطابق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔'' اور (اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ) چند لوگوں کو تم میں سے درجۂ شہادت پر فائز کر دے۔''

② سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۱۱ [۸۱۷] ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ......﴾ اور سورۃ الصف کی آیات: ۱۰۔۱۲ [۸۱۸] ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ...... ﴾ عظیم ترین جہادی آیات ہیں۔

مذکورہ بالا چاروں آیات سے واضح ہوتا ہے کہ شہادت فی سبیل اللہ زندگی کی بہت بڑی کامیابی اور اسلام کی سربلندی اور بقا کی خاطر سب سے بڑی انسانی کاوش ہے۔

③ صدیقین اور میدان جہاد میں جام شہادت نوش کرنے والے شہداء انبیاء کی طرح انعام یافتہ اور ایوارڈ یافتہ ہیں۔ ان کی رفاقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کی وجہ سے ہی ہے۔

④ شہادت کی تمنا کرنا رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ سنت ہے۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ ایک ناممکن چیز کی تمنا اور آرزو کرنا بھی جائز ہے۔

⑤ بخاری ومسلم کی وہ حدیث جس میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو جہاد سے میرا پیچھے رہنا اچھا نہیں لگتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں ہر غزوہ میں ان کے ساتھ شریک ہوں جبکہ میرے پاس اتنی سواریاں نہیں کہ سب کو مہیا کر سکوں لہٰذا میں بعض غزوات میں شریک نہیں ہو سکتا۔'' یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ جس کے پاس خرچہ اور جہادی سفر کے لیے زاد راہ نہ ہو اس پر جہاد میں شامل ہونا ضروری نہیں۔ اس

سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جہاد فرض کفایہ ہے کہ جو چاہے شریک ہو جو چاہے شریک نہ ہو۔ کیونکہ معذور افراد کے لیے تو فرض عین پر عمل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

⑥ شہید فی سبیل اللہ کے لیے اللہ کا پختہ وعدہ ہے کہ اس کے لیے جنت لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ موسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت سے لے کر قیامت تک بدستور قائم رہے گا۔

⑦ میدان جہاد میں کسی نا معلوم شخص کے تیر سے مارا جانے والا شخص بھی شہید ہے۔ شہداء بدر کا مقام جنت الفردوس ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے شہید ہونے والے صحابہ کے جنت میں مقامات کی اطلاع کی جاتی تھی۔ تاکہ آپ ﷺ لواحقین کو خوشخبریاں سنا سکیں۔ اس کی دلیل حارثہ بن سراقہ کا واقعہ ہے جو بخاری میں مذکور ہے۔

⑧ جنت میں داخل ہونے کے بعد شہداء کے علاوہ کوئی شخص دنیا میں واپس آنے کی خواہش نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں دس مرتبہ زندہ ہونے اور اللہ کی راہ میں شہید کیے جانے کی تمنا کریں گے۔

⑨ جنت الفردوس میں شہداء کا ایک خاص مقام ہے جس کا مخصوص نام "دار الشُّہداء" یعنی شہداء ہاؤس ہے۔ شہداء ہاؤس جنت الفردوس کے نام سے معروف ہے۔ جو سب جنتوں سے بہترین، افضل ترین اور خوبصورت ترین جنت ہے۔

⑩ مسلمان شہید کا قاتل اگر اسلام قبول کرکے جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہوا مارا جائے تو اللہ کے فضل وکرم سے دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: [۸۱۹] ﴿وَ نَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ...... ﴾ [الأعراف: ۷/ ۴۳] ''ہم ان کے سینوں سے بغض اور کینہ نکال لیں گے۔'' یعنی شہید کے سینے میں اپنے قاتل کے بارے میں کوئی کینہ بھی نہ ہوگا۔

⑪ اللہ تعالیٰ پکے اور سچے مومنوں بالخصوص مجاہدوں کے لیے ایسی چیزوں کو جن کو زندگی میں دیکھنا ممکن نہیں (کیونکہ وہ نظر نہ آنے والی، محسوس نہ کی جانے والی اور پردۂ غیب میں ہیں) ان چیزوں کو مجاہدین اسلام کے لیے ایسے کر دیتا ہے جیسے اس کو نظر آ رہی ہیں اور محسوس ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ نضر بن انس رضی اللہ عنہ کو احد پہاڑ کے پاس جنت کی خوشبو محسوس ہوئی۔

⑫ رسول اللہ ﷺ کے مجاہد صحابہ ''رجال صادقین'' یعنی ''سچے مومن'' کے خاص لقب سے

نوازے گئے۔ غزوۂ احد میں بہت سے جانثاروں نے یہ تمغۂ امتیاز حاصل کیا۔

⑬ حصول شہادت کے لیے دشمن کی صفوں میں گھس جانا جائز ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرح کا حملہ کرنا اور جہاں موت رقص کر رہی ہو وہاں خود کو خطرے میں ڈال دینا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

⑭ ”جہاد بالنفس (یعنی خود کو مشقت میں ڈال کر دین پر عمل پیرا ہونا) کافروں کے ساتھ جہاد سے زیادہ ضروری اور مقدم ہے“ یہ دعویٰ باطل اور بلا دلیل ہے۔ قبیلہ "بَنِی نَبِیت" کے ایک انصاری صحابی کی حدیث اور دیگر ان صحابہ کے واقعات جو مسلمان ہوئے اور کوئی نیک عمل کیے بغیر شہید ہونے سے جنت لے گئے ۔ یہ تمام دلائل اس دعویٰ کو باطل کرنے کے لیے کافی ہیں۔ کیونکہ آپ نے ابھی ان کا تزکیۂ نفس نہیں کیا تھا، نہ ان کی دینی تربیت کی ، نہ کوئی چلہ یا کورس کروایا تھا۔

⑮ علماء اور قراء صحابہ کا رات بھر قرآن کی تعلیم دین اور دن بھر فقراء مہاجرین کی خدمت کرنا اور پھر شہید ہو جانا علم و فضل اور جہاد فی سبیل اللہ کے درمیان گہرے ربط کی دلیل ہے۔ نیز یہ واقعہ علماء کرام کی جہاد سے وابستگی کو واضح کرتا ہے۔

⑯ [۸۲۰]﴿ اِنَّا قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا ﴾[69] قرآنی آیت تھی جس کی تلاوت منسوخ ہے مگر حکم باقی ہے۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت ”اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے“ اس کی تائید کرتی ہے۔

⑰ رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادات گرامی: [۸۲۱] «اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ»[70] [۸۲۲] «مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ اِلَی الْجَنَّةِ»[71] [۸۲۳] «مَا زَالَتِ الْمَلَائِکَةُ تُظِلُّهُ بِاَجْنِحَتِهَا»[72]

رسول اللہ ﷺ کی فصاحت و بلاغت سے لبریز جامع کلمات اور عربی ادب کے جواہر پارے ہیں۔

---

[69] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل : ۸۱۲

[70] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل : ٦٨٨

[71] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل : ۸۱۵

[72] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل : ۸۱٤

⑱ ''اللہ اکبر'' کے نعروں کا اصل مقام میدان جہاد ہے نہ کہ جلسہ گاہیں۔ سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ نے شہادت کے وقت نعرہ لگایا ''اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا'' اس کے علاوہ یہ جہادی نعرہ راہ جہاد میں ایک عالم و قاری اور مجاہد صحابی کی ثابت قدمی کی بہترین دلیل ہے۔

⑲ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں ایک عنوان قائم کیا ہے "اَلتَّكْبِيْرُ عِنْدَ الْحَرْبِ" یعنی ''جنگ میں اللہ اکبر کا نعرہ'' اس عنوان کے تحت غزوۂ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پہنچے تو آپ کو دیکھ کر تمام یہودی اپنے اپنے قلعوں کے اندر قلعہ بند ہو گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر نعرہ بلند کیا:

[۸۲۴] «اَللّٰهُ اَكْبَرُ! خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ» [۴۳]

''اللہ اکبر'' خیبر تباہ ہو گیا۔ جب کسی قوم کی آبادی میں ہم اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ میدان جنگ میں کافروں کے مقابلے میں نعرۂ تکبیر بلند کرنا جائز اور مسنون ہے۔

⑳ عصر حاضر کی نہایت دلفریب مگر قبیح ترین بدعات میں سے ایک بدعت جلسہ گاہوں کی بے جان نعرہ بازی ہے۔ اس سے اہل اسلام کے دلوں سے میدان جنگ کی شوکت اور ہیبت ختم ہو رہی ہے۔ کردار کے غازیوں کی بجائے صرف گفتار کے غازی ہی پیدا ہو رہے ہیں۔ اصلی خوشبودار پھولوں کی بجائے کاغذی گلدستوں پر ہی گزارہ کر لینے میں اس بدعت کا جو عمل دخل ہے وہ کسی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں۔ کہاں ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ خیبر تباہ ہو گیا'' اور کہاں ''اللہ اکبر ہمارا فلاں زندہ باد۔'' ''ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا؟'' (فرق تو دیکھیں کہ کہاں وہ اور کہاں یہ۔)

㉑ بالخصوص جب اللہ کی مساجد میں اللہ کی بزرگی و کبریائی کے اقرار کی بجائے اسی کے فقیر محتاج بندوں کو زندہ باد اور پائندہ باد کے ساتھ داد و تحسین دی جانے لگے تو اس بدعت کا

[۴۳] صحیح البخاری=کتاب المغازی :باب غزوة خيبر ،الحديث : ۴۱۹۷، ۴۱۹۸+ صحیح مسلم =كتاب الجهاد والسّير: باب غزوة خيبر ، الحديث:۱۳۶۵

نقصان اور خرابی اور بھی زیادہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۲۵] ﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ ﴾ [الجن: ۱۸/۷۲]

''بلاشبہ مساجد خاص اللہ کے لیے ہیں لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے کو مت پکارو۔''

دشمن کی صفوں میں تنہا گھس جانا اور جان قربان کر دینا:

دشمن کی صفوں میں اکیلے گھس جانے کے بارے علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نیک نیتی اور شہادت طلب کرنے کے لیے ایسا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب عمل، مستحسن اقدام، رضائے الٰہی کا موجب اور دخول جنت کا باعث ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ مجاہد دلیر، بہادر اور طاقتور ہو۔ یا پھر طاقتور ہو یا کمزور البتہ نیت درست ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۲۶] ﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ﴾

[البقرۃ: ۲۰۷/۲]

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان فروخت کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔''

بلکہ جو شخص دین الٰہی کے وقار اور کفر کی ذلت کی غرض سے اپنی جان کی قربانی دے دے تو یہ وہ بلند مقام اور عظیم الشان مرتبہ ہے کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے بشارتیں سنائی ہیں۔ فرمایا:

[۸۲۷] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ...... ﴾ [التوبۃ: ۱۱۱/۹]

''یقیناً اللہ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں اور وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں تو (دشمنوں کو) قتل کرتے ہیں اور خود بھی قربان ہو جاتے ہیں۔''

◎ محمد بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر اکیلا مسلمان ایک ہزار مشرکوں کے لشکر پر حملہ آور ہو جائے تو اس میں شرعاً کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ جبکہ وہ اپنی کامیابی اور دشمن کی پسپائی کا امیدوار ہو۔ تاہم اگر وہ اس اقدام سے

مسلمانوں کو کفار پر حملہ آور ہونے کے لیے برانگیختہ کرنا چاہتا ہو یا اپنی قوت اور حملہ آوری کے مظاہرہ سے دشمن کو خوف زدہ کرنا چاہتا ہو تو ان صورتوں میں بھی اس کے دلیرانہ اقدامات شرعی طور پر جائز اور درست ہیں۔[۴]

الغرض جنت اور رضاء الٰہی کا حصول اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اسے پانے کے لیے جان کی قربانی پیش کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ علاوہ ازیں اس کے بہترین اقدام ہونے کے بارے کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت: (۲۰۷) اور سورۃ التوبہ کی آیت: (۱۱۱) اس کے ناقابل تردید دلائل ہیں۔ اس ضمن میں غزوۂ احد کا نقشہ ذرا اپنی نظروں کے سامنے لائیں۔ رسول اللہ ﷺ ایک موقعہ پر سات انصاری صحابہ اور دو قریشی صحابہ کے ساتھ تنہا ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کا باقی لشکر آپ ﷺ سے کٹ جاتا ہے۔ دشمن آپ ﷺ کو چند آدمیوں میں پا کر سر پر چڑھ آتے ہیں۔ تو اللہ کے رسول ﷺ اعلان کرتے ہیں:

[۸۲۸] «مَنْ يَرُدُّهُمْ عَنَّا وَ لَهُ الْجَنَّةُ (اَوْ هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ)؟ فَتَقَدَّمَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ۔ ثُمَّ رَهِقُوهُ فَقَالَ مَنْ يَرُدُّهُمْ عَنَّا وَ لَهُ الْجَنَّةُ (اَوْ هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ) فَتَقَدَّمَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ۔ فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى قُتِلَ السَّبْعَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَنْصَفْنَا اَصْحَابَنَا»[۵]

''دشمنوں کو ہم سے کون دور ہٹائے گا۔ جو ہٹائے گا اس کے لیے جنت ہوگی (یا آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔) یہ سن کر ایک انصاری آگے بڑھ کر دشمنوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے۔ دوبارہ دشمن سر پر چڑھ آتے ہیں تو نبی ﷺ پھر یہی خوشنودی سناتے ہیں۔ کون ہے جو ان کو ہم سے دور ہٹائے اس کے لیے جنت ہے (یا وہ میرا ساتھی ہوگا جنت میں)۔ پھر ایک انصاری صحابی آگے بڑھتا ہے اور قتال کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے ساتوں انصاری صحابہ جنت کے حصول کی خوشخبری پر جانیں لٹا دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ دونوں قریشی ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان کو ان کی غیر ذمہ داری کا احساس دلاتے ہیں۔

---

[۴] الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۲/۳۶۳ + سُبُلُ السّلام: ۴/۱۰۰

[۵] صحیح مسلم = کتاب فضائل الجهاد: باب غزوة أُحُد، الحدیث: ۱۷۸۹ + صحیح البخاری = کتاب فضائل الصّحابة: باب ذکر مناقب طلحة بن عبیداللہ رضی اللہ عنه، الحدیث: ۳۵۱۷، ۳۵۱۸ = وکتاب المغازی: باب ﴿إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ......﴾ الحدیث: ۳۸۲۴، ۳۸۲۶

آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اپنے انصاری ساتھیوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ (کہ وہ تو جنت کے لالچ میں ہمارے دفاع کے لیے قربان ہو گئے اور ہم پیچھے رہ گئے۔)"

جرأت و بہادری کا ایک دوسرا ایمان افروز منظر بھی قابل دید ہے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بیان کرتے ہیں۔ "جنت کے دروازے یقیناً تلواروں کے سایوں تلے ہیں" تو لشکر مجاہدین میں سے ایک مفلوک الحال اور مفلس شخص کھڑا ہو کر پہلے تو سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس بات کا یقین حاصل کرتا ہے۔ پوچھتا ہے: کیا واقعی رسول اللہ ﷺ نے خوشخبری سنائی ہے؟ پھر ان کی یقین دہانی پر اپنے ساتھیوں کو آخری سلام "سلام الوداع" کہتا ہوا تلوار کی میان توڑ کر پھینکتا ہے اور ننگی تلوار کے ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ بہادری کے جوہر دکھاتا ہوا جام شہادت نوش کر جاتا ہے۔[1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ البقرۃ کی مذکورہ بالا آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وَ اَمَّا الْاَكْثَرُوْنَ فَحَمَلُوْا ذٰلِكَ عَلٰى اَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ كُلِّ مُجَاهِدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: [۸۲۹] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ...... ﴾ [التوبۃ: ۹/۱۱۱][2]

"علماء اسلام کی اکثریت کا موقف یہ ہے کہ آیت ﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ...... ﴾ ہر مجاہد فی سبیل اللہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ صرف مجاہد ہی ایسا جانثار ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں جان کی قربانی پیش کرتا ہے اور اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ خریدنے والا ہے، مومن اور مجاہد بیچنے والا، جان اور مال سامان خرید ہے جبکہ جنت الفردوس قیمت خرید ہے۔

◎ علامہ زمخشری اور علامہ بیضاوی رقمطراز ہیں:

[۸۳۰] "﴿ يَشْرِيْ نَفْسَهُ ﴾ [البقرۃ: ۲/۲۰۷] يَبِيْعُهَا أَيْ يَبْذُلُهَا فِي الْجِهَادِ أَوْ يَأْمُرُ

---

[1] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۶۸۸

[2] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۵ + القرطبی: ۳/۱۶

بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰی یُقْتَلَ ۔ ۴۸ے

''یَشْرِیْ نَفْسَهٗ کا معنی ہے کہ مومن اپنی جان فروخت کرتا ہے یعنی اسے جہاد فی سبیل اللہ میں قربان کر دیتا ہے۔ یا نیکی کا حکم کرتے کرتے اور برائی سے منع کرتے کرتے قتل ہو جاتا ہے۔''

فرمان الٰہی ہے:

[۸۳۱] ﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرۃ: ۲/۱۹۵] '' کے شان نزول میں سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اسی کتاب کے باب نمبر:۱۳''جہاد بالمال'' میں مفصل بیان ہو چکی ہے۔ جس میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ایک مسلمان مجاہد تن تنہا رومیوں کے لشکر جرار پر حملہ آور ہوا ان کے لشکر کے عین درمیان داخل ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بعض لوگوں نے جب اعتراض کیا کہ اس نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ تو سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: لوگو! تم اس آیت کا غلط معنی سمجھ رہے ہو۔ یہ تو ہم انصار کے بارے میں بطور ڈانٹ کے نازل ہوئی تھی۔ جب ہم نے سوچا کہ اسلام غالب آ چکا ہے اور ہمارے اموال و مواشی جہادی مشغولیت کی وجہ سے ضائع ہو گئے ہیں، لہٰذا ہم گھروں میں ٹھہر کر کاروبار، مال و مواشی کی اصلاح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: '' اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے اپنے مال خرچ کرتے رہو (اور جہاد چھوڑ دینے سے) اپنے آپ کو ہلاک اور برباد نہ کرو۔'' لہٰذا ہلاکت جہاد نہ کرنے میں ہے نہ کہ دشمنوں کی صفوں میں گھس جانے اور جان قربان کر دینے میں۔'' ۴۹ے

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۸۳۲] « عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ مِنْ رَجُلٍ غَزَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَانْهَزَمَ — یَعْنِی اَصْحَابَهٗ — فَعَلِمَ مَا عَلَیْهِ ۔ فَرَجَعَ حَتّٰی اُهْرِیْقَ دَمُهٗ ۔ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِمَلَائِكَتِهٖ : اُنْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ رَجَعَ رَغْبَةً فِیْمَا عِنْدِیْ وَ شَفَقَةً مِمَّا عِنْدِیْ حَتّٰی اُهْرِیْقَ دَمُهٗ » ۵۰ے

'' ہمارا رب عزوجل اس آدمی سے بہت خوش ہوتا ہے جو اللہ کی راہ میں مصروف جہاد ہو،

۴۸ے تفسیر الکشاف: ۱/۶۰ + تفسیر البیضاوی: ۱/۹۸

۴۹ے تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۰۱

۵۰ے صحیح أبوداؤد، کتاب الجهاد: باب فی الرّجل الّذی یشری نفسه، الحدیث: ۲۲۱۱

پھر کسی موقع پر اس کے ساتھی شکست کھا کر پیچھے ہٹ جائیں۔ لیکن وہ اپنی ذمہ داری کو جانتے ہوئے واپس میدان جنگ میں لوٹ آئے حتیٰ کہ اس کا خون بہا دیا جائے۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے: دیکھو میرا یہ بندہ میرے پاس موجود نعمتوں کی رغبت کی وجہ سے اور میرے عذاب کے خوف سے واپس لوٹ آیا حتیٰ کہ جہاد کرتے ہوئے اس کا خون بہا دیا گیا۔''

جنگ شروع کرنے سے پہلے خوشبو استعمال کرنا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے موسیٰ بن انس بیان کرتے ہیں:

[۸۳۳] «ذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ ـ قَالَ: أَتَى أَنَسٌ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ـ وَ قَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَ هُوَ يَتَحَنَّطُ ـ فَقَالَ: يَا عَمِّ! مَا يَحْبِسُكَ أَنْ لَا تَجِيْءَ؟ قَالَ الْآنَ يَا ابْنَ أَخِي ـ وَ جَعَلَ يَتَحَنَّطُ يَعْنِي مِنَ الْحَنُوْطِ ـ ثُمَّ جَاءَ فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ انْكِشَافًا مِنَ النَّاسِ ـ فَقَالَ هٰكَذَا عَنْ وُجُوْهِنَا حَتّٰى نُضَارِبَ الْقَوْمَ ـ مَا هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِئْسَ مَا عَوَّدْتُمْ أَقْرَانَكُمْ » [۵۱]

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ کے روز (جب خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب کا محاصرہ کیا تھا) ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنے رانوں کو برہنہ کر کے (حنوط) خوشبو کو استعمال فرما رہے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے چچا جان! میدان جنگ میں حاضر ہونے سے آپ کی تاخیر کا سبب کیا ہے؟ ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بھتیجے! میں ابھی حاضر ہوتا ہوں اور خوشبو ملنے لگے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ پھر دوبارہ آئے اور بیٹھ گئے اور اپنی گفتگو میں قوم کی شکست اور پسپائی کا ذکر کیا اور دونوں فوجوں کے درمیان جو بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا تھا اس کا ذکر کیا۔ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم جنگ کریں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے اس طرح ہرگز نہ کرتے تھے۔ (بلکہ تمام صفیں اپنی اپنی جگہوں پر ڈٹی رہتی تھیں) لوگو! تم نے اپنے مد مقابل دشمنوں کے ساتھ نہایت برا طریقہ اختیار کیا ہے۔''
(کیونکہ اگلی صفوں کے خالی ہونے سے دشمن کا حوصلہ بلند ہوگا)

[۵۱] صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب التحنط عند القتال ـ الحديث: ۲۸۴۵

ایک روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

[۸۳٤] «اَنَّ ثَابِتَ بنَ قَيسِ بنِ شَمَّاسٍ جَاءَ يَومَ اليَمَامَةِ وَ قَد تَحَنَّطَ وَ لَبِسَ ثَوبَينِ اَبيَضَينِ يُكَفَّنُ فِيهِمَا وَ قَدِ انهَزَمَ القَومُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَبرَءُ اِلَيكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ هٰؤُلَاءِ المُشرِكُونَ وَ اَعتَذِرُ اِلَيكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ۔ ثُمَّ قَالَ بِئسَ مَا عَوَّدتُم اَقرَانَكُم مُنذُ اليَومِ ـ خَلُّوا بَينَنَا وَ بَينَهُم سَاعَةً ـ فَحَمَلَ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ ......» [۵۲]

’’سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے روز وہ خوشبو استعمال کی جو میت کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اور بطور کفن دو سفید کپڑے زیب تن کیے۔ جبکہ قوم شکست کھا چکی تھی۔ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! میں مشرکین کے کردار سے تیرے حضور اپنی براءت پیش کرتا ہوں اور مسلمانوں کے عمل سے میری معذرت قبول فرما۔ پھر کہا: لوگو! تم نے اب تک اپنے مدمقابل کے ساتھ نہایت برا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اب تم تھوڑی دیر کے لیے ہمارے اور ان (دشمنوں) کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ چنانچہ ثابت یہ کہہ کر دشمن پر حملہ آور ہوئے اور قتال کرتے ہوئے راہ حق میں شہید ہو گئے۔‘‘

◉ امام مہلب اور دیگر محدثین فرماتے ہیں:

’’فِيهِ جَوَازُ اسْتِهْلَاكِ النَّفْسِ فِي الْجِهَادِ وَ تَرْكِ الْأَخْذِ بِالرُّخْصَةِ وَ التَّهْيِئَةِ لِلْمَوْتِ بِالتَّحَنُّطِ وَ التَّكْفِينِ وَ فِيهِ قُوَّةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ وَ صِحَّةُ يَقِينِهِ وَ نِيَّتِهِ وَ فِيهِ التَّدَاعِي إِلَى الْحَرْبِ وَالتَّحْرِيضِ عَلَيْهَا وَ تَوْبِيخُ مَنْ يَفِرُّ وَ فِيهِ الْإِشَارَةُ إِلَى مَا كَانَ الصَّحَابَةُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الشُّجَاعَةِ وَالثُّبَاتِ فِي الْحَرْبِ‘‘ [۵۳]

’’حدیث بالا سے درج ذیل مسائل اور فضائل ثابت ہوتے ہیں:

[1] جہاد فی سبیل اللہ میں کمزوری اور شکست کے وقت جان قربان کر دینا جائز ہے۔ باوجود اس کے کہ دشمن کے شدید حملے کے وقت جنگی مصلحت کے تحت نئی پلاننگ کے ساتھ لڑنے کے لیے میدان جہاد سے بھاگنے کی رخصت ہے۔ پھر بھی اگر کوئی مرد میدان اس رخصت کو ترک کر دیتا ہے اور جوانمردی اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے تو یہ جائز ہے۔ یہ نہ صرف جائز بلکہ ایک اچھا اقدام

۵۲ فتح الباری شرح صحیح البخاری=کتاب الجهاد:باب التحنط عند القتال ـ اس حدیث کو امام ابن سعد، امام طبرانی اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔

۵۳ فتح الباری: ٦/٢٩٦

ہے اور دخول جنت کا باعث ہے۔

۲ شہادت فی سبیل اللہ کے لیے حنوط خوشبو کا استعمال کرنا جو میت کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور کفن کا لباس استعمال کر کے موت کی تیاری کرنا صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

۳ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی میدان قتال میں قوت، بہادری، آخرت پر پختہ یقین اور خالص نیت ایک مجاہد کے لیے نمونہ ہیں۔

۴ جنگ اور معرکہ کرنے کی بھرپور دعوت دینا، اس کے لیے شوق اور رغبت دلانا، راہ فرار اختیار کرنے والوں کو سخت سست کہنا اور ڈانٹنا بھی اس واقعہ سے ثابت ہو رہا ہے۔

۵ اس واقعہ میں عہد نبوت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شجاعت، جوانمردی اور معرکہ میں ان کے کامل صبر و ثبات کا واضح اشارہ موجود ہے۔

۶ ''وہ جو وعدہ نبھا گئے'' عنوان کے تحت درج ذیل احادیث اور واقعات بیان ہو چکے ہیں۔

① غزوۂ احد میں سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ ''اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟''

③ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں مذکورہ ہے ''اس نے عمل تو تھوڑا کیا مگر اجر بہت زیادہ لے گیا۔''

④ غزوۂ احد میں سیدنا عمرو بن اُقیش رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔

⑤ غزوۂ بدر میں سیدنا عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔

⑥ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (قیس) سے مروی حدیث ''بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں تلے ہیں۔''

⑦ شہداء بئر معونہ کا قصہ۔

⑧ غزوۂ احد میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کا واقعہ۔

یہ تمام واقعات جانثاران اسلام کی راہ حق میں بے مثال قربانیوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔
افرادی قوت اور اسلحہ کی قلت کے باوجود فدایان ملت اسلامیہ کے دلیرانہ اقدامات اور طاقتور

دشمن کی لاتعداد صفوں پر تن تنہا حملہ آور ہونے کے نادر نمونے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مبارک دور کی اسلامی جنگوں میں بھی کثیر تعداد میں ایسی بہت زیادہ روشن مثالیں موجود ہیں:'' [۵۴]

عصر حاضر میں جدید ترین جنگی ٹیکنالوجی کا مقابلہ اور دفاع صرف اس ارشاد رسول اللہ ﷺ سے ممکن ہے۔ جس میں نبی ﷺ نے فرمایا: [۸۳۵] « اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ » [۵۵]
''جنگ ایک دھوکہ ہے۔'' (یعنی جنگ میں دشمن کو دھوکہ ہی تو دیا جاتا ہے۔)

چھاپہ مار کارروائیاں، گوریلہ جنگیں اور زیادہ تعداد والے طاقتور دشمن کے مقابلے میں فدائی مشن کارروائیوں کے تحت جان کی قربانیاں انتہائی کامیاب اور نتیجہ خیز جنگی تکنیکیں ہیں۔ لہٰذا مذکورہ جنگی طریقوں کی حیثیت محض مستحب کی ہی نہیں بلکہ فرض اور واجب کی ہے۔ کیونکہ اسلامی فوجوں کی اور مجاہدین اسلام کی تعداد کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کا انتظار فریضۂ جہاد کو معطل ٹھہرانے اور کتاب وسنت میں موجود جہادی مقاصد سے انحراف کے عین مترادف ہے۔

خودکشی اور جان فدائی کارروائیوں میں فرق:

خودکشی کرنا اور دشمن سے مقابلہ کے بغیر اپنی جان ختم کر دینا بالکل حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس کے ارتکاب پر سخت ڈانٹ وارد ہوئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۸۳۶] « مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ. وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ عُذِّبَ بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ. وَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ. » [۵۶]

''جس نے عمداً جھوٹ بولتے ہوئے اسلام کے سوا کسی دین کی قسم اٹھائی تو وہ اپنے قول کے مطابق جھوٹا شمار ہوگا۔ جس نے کسی تیز دھار آلہ قتل کے ساتھ خود کو قتل کیا اس کو جہنم میں اس تیز دھار آلہ کے ساتھ ہی عذاب دیا جائے گا۔ جس نے دنیا میں اپنے نفس کو کسی چیز کے ساتھ قتل کر لیا تو وہ جہنم میں اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

---

[۵۴] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۲/ ۲۴۱۔۲۴۳، ۳/ ۱۵۔۱۷ + تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۶۵

[۵۵] صحیح البخاری=کتاب الجهاد: باب الحرب خدعة، الحديث: ۲۸۶۶ + صحیح مسلم =کتاب الجهاد: باب جواز الخداع في الحرب، الحديث: ۱۷۳۹

[۵۶] صحیح البخاری=کتاب الجنائز: باب ماجاء في قاتل النّفس، الحديث: ۱۲۹۷ =وکتاب الأيمان والنّذور: باب من حلف بملّة سوى ملّة الإسلام، الحديث: ۶۲۷۶

[۸۳۷] «مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ـ وَ مَنْ شَرِبَ سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ـ وَ مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ وَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا» ۵۷

''جس نے اپنے آپ کو کسی چھری کے ساتھ قتل کر لیا پس اس کی چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے اپنے پیٹ میں گھونپتا ہی رہے گا۔ جس نے زہر نوشی کے ساتھ خود کو قتل کیا تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زہر کے گھونٹ ہی بھرتا رہے گا۔ جس نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں گرتا ہی جائے گا۔'' (أعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَ مِنْ آفَاتِهِ) آمین

نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر میں ایک ایسے شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا جو مسلمان ہونے کا دعویدار تھا:

[۸۳۸] «هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ» فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا ـ فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ ...... لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ. فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذٰلِكَ فَقَالَ: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ» ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى بِالنَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ...... إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَ إِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ» ۵۸

''یہ شخص اہل نار سے ہے۔حتیٰ کہ جب جنگ شروع ہوئی تو اس نے بڑا زبردست جنگی مظاہرہ کیا۔ پھر اسے ایک زخم لگ گیا...... جس پر وہ صبر نہ کر سکا اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالا۔ نبی ﷺ کو اس وقوعہ کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! میں شہادت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا۔ یقیناً جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسق و فاجر آدمی کے ذریعے بھی طاقتور اور مضبوط کر دیتا ہے۔''

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

---

۵۷ صحیح مسلم =کتاب الإیمان :باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه، الحدیث : ۱۰۹

۵۸ صحیح البخاری =کتاب الجهاد:باب إن الله یؤید الدین بالرجل الفاجر، الحدیث : ۲۸۹۷ + صحیح مسلم =کتاب الإیمان :باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه ، الحدیث : ۱۱۱

[۸۳۹] « كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ اللّٰهُ: بَدَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ »[۵۹]

(تم سے پہلی امتوں میں) ''ایک شخص کو کوئی زخم لگ گیا تھا اس نے بے صبری میں اپنے آپ کو قتل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کے بارے میں مجھ سے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔''

[۸۴۰] « فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَدِيْنَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَ هَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهِ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ۔ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ۔ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتّٰى مَاتَ ـ فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِيْ مَنَامِهِ۔ فَرَآهُ وَ هَيْئَتُهُ حَسَنَةٌ ـ وَ رَآهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ۔ فَقَالَ لَهُ: مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ؟ فَقَالَ غَفَرَلِيْ بِهِجْرَتِيْ إِلٰى نَبِيِّهِ ﷺ۔ فَقَالَ لَهُ: مَالِيْ أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ؟ قَالَ قِيْلَ لِيْ: لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: « اَللّٰهُمَّ وَ لِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ »[۶۰]

''جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی آپ کی طرف طفیل بن عمرو نے بھی ہجرت کی۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک آدمی نے بھی ہجرت کی۔ مدینہ کی آب وہوا ان کے لیے ناگوار ثابت ہوئی اور وہ شخص بیمار ہوگیا۔ مرض سے بے چین ہو کر اس نے چھری سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اسے حالتِ خواب میں دیکھا کہ اس کی شکل بہت خوبصورت ہے۔ نیز دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے ہے۔ سیدنا طفیل نے پوچھا: تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے؟ اس شخص نے بتایا میرے رب نے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کی بدولت مجھے بخش دیا ہے۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں تو اپنے ہاتھ ڈھانپے ہوئے ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ اس بارے مجھے کہا گیا جو کچھ تم نے از خود خراب کر لیا ہے ہم اسے درست نہیں کریں گے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے خواب کا قصہ رسول اللہ ﷺ کو بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی بخش دے۔''

---

۵۹ صحیح البخاري=كتاب الجنائز: باب ماجاء في قاتل النّفس، الحديث: ۱۲۹۸ + صحيح مسلم =كتاب الايمان: باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه، الحديث: ۱۱۳

۶۰ صحيح مسلم=كتاب الإيمان: باب الدّليل على انّ قاتل نفسه لايكفر، الحديث: ۱۱۶

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① خودکشی کرنا اور اپنی جان اپنے ہاتھوں ضائع کر دینا قطعی حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ اسی طرح جھوٹی قسم اٹھانا، غیر اللہ کی قسم اٹھانا اور دین اسلام کے بغیر کسی اور ملت کی قسم اٹھانا ہلاک کر دینے والے کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ کیونکہ خودکشی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اللہ کی تقدیر میں جلدی مچاتا ہے اور اللہ کے فیصلے پر خوش نہیں ہوتا۔ خودکشی سے غم وغصہ، جزع وفزع اور سخت قسم کی بے صبری کا اظہار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اوپر ذکر کی ہوئی قسموں میں ''شرک فی العبادۃ'' کا معنی موجود ہے۔

② خودکشی کرنے والا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ اسی صورت میں رہے گا جب وہ اس کام کو حرام جانتے ہوئے بھی حلال تصور کرے۔ کیونکہ کسی حرام چیز کو حلال قرار دینا کفر ہے اور کفر و شرک کی سزا جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے۔ یا پھر اس کا مطلب عام ہے، جو مشہور ہے۔ اس صورت میں ''خلود'' کا معنی ''لمبی مدت'' ہوگا۔ [۹۱]

③ خودکشی کرنے والا اگرچہ فاسق، فاجر اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے لیکن کافر نہیں بشرطیکہ وہ ایک حرام چیز کو حلال کرنے والا نہ ہو۔ خودکشی کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے درگزر اور بخشش کا مستحق ہے۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت اور جہاد اس جیسے بڑے بڑے تباہ کر دینے والے گناہوں کی معافی کا سبب بھی (بسا اوقات) نہیں بن سکتے۔

④ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے شخص کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع بھی نہیں فرمایا۔ [۹۲]

تاہم اکثر علماء کا موقف ہے کہ مقروض کی طرح خودکشی کرنے والے کے لیے نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم شروع شروع میں تھا۔ جس کا مقصد صرف ڈانٹنا اور ڈپٹنا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھنا ہی حرام ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ عوام الناس پڑھ لیں جبکہ

---

[۹۱] شرح النووی: ۱/ ۷۳

[۹۲] ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الجنائز: باب ترك الصلاة على القاتل نفسه ، الحديث : ۹۷۸۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی نقل کیا ہے۔

امیر وغیرہ قسم کا آدمی نہ پڑھے۔[۹۳]

⑤ خودکشی جب اللہ کے فیصلے میں اظہار ناراضگی اور تقدیر الٰہی میں عجلت بازی کی صورت میں ہو تو حرام ہے۔ لیکن جب حکم الٰہی کے مطابق اور غلبہ دین کی خاطر میدان قتال میں ہو تو جائز ہے۔ نا صرف جائز بلکہ مستحب ہے اور بعض ناگزیر صورتوں میں فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[٨٤١] ﴿ فَتُوبُوٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ...... ﴾ [البقرة: ٢/٥٤]

''اپنے پیدا کرنے والی کی طرف رجوع کرو اور اپنی جانوں کو قتل کرو۔''

[٨٤٢] ﴿ وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۗ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ ﴾ [النساء: ٤/٦٦]

''اور اگر ہم ان کو حکم دیتے کہ اپنے آپ کو مار ڈالو یا اپنے دیس سے نکل جاؤ تو ان لوگوں میں چند لوگوں کے سوا کوئی اس پر عمل نہ کرتا اور اگر یہ لوگ، جن باتوں کے ساتھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے، ان پر عمل کرتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا اور دین پر خوب جمے رہتے۔''[۹۴]

⑥ ایک راہب اور کم سن بچے کا واقعہ ایک حدیث میں مذکور ہے۔ غلام (بچہ) بادشاہ کو خود اپنی موت کا طریقہ سکھاتا ہے کہ [٨٤٣] «بِسْمِ اللّٰهِ وَ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ» پڑھ کر تیر پھینکو اور اسی طرح سے اس کی موت واقع ہوتی ہے۔ جو لاتعداد انسانوں کے دین حق کو قبول کر لینے کا باعث بنا۔ معلوم ہوا کہ غلبۂ حق کی خاطر خودکشی کرنا اور اپنی جان قربان کر دینا جائز اور مشروع ہے۔[۹۵]

⑦ خودکشی کرنے والا دنیاوی زندگی کی تکالیف سے رنجیدۂ خاطر اور ملامت کرنے والا ہوتا ہے۔ تقدیر الٰہی پر صبر وشکر نہیں کرتا۔ جبکہ غلبۂ حق کی خاطر دشمنوں کی صفوں میں گھیرا جانے والا اور جان قربان کر دینے والا جانثار اللہ کی جنت اور رضائے الٰہی کا طلبگار ہوتا ہے۔

((............... ⊛⊛⊛⊛⊛ ....))

---

۹۳ ملاحظہ ہو سنن الترمذي = كتاب الجنائز: باب فيمن يقتل نفسه لم يُصَلَّ عليه + سُبُلُ السّلام: ۲/۲۰۲

۹۴ القرطبي: ۱/۲۷۲

۹۵ ملاحظہ ہو صحيح مسلم = كتاب الزهد والرقائق: باب قصة الأخدود والساحر والراهب والغلام، الحديث: ۳۰۰۵

میری اُمت کی دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ
آگ سے بچائے گا ایک وہ جماعت جو
ہندوستان کیخلاف جہاد کریگی اور دُوسری
وہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ساتھ
دے گی۔
(صحیح النسائی کتاب الجہاد / باب ٤١)

باب: ۱۵

شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ

قرآن مجید کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[٨٤٤] ﴿...... فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝﴾ [آل عمران-۳: ۱۹۵]

”پس جن لوگوں نے ہجرت اختیار کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور (کفار کے ساتھ) قتال کیا اور قتل کر دیئے گئے۔ میں ضرور ان کے تمام گناہوں کو مٹا دوں گا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے اجر و ثواب ہے اور اللہ کے پاس بہت ہی اچھا ثواب ہے۔“

[٨٤٥] ﴿ وَ لَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝﴾ [آل عمران-۳: ۱۵۷]

”اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاؤ یا مر جاؤ گے تو اللہ کی طرف سے ملنے والی مغفرت اور رحمت اس (دنیاوی ساز و سامان) سے بہت ہی بہتر ہے جس کو وہ لوگ (کفار و منافقین) جمع کر رہے ہیں۔“

[٨٤٦] ﴿ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ [النساء-۴: ۷۴]

”پس ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں قتال کرنا چاہئے جو آخرت کے بدلے میں دنیا فروخت کر دیتے ہیں اور جو شخص اللہ کی راہ میں قتال کرے گا پھر قتل ہو گا یا غالب آئیگا تو ہم عنقریب اس کو بڑا عظیم الشان اجر و ثواب عطا کریں گے۔“

﴿ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ...... ﴾ کا مطلب :

اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اپنے وطن (مکہ) کو چھوڑا اور مدینہ میں جاگزیں ہوئے۔ اللہ کی اطاعت میں مکہ سے نکالے گئے ۔ پھر اللہ کے دشمنوں سے انہوں نے جہاد کیا اور اللہ کی راہ میں وہ شہید ہو گئے ۔

یہ جہاد کا سب سے اعلیٰ مقام ہے کہ مجاہد کفار کو قتل کرے اور خود بھی قتل ہو جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا اشرف ترین قتل کون سا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸٤۷] «مَنْ أُهْرِيْقَ دَمُهُ وَ عُقِرَ جَوَادُهُ»[1]

”جس کا خون بہہ جائے اور اس کا گھوڑا بھی زخمی ہو جائے ۔“

ایسے مجاہد شخص کے تمام گناہوں کی معافی ہو جائے گی جیسا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی حدیث میں ہے :

[۸٤۸] «أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ »[2، 3]

”کیا خیال ہے اگر میں اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤں قتل کیا جاؤں۔“ (یہ حدیث تفصیل کے ساتھ آگے الرّقم المسلسل = ۸٥۰ پر آ رہی ہے)

[۸٤۹] ﴿ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ ......O﴾ [آل عمران= ۳:۱٥۷] سے یہ مفہوم واضح ہو رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا اور مر جانا دونوں ہی رحمت ، بخشش اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔[4]

﴿ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾......کا مطلب:

اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا شہید ہو جائے یا غالب آ جائے دونوں صورتوں میں ہم اس کو عظیم اجر و ثواب عطا کریں گے۔

---

[1] صحیح ابو داؤد= کتاب الوتر : باب طُولِ القیام ، الحدیث: ۱۲۸٦ + صحیح النّسائی= کتاب الزّکاۃ : باب جهد المقلّ، الحدیث: ۲۳٦٦ +صحیح ابن حبّان = کتاب السّیر : باب فضل الجهاد / ذکر البیان بأنّ افضل الجهاد ما رُزق المرأ فیه الشّهادۃ ، الحدیث: ٤٦۲۰

[2] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۲٤۱

[3] القرطبی: ٤/ ۲۰۳ + تفسیر ابن کثیر: ۱/ ٤۷۹

[4] تفسیر ابن کثیر : ۱/ ٤٥۳

اس کی تفسیر میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے جنت یا اجر اور مال غنیمت کے حصول کا ضامن اور کفیل ہے۔[۵]

اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ شہید کے تمام گناہوں کی معافی اور بخشش ہو جائے اور وہ جنت کا مستحق ٹھہرے۔[۶]

آیات مذکورہ کی مکمل تفسیر وتشریح کے لئے مندرجہ ذیل صحیح احادیث کا مطالعہ مفید ہوگا:

احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں شہید کے اعزازات:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور بیان کیا:

[۸۵۰] «اَنَّ الْجِهَادَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ» فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ تُکَفَّرُ عَنِّی خَطَایَایَ۔ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نَعَمْ! اِنْ قُتِلْتَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ» ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ «کَیْفَ قُلْتَ؟» قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ تُکَفَّرُ عَنِّی خَطَایَایَ؟ فَقَالَ: «نَعَمْ وَ اَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ قَالَ لِی ذٰلِكَ» [۷]

"جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ تمام اعمال سے افضل ترین عمل ہیں۔ یہ بات سن کر ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بتلایئے: اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں تو (یہ قتل) میری تمام خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا: جی ہاں! مگر شرط یہ ہے کہ تو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے اور تو ثابت قدمی سے لڑنے والا ہو، اجر وثواب طلب کرنے والا ہو، بڑھنے والا ہو اور پشت نہ دکھانے والا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ پوچھا: تو نے کیسے کہا؟ اس نے پھر عرض کیا کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ معاف ہو جائینگے تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: جی ہاں! بشرطیکہ تو ثابت قدم ہو، اجر وثواب کا طالب ہو، آگے بڑھنے والا ہو اور پشت نہ

۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹
۶ القرطبی: ۵/۱۷۹
۷ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۴۰

دکھانے والا ہو تو قرض کے سوا تیرے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ کیونکہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ (قرض کا مستثنیٰ ہونا اب) بتلایا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[٨٥١] « يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيْدِ كُلَّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ » ۵

"اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیتا ہے۔"

ایک روایت میں یوں ارشاد ہے:

[٨٥٢] « اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ » ۶

"قتل فی سبیل اللہ قرض کے سوا ہر خطاء کا کفارہ ہے۔"

سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[٨٥٣] « لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ: يُغْفَرُ لَهُ فِيْ أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَ يُرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ۔ وَ يُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ يَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَ يُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ۔ اَلْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا ۔وَ يُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ ۔وَ يُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ أَقَارِبِهِ » ۷

"شہید فی سبیل اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس چھ امتیازات ہیں:

1. اسے پہلے ہی لمحے یعنی خون کا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں اس کا خاص مقام دکھا دیا جاتا ہے۔
2. اس کو عذاب قبر سے پناہ دی جاتی ہے۔
3. وہ قیامت کے دن "فزع اکبر" (یعنی سب سے بڑی گھبراہٹ جب اعمال نامہ تولا جارہا ہوگا) سے محفوظ ہوگا۔
4. اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا، جس کا ایک موتی دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ بہتر ہوگا۔
5. اس کو بہتر (۷۲) خوبصورت آنکھوں والی حوروں کے ساتھ بیاہ دیا جائے گا۔

---

۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٢٤٢

۶ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٢٢

۷ صحیح التّرمذی، أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء أيّ النّاس أفضل / بابٌ منه ، الحديث: ١٢٥٨+صحيح أبوداؤد، كتاب الجهاد: باب في الشّهيد يُشَفَّع ، الحديث: ٢٥٢١

6 ستر قرابتداروں میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

مورچہ بندی اور سرحدوں پر پہرہ دینے کے باب میں اس کی تائید کرنے والی درج ذیل صحیح حدیث ہے:

[٨٥٤] «كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ، فَإِنَّهُ يَنْمُولَهُ عَمَلُهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَيُؤْمَنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ»[1]

7 ''ہر میت کا خاتمہ اس کے آخری اعمال پر کر دیا جاتا ہے سوائے اس شخص کے جو سرحدوں پر پہرہ دیتا رہا ہو۔ چنانچہ اس کے نیک اعمال قیامت تک نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔ وہ فتنۂ قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔''

8 ایک روایت میں ہے:[٨٥٥] «وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ»[2]

''(جنت سے) اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے۔''

گویا یہ کل آٹھ امتیازی اوصاف ہیں جو مجموعی طور پر بغیر کسی اختلاف کے صرف شہید کے لئے مخصوص ہیں۔ تاہم ان میں سے بعض اوصاف انفرادی طور پر بھی صرف شہید کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ مثلاً:

1. تمام نیک اعمال کا قیامت تک جاری رہنا اور نشو ونما پاتے رہنا۔
2. پہلے ہی لمحے بخش دیا جانا اور جنت میں اپنا خاص مقام دیکھ لینا۔
3. روز قیامت سے پہلے ہی جنت میں داخلہ۔

اور شاید یہی وجہ ہے کہ شہید قتل کی تکلیف کو چیونٹی کے ڈسنے سے زیادہ محسوس نہیں کرتا۔ جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٨٥٦] «مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ»[3]

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:٥٧٩

[2] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:٥٧٨

[3] صحيح الترمذي= أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء أي الناس أفضل/باب منه، الحديث:١٣٦٢+صحيح ابن ماجة= كتاب الجهاد: باب فضل الشهادة في سبيل الله، الحديث:٢٢٦٠+صحيح النسائي= كتاب الجهاد: باب ما يجد الشهيد من الألم، الحديث:٢٩٦٣

''شہید قتل کی تکلیف ایسے ہی محسوس کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے ڈسنے کی تکلیف پاتا ہے۔''

قتل ہونے والے تین شخص:

سیدنا عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۸۵۷] «اَلْقَتْلٰی ثَلٰثَۃٌ : مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى يُقْتَلَ۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ« فَذَالِكَ الشَّهِيْدُ الْمُمْتَحَنُ فِيْ خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ وَ لَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ اِلَّا بِفَضْلِ دَرَجَةِ النُّبُوَّةِ —— وَ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ اٰخَرَ سَيِّئًا جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ» قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ : مُمَصْمِصَةٌ مَحَتْ ذُنُوْبَهٗ وَ خَطَايَاهُ اِنَّ السَّيْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَايَا وَ اُدْخِلَ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ —— وَمُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ و بِمَالِهٖ ۔ فَاِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ فَذَاكَ فِي النَّارِ اِنَّ السَّيْفَ لَا يَمْحُو النِّفَاقَ »[1]

''مقتولین کی تین اقسام ہیں:

[۱] وہ مومن مجاہد جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے جب دشمن سے ملتا ہے تو خوب لڑائی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ شہید ہوجاتا ہے اس شہید کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کے عرش کے نیچے خیمہ میں قیام کرنے والا شہید ہے۔ جس سے انبیاء کرام صرف درجۂ نبوت میں فائق ہیں۔

[۲] ایسا مومن جس کے نیک اعمال بھی ہوں اور برے اعمال بھی ہوں۔ وہ اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے حتیٰ کہ قتل ہوجائے ۔تو یہ شہادت تمام گناہوں سے پاک کرنے والی ہے جو اس کے تمام گناہ اور خطائیں مٹادے گی۔ بلاشبہ تلوار خطاؤں کو مٹانے والی ہے اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کیا جائے گا۔

[۳] منافق مقتول جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ جب دشمن سے ملتا ہے تو جنگ کرتے کرتے شہید ہو جاتا ہے یہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ اس لئے کہ تلوار نفاق کو ختم نہیں کرسکتی۔

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل:۲۶۸

احادیث کا مطلب:

مذکورہ بالا تمام احادیث اور سورۂ آل عمران کی آیات: ۱۵۷۔۱۹۵ اور سورۃ النساء کی آیت: ۷۴ کا ایک ہی مفہوم ہے۔

یہ تمام آیات و احادیث بڑی وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کرتی ہیں کہ شہادت فی سبیل اللہ تمام خطاؤں کا کفارہ اور مکمل مغفرت ہے اور یہ کہ شہادت کی موت گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔ لیکن صحیح مسلم اور ترمذی وغیرہ کی وہ حدیث جس میں قرضہ کی معافی کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ وہ بظاہر مذکورہ بالا آیات اور بقیہ تمام احادیث سے مختلف معلوم ہوتی ہیں یا پھر ان تمام احادیث اور آیات کے مفہوم کو خاص کر رہی ہیں۔ لیکن ان تمام دلائل کا ایک مشترک معنی نکالنے اور تعارض دور کرنے کی مندرجہ ذیل چند صورتیں ملاحظہ کرنے سے کوئی اشکال اور شبہ باقی نہیں رہتا۔

''شہید کے قرض کے سوا تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں'' کی تحقیق:

1. قرض چونکہ حقوق العباد سے متعلق ہے۔ لہٰذا شہید اگر مقروض ہو اور قرضے کی ادائیگی کے لئے کچھ رقم وغیرہ بھی نہ چھوڑ جائے تو ابتدائے اسلام میں ایسے شہید کے لئے یہی حکم تھا۔ جیسا کہ شروع شروع میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عام مقروض کا جنازہ پڑھنے سے بھی احتراز فرمایا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۸۵۸] «فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ: أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاءُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ» [1]

''لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتوحات عطا فرما دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار اور قریبی ہوں۔ پس جو مومن اپنے ذمے قرضہ چھوڑ کر فوت ہو جائے تو میں اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں اور جو کوئی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔''

لہٰذا کچھ بعید نہیں کہ فتوحات اسلامیہ اور بہت زیادہ مال غنیمت کے حاصل ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شہدائے اسلام کے قرضہ جات کی ذمہ داری بھی اپنے مہربان کندھوں پر

---

[1] صحیح البخاری = کتاب الکفالۃ: باب الدین، الحدیث: ۲۱۷۶ + صحیح مسلم = کتاب الفرائض: باب من ترک مالاً فلورثتہ، الحدیث: ۱۶۱۹

ڈال لی ہو۔ بلکہ تمام احادیث سے مجموعی طور پر یہی بات یقینی نظر آتی ہے۔ کیونکہ جانوں کی قربانی پیش کرنے والے مجاہدین اسلام عام مسلمانوں کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ملنے والی اس اعانت اور رعائت کے کہیں زیادہ حقدار ہیں۔ [۱]

٢ قرض اگرچہ حقوق العباد میں سے ہے لیکن شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کی کامل اور مکمل مغفرت کے عہد و میثاق ہیں۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۸۵۹] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝ ﴾ [الصف=۶۱: ۱۰-۱۲]

''اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت کی طرف رہنمائی نہ کروں۔جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دلادے۔اور وہ یہ ہے کہ (اگر) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو گے تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہو گا، اگر تم جان لو۔ اللہ تمہارے تمام گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے دریا بہتے ہیں اور پاکیزہ مکانات ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کی جنتوں میں (تیار) ہیں، داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔''

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۸۶۰] ﴿ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ...... ﴾

[آل عمران=۳: ۱۹۵]

''میں ان (راہ حق کے شہداء) کے تمام گناہوں کا کفارہ کردوں گا اور ان کو لازماً ایسی جنتوں میں داخل کرونگا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔''

الغرض سورۃ الصف میں ارشاد فرمایا: ''وہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔''

[الصف=۶۱: ۱۲]

اورسورۂ آل عمران میں فرمایا: ''البتہ میں ضرور تمہارے گناہوں کو مٹادوں گا۔''

[آل عمران=۳: ۱۹۵]

---

[۱] المنتقی مع المؤطا: ۳/۲۰۶ + نیل الأوطار: ۷/۲۳۵

ان دونوں آیتوں میں تمام گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ہے۔ان دونوں جملوں میں کوئی ایسا حرف نہیں جس سے ''بعض'' یا ''کچھ'' معنی نکل رہا ہو۔ لہٰذا ان کو اپنے عام معنی پر محمول کرنا ضروری ہے۔مذکورہ بالا وعدوں اور عہدوں کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آخرت میں قرض خواہوں کو مقروض شہداء کی طرف سے راضی فرمالیں گے۔ (إِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ)

۳ قرض کا حقوق العباد سے ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کسی بھی توبہ یا کفارہ سے معاف نہیں ہوسکتا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸٦١] ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ...... ﴾ [النساء=٤:٤٨،١١٦]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے کا جرم معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ ہر گناہ جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔''

اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

[۸٦٢] ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ [الزمر=٣٩:٥٣]

''بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو (شرک کے سوا) بخش دیتا ہے۔''

اس طرح شرک کے علاوہ وہ تمام گناہ جن کو بخش دینے کی اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے امید دلاتا ہے ان میں قرض کی عدم ادائیگی بھی تو ہے۔راہب سمیت ایک سو انسانوں کے قاتل کی حدیث بھی بہت بڑی دلیل ہے۔جس کو سچی توبہ کا خالص ارادہ کر لینے پر اللہ تعالیٰ نے مغفرت کے ساتھ سرفراز فرمادیا تھا۔ [۴۷]

لہٰذا اللہ کی مغفرت اور بخشش کو محدود اور مشروط نہیں کیا جا سکتا۔ پھر شہادت فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کونسا کفارہ اور کونسی توبہ ہوسکتی ہے؟ تبھی تو رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کے متعلق یہ بشارت سنائی:

[۸٦٣] ((اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَ لَمْ يُغَسَّلُوْا وَ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ)) [۴۸]

---

[۴۷] لاحظ =صحيح البخاري = كتاب الأنبياء: باب حديث الغار، الحديث: ٣٤٨٣+ صحيح مسلم = كتاب التوبة: باب قبول توبة القاتل و إن كثر قتله، الحديث: ٢٧٦٦

[۴۸] صحيح البخاري = كتاب الجنائز: باب الصلوة على الشهيد، الحديث: ١٣٧٨

''ان شہداء پر میں قیامت کے روز گواہی دوں گا۔ ان کو ان کے خونوں سمیت دفن کرنے کا حکم جاری فرمایا (کہ ان کے خون قیامت کے دن کستوری کی خوشبو بنیں گے) اور غسل بھی نہ دیا گیا (کیونکہ قتل فی سبیل اللہ ہی ان کے لئے سب سے بڑا غسل تھا) اور ان کا جنازہ نہیں پڑھا۔'' (اس لئے کہ نماز جنازہ میں بخشش کی دعا ہی تو ہوتی ہے۔)

مذکورہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ یہ ہے:

① شہادت فی سبیل اللہ گناہوں اور خطاؤں کے لئے سب سے بڑا کفارہ ہے، شہید کا جنت میں داخلہ یقینی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ وعدہ ہے۔ جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''البتہ میں ضرور ان کے گناہ ان سے مٹا دونگا اور البتہ میں ضرور ان کو بہشتوں میں داخل کردونگا۔'' [آل عمران-۳:۱۹۵]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں وعدے تاکید اور مزید تاکید سے بیان ہوئے ہیں۔ دونوں جملوں اور دونوں وعدوں میں گرائمر کے قواعد کی رو سے تاکیدیں استعمال ہوئی ہیں۔ مثلاً لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ کی وجہ سے تاکید در تاکید کا معنیٰ واضح ہے۔

② مجاہد فی سبیل اللہ میدان جنگ میں قتل ہو یا کسی بھی دوسری وجہ سے اس کی موت آجائے۔ وہ شہید اور مغفرت و رحمت کا مستحق ہے۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت: ۱۵۷ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہید اور غازی دونوں اجر عظیم کے حقدار ہیں۔ جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت: ۷۴ سے معلوم ہوتا ہے۔

③ شہادت شہید کے لئے تمام گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہے۔ بشرطیکہ وہ میدان جہاد میں ثابت قدم ہو، اجر و ثواب کا طالب ہو، آگے بڑھنے والا ہو اور پشت نہ دکھانے والا ہو۔ قرض کے علاوہ تمام گناہوں کے معاف ہونے والی بات ابتدائے اسلام میں تھی۔ وہ بھی حقوق العباد کی اہمیت کی طرف توجہ دلانے کے لئے ایسا کہا گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسلامی فتوحات کے بعد یہ حکم منسوخ کردیا اور یہ شہادت فی سبیل اللہ بدستور مکمل اور کامل مغفرت قرار پائی۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

④ شہید کے مجموعی طور پر آٹھ (۶+۲=۸) امتیازی اوصاف ہیں۔جن کا مجموعہ شہید کے علاوہ کسی دوسرے مومن میں نہیں پایا جاتا۔ اگرچہ انفرادی طور پر ان میں سے بعض اوصاف دوسروں میں پائے جاسکتے ہیں ۔ تاہم مذکورہ بالا آٹھ اوصاف میں سے تین ایسے ہیں جو صرف شہید کا ہی طرہ امتیاز ہیں اور وہ انفرادی طور پر بھی کسی شخص میں نہیں پائے جاتے۔

① موت کے بعد بھی زندگی کے نیک اعمال کا نشو ونما پاتے رہنا۔

② پہلے ہی لمحے (قطرہ خون گرتے ہی) بخش دیا جانا اور جنت میں اپنا خاص مقام دیکھ لینا۔

③ قیامت رونما ہونے سے قبل ہی جنت میں داخلہ۔

⑤ میدان جنگ میں قتل ہونے والے تین قسم کے لوگ ہیں:

① مومن اور پرہیزگار شہید جس سے انبیاء کرام صرف درجہ نبوت میں فائق ہیں۔

② اچھے اور برے ملے جلے اعمال والا شہید ، اس کے تمام گناہوں کے لئے تلوار (خطاؤں کو مٹانے والی) ہوگی۔

③ منافق مقتول یہ سیدھا جہنم واصل ہوگا۔

⑥ مذکورہ بالا آیات اور صحیح احادیث صراحت کے ساتھ شہادت فی سبیل اللہ کو تمام خطاؤں کا کفارہ قرار دیتی ہیں ۔ جبکہ صحیح مسلم کی حدیث اور جامع ترمذی وغیرہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض کے سوا تمام گناہ معاف ہوتے ہیں ﷺ ان دونوں قسم کی احادیث میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں۔ شہید کے گناہوں میں سے صرف قرض کی عدم معافی کا حکم حقوق العباد کی اہمیت اجاگر کرنے کی غرض سے دیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ خالص دل سے کی ہوئی توبہ سے شرک کے علاوہ تمام خطاؤں کو معاف کردیتا ہے۔

⑦ حدیث رسول ﷺ '' میں مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار

ہوں......'' قرض والی حدیث کے حکم کو ختم اور منسوخ کرنے والی ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هَلْ كَانَ ذَالِكَ مِنْ خَصَاصَةٍ أَوْ يَجِبُ عَلَى وُلَاةِ الْأَمْرِ بَعْدَهُ وَ الرَّاجِحُ الْإِسْتِمْرَارُ لٰكِنْ وُجُوْبَ الْوَفَاءِ إِنَّمَا هُوَ مِنْ مَالِ الْمَصَالِحِ. قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ: فَإِنْ لَمْ يُعْطِ الْإِمَامُ عَنْهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لَمْ يُحْبَسْ عَنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّ الْقَدْرَ الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ -" [۱]

''مقروض میت کے قرض کی ادائیگی نبی ﷺ کی خصوصیت تھی یا آپ ﷺ کے بعد تمام مسلمان حکمرانوں پر بھی واجب ہے۔راجح قول یہی ہے کہ یہ حکم جاری و ساری ہے۔ البتہ ادائیگی (بیت المال) سے واجب ہوگی۔ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا ہے: اگر امام بیت المال سے ادائیگی نہ کرے تو بھی مقروض کو دخول جنت سے نہیں روکا جائے گا۔ کیونکہ وہ بیت المال کے اموال میں اس قدر حق رکھتا ہے جس قدر اس پر قرض ہے۔''

⑧ اوپر بیان کئے ہوئے مفہوم سے دونوں قسم کی صحیح احادیث قابل عمل رہیں گی اور مقروض شہید کے قرضے کی ادائیگی مسلم حکمرانوں پر لازم ہوگی۔ کیونکہ ایک عام مسلمان کے مقابلہ میں دین حق کی سربلندی کے لئے شہید ہونے والے خصوصی رعائت اور ریلیف کے حق دار ہیں۔ [۲]

⑨ محدثین کے نزدیک قرض کی عدم ادائیگی کے علاوہ تمام گناہوں کا معاف ہونا فتوحات اسلامیہ سے قبل تھا۔ بعد ازاں یہ حکم ختم ہوگیا یا پھر عام حکم میں خصوص پیدا ہوگیا ہے۔امام ابن حبان رحمہ اللہ کا صحیح ابن حبان میں قائم کیا ہوا عنوان درج ذیل ہے:

" ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ تَرْكَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الصَّلٰوةَ عَلَى الْغَالِّ وَ عَلٰى مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ إِنَّمَا كَانَ ذَالِكَ فِيْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ قَبْلَ فَتْحِ اللّٰهِ جَلَّ وَ عَلَا عَلٰى صَفِيِّهِ

[۱] فتح الباری = کتاب الفرائض: ۱۲/ ۷ + شرح النووی: ۲/ ۳۵

[۲] المنتقی شرح المؤطا: ۳/ ۲۰۶ + نیل الأوطار: ۷/ ۲۳۵

الْمُصْطَفٰی الْفُتُوحَ ‘‘ [۲۱]

’’ اس بات کا بیان کہ مصطفی ﷺ کا خائن اور مقروض کا جنازہ نہ پڑھنا۔ ابتدائے اسلام میں تھا۔ جبکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفی ﷺ پر فتوحات کا دروازہ نہیں کھولا تھا۔‘‘

اور اس کے بعد امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث لائے ہیں جس کے ابتدائی الفاظ یوں ہیں:

[۸٦٤] «أَنَا أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ » [۲۲]

’’ میں مومنوں کے لیے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔‘‘

⑩ حدیث رسول ﷺ: [۸٦٥] «أَنَا أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ...... » [۲۳] میں بھی تقریباً وہی مضمون بیان ہوا ہے۔ جو سورۂ احزاب کی آیت: (٦) [۸٦٦] ﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ...... ﴾ میں بیان ہوا ہے لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ حدیث سورۂ احزاب کی آیت: ٦ کی تفسیر و تشریح ہے۔ مذکورہ آیت اور حدیث رعیت کے لئے حکومت کی ذمہ داریوں کے مختلف قسم کے مسائل اور احکام کے بیان میں اسلام کی سیاست کا ایسا عظیم الشان اور زریں اصول پیش کرتی ہے۔ جس کی کوئی ادنیٰ ترین مثال بھی دیگر مذاہب عالم میں نہیں ملتی۔‘‘ [۲۴]

⑪ اللہ کے ساتھ شرک کے علاوہ دانستہ قتل سمیت تمام کبیرہ گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس بات پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔ توبہ اور مغفرت سے متعلق اوپر بیان کردہ آیات اور بخاری و مسلم کی سو (۱۰۰) افراد قتل کرنے والے شخص والی حدیث واضح اور صریح دلائل ہیں۔

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’ هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَ إِجْمَاعُهِمْ عَلٰی صِحَّةِ تَوْبَةِ الْقَاتِلِ عَمْدًا وَ لَمْ يُخَالِفْ أَحَدٌ

---

[۲۱] ملاحظہ ہو صحیح ابن حبان= کتاب السیر : باب فضل الجهاد / ذکر البیان بأن ترك المصطفى صلّى الله عليه وسلّم الصّلوة على الغالّ وعلى من مات و عليه دين ، الحديث: ٤٨٢٤ + الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ٤/ ١٧٥

[۲۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۸۵۸

[۲۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۸۵۸

[۲۴] تفسیر القرطبی: ٤/ ١٧٥، ٢٠٣ + تفسیر ابن کثیر: ١/ ٤٧٩، ٤٨٠ و ٤/ ٤٥٣

یَتُهُمْ إِلَّا ابْنُ عَبَّاسٍ [۵۵]

''اہل علم کا یہی موقف ہے اور تمام اہل علم کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی نے بھی اس بارے اختلاف نہیں کیا۔''

۱۴ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت اور بے حساب بخشش کی بناء پر متعدد نیک اعمال مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کو گناہوں کی معافی کا موجب ٹھہرایا ہے۔تاہم توبہ ،استغفار اور شہادت فی سبیل اللہ گناہوں کی تلافی کے لیے عظیم ترین وسائل ہیں۔مزید تفصیل کے لیے **ملاحظہ ہو**:

۱ سورة الصّف: ۱۰۔۱۲

۲ صحيح البخاري = كتاب الجهاد: ۱/ ۳۹۰۔۳۹۲

۳ شرح النّووي = كتاب الجهاد: ۲/ ۱۳۳۔۱۳۶۔ وكتاب التّوبة: ۲/ ۳۵۷۔۳۶۰

۴ شرح الطِّيبي على مشكوة المصابيح: ۷/ ۲۶۲، ۳۱۲

((.................. ❀❀❀❀❀ ....))

---

[۵۵] شرح النّووي: ۲/ ۳۵۹

باب:۱۶

شہداء کی زندگی کی حقیقت

بہترین برزخی حیات اور رزق الٰہی:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۶۷]﴿ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝﴾ [البقرۃ=۲:۱۵۴]

"(اے ایماندارو!) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں ان کو مردے مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے۔"

[۸۶۸]﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ [آل عمران=۳:۱۶۹-۱۷۱]

"(اے نبی!) جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ ہرگز گمان نہ کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ نے ان کو جو اپنا فضل و انعام دیا ہے وہ اس پر بہت خوش ہیں۔ اور ان لوگوں کو جو ان کے پیچھے ہیں اور ابھی ان سے نہیں ملے خوشخبری دیتے ہیں کہ ان پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا اور وہ اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ خوش ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا اجر و ثواب ضائع نہیں کرتا۔"

[۸۶۹]﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝﴾ [الحدید=۵۷:۱۹]

"اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے بس وہی اپنے رب کے ہاں صدیقین اور شہداء ہیں۔ ان کے لئے ان کا (مخصوص) اجر اور روشنی ہوگی اور جو لوگ کافر ہوگئے اور

ہماری آیات کو جھٹلایا بس وہی جہنم والے ہیں۔''

مذکورہ آیات کی تشریح:

"اَمْوَاتٌ" "مَيِّتٌ" کی جمع ہے۔ "اَحْيَآءٌ" "حَيٌّ" کی جمع ہے۔ اَمْوَاتٌ خبر واقع ہو رہی ہے اس کا مبتدا "هُم" محذوف ہے۔ اسی طرح اَحْيَآءٌ بھی خبر ہے اور "هُم" مبتدا محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی۔ "هُمْ اَمْوَاتٌ" وہ مردے ہیں۔ "هُمْ اَحْيَاءٌ" وہ زندہ ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اور دیگر اہل سنت مفسرین اس آیت سے عذاب قبر کے صحیح اور ثابت ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ جب شہداء کو رزق اور انعام کے لئے زندہ کیا جا سکتا ہے تو کفار کو مرنے کے بعد عذاب قبر کے لئے بھی زندہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ زندگی برزخی اور غیر شعوری ہے اور اس کا یہ معنی کرنا کہ "سَيَحْيَوْنَ" یعنی ''وہ عنقریب زندہ ہو جائیں گے'' بالکل غلط اور باطل ہے۔ جیسا کہ معتزلہ کا اعتقاد ہے۔ یہ غلط اس لئے ہے کہ مستقبل کی زندگی تو سب کو حاصل ہوگی پھر شہداء کو خاص کرنے کا کیا معنیٰ؟ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ''اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے'' بھی اس اعتقاد فاسد کی نفی کرتا ہے۔ کیونکہ آخرت کی زندگی تو مومنین کے لئے سمجھ آنے والی ہے۔ اور ان کو اس کا یقینی علم حاصل ہے۔ پھر ''تم شعور نہیں رکھتے'' کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات اور بہت زیادہ صحیح اور متواتر احادیث برزخی زندگی اور قبر کے عذاب اور ثواب کے صحیح ہونے پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۷۰] ﴿مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا﴾ [نوح-۷۱:۲۵]

''وہ لوگ (یعنی قوم نوح) اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے اور پھر آگ میں داخل کر دیے گئے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۸۷۱] ﴿......وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝﴾ [غافر-۴۰:۴۵،۴۶]

''......اور قوم فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ وہ آگ ہے جس پر وہ صبح شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو کہا جائے گا) فرعونیوں کو سخت ترین

عذاب میں داخل کردو۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں قبر کے عذاب اور ثواب کے صحیح ہونے کے بارے بہت زیادہ صحیح احادیث موجود ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۷۲] «اَلْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ: يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ...... ﴾ [ابراهيم=١٤: ٢٧] »[1]

"مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوگا تو وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے گا۔ اور یہی مراد ہے اللہ کے اس فرمان سے کہ "اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو "قول ثابت" یعنی کلمہ توحید کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت یعنی (قبر کے سوالات میں) ثابت قدم رکھے گا۔"

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۸۷۳] « ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا...... ﴾ نَزَلَتْ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ »[2]

"یہ آیت "اللہ تعالیٰ مومنوں کو ثابت قدم رکھے گا ......" عذاب قبر کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۷۴] « إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ۔ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ۔ وَ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ ، فَيُقَالُ : هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »[3]

"جب کوئی شخص تم میں سے فوت ہو جاتا ہے تو صبح وشام اس پر اس کا (مقام اور ٹھکانہ) پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت سے ہے تو اہل جنت کا مقام اور اگر اہل جہنم سے ہے تو اہل جہنم کا مقام اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا مقام ہے حتیٰ کہ اللہ تجھے

---

[1] صحيح البخارى =كتاب التّفسير/تفسير سورة ابراهيم:باب﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ...... ﴾ الحديث:٤٤٢٢+صحيح مسلم = كتاب الجنّة و صفة نعيمها و أهلها :باب عرض مقعد الميّت من الجنّة أو النّار عليه، الحديث:٢٨٧١

[2] صحيح البخارى = كتاب الجنائز: باب ماجاء في عذاب القبر، الحديث:١٣٠٣

[3] صحيح البخارى = كتاب الجنائز: باب الميّت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي، الحديث:١٣١٣+صحيح مسلم= كتاب الجنّة و صفة نعيمها و اهلها، باب عرض مقعدالميّت من الجنّة أو النّار عليه، الحديث:٢٨٦٦

قیامت کے دن اٹھائے گا۔''

رسول اللہ ﷺ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔'' ؏

ان کے علاوہ بہت زیادہ صحیح احادیث سے قبر کا عذاب ثابت ہے۔ لہٰذا قبر کے عذاب اور ثواب کا عقیدہ ایک مومن کے ایمان کا بنیادی حصہ ہے۔ اس کا انکار خصوصاً اس بناء پر کہ یہ عقل ظاہر روز مرہ مشاہدات اور نظر آنے والی چیزوں کے خلاف ہے۔ صریحاً بے دینی، گمراہی اور کفریہ عقیدہ ہے۔ عقل پرستی کی بنیاد پر عذاب قبر کے انکار کے اندھے فتنے نے مختلف ادوار میں امت مسلمہ کے ایمان اور یقین کو ڈانواں ڈول کرنے میں بھی بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اس کے زہریلے اثرات سے بے دینی اور مرتد ہونے کی بہت ہی قبیح شکلیں نمودار ہوتی رہی ہیں۔ عصر حاضر میں جبکہ مادہ پرستی کا پودا عروج پر ہے یہ فتنہ نئی شکل وصورت میں سر اٹھا رہا ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کو توحید کے حوالہ سے اس اسلامی عقیدے سے برگشتہ کرنے کی مذموم جدو جہد جاری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برزخی زندگی اور ثواب اور عذاب قبر کے اعتقاد سے قبر پرستی کا دروازہ کھلتا ہے۔ لہٰذا سرے سے شرک کی طرف لے جانے والے اس ذریعہ اور دروازہ کو ہی بند کر دینا چاہئے۔

یہ منطق تسلیم کرنے کی صورت میں ہمیں دینی عقائد کے بہت سارے دروازے بند کرنے پڑیں گے، جو ایمانیات کی اصل بنیاد ہیں۔ لیکن جاہل لوگوں نے ان کو مختلف اعتقادی اور عملی بدعات کا وسیلہ بنا رکھا ہے۔ لہٰذا اصلاح احوال کا یہ طریقہ کسی طور قابل تسلیم اور قابل عمل نہیں ہے۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ......﴾ کا مطلب:

اس آیت کے شان نزول کے بارے صحیح البخاری میں ہے کہ ۲ ہجری میں غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کی تعداد کے مطابق تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی۔ ؁ اس میں چودہ جانثاران اسلام نے جام شہادت نوش کیا۔

؏ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجنائز : باب ماجآء فی عذاب القبر ، الحدیث:۱۳۰۶ + صحیح مسلم = کتاب المساجد و مواضع الصّلاۃ: باب استحباب التّعوّذ من عذاب القبر ، الحدیث:۵۸۶

؁ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب عدّۃ أصحاب بدر ، الحدیث:۳۷۳۹،۳۷۴۲

شہدآء بدر کے بارے لوگوں نے مختلف انداز میں تبصرے کیے۔ مثلاً بعض نے کہا کہ وہ زندگی کا عیش وآرام چھوڑ کر مر گئے ۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی حوصلہ شکن اور غمزدہ کرنے والی باتیں کفار کی طرف سے کی گئیں۔ تاکہ شہیدوں کے پسماندگان کا ایمان ڈانواں ڈول ہو اور ان کی بے چینی اور اضطراب میں اضافہ کیا جاسکے۔ چنانچہ اللہ نے سورۃ البقرہ کی آیات :۱۵۳۔۱۵۷ نازل فرمائیں۔ جن میں پہلے تو مسلمانوں کو صبر اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کرنے کی تلقین کی گئی۔ بعد میں ان کو آگاہ کیا گیا کہ اللہ کی راہ میں قتل ہوجانے والے مردے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ لیکن تمہیں ان کی بہترین زندگی کا شعور نہیں ہوسکتا ۔ لہٰذا ان کو مردہ مت کہو ۔ اس کے ساتھ ہی انہیں متنبہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو دشمن کے خوف، بھوک، جان و مال اور پھلوں میں کمی جیسی پریشانیوں کے ساتھ لازماً آزماتا رہے گا۔ ان مصائب وآلام میں صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھنے والوں کیلئے بڑی خوشخبریاں ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں کسی مصیبت کا حادثہ پیش آجائے تو :

[۸۷۵] ﴿......اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ O﴾ (البقرۃ=۲:۱۵۶) کہتے ہوئے صبر اور ثابت قدمی اور تسلیم و رضا کے پیکر بن جاتے ہیں ۔ چنانچہ انہی باہمت اور بلند حوصلہ لوگوں پر اللہ کی رحمتیں اور اس کا فضل و انعام ہوگا اور یہی راہ ہدایت پانے والے ہیں۔"[1]

غزوۂ بدر کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے پچھتر (۷۵) آیات پر مشتمل سورۂ انفال نازل فرمائی ۔جس میں حق و باطل کی اس باقاعدہ پہلی بڑی جنگ کے فوائد اور نتائج بتائے گئے ۔ جنگ کے دوران پیش آنے والے اہم ترین واقعات پر تبصرہ کیا گیا ۔ مال غنیمت کی تقسیم کے اصول و ضابطے بیان کئے گئے ۔ علاوہ ازیں بہت سارے احکام و مسائل کا تفصیل سے تذکرہ فرمایا گیا ہے ۔ **ملاحظہ ہو:**

1. سورةُ الأنفال
2. سورة آل عمران :۱۶۹۔۱۷۱)
3. صحيح البخاری=كتاب المغازی:۲ / ۵۶۳ و كتابُ التّفسير:۲ / ۶۶۹، ۶۷۰
4. جامع التِّرمذی= أبواب التّفسير:۲ / ۱۳۴

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر: ۱ / ۲۱۰۔۲۱۲ + الجامع لأحكام القرآن: ۲ / ۱۱۵۔۱۲۰

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ......﴾ کا مطلب:

ان آیات کے شان نزول میں مفسرین کے بہت زیادہ اقوال ہیں۔جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

① یہ آیات شہدائے احد کے متعلق نازل ہوئیں۔
② یہ شہدائے بئر معونہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔
③ یہ شہدائے غزوہ بدر کے بارے میں نازل ہوئیں۔
④ یہ تمام شہدء اسلام کے متعلق نازل ہوئیں اور اس میں مذکورہ فضائل و مناقب سب شہداء کے لئے عام ہیں۔

پہلا قول سب سے زیادہ صحیح اور آخری قول سب سے زیادہ جامع ہے۔ پہلے مؤقف کی تائید درج ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

شہدائے احد کا اہل دنیا کے لئے پیغام:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[٨٧٦] «لَمَّا أُصِيْبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ أَرْوَاحَهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ۔ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا۔ وَ تَأْوِيْ إِلَى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ۔ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَأْكَلِهِمْ وَ مَشْرَبِهِمْ وَ مَقِيْلِهِمْ ۔قَالُوْا: مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ۔ لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجِهَادِ وَ لَا يَنْكُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ۔ فَقَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا ......﴾ » ؎

”جب غزوۂ احد میں تمہارے بھائی شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے (اجسام) میں منتقل کر دیا۔ وہ جنت کے دریاؤں پر پانی پیتے ہیں، اس کے پھل کھاتے ہیں اور پھر عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں آ کر اپنا ٹھکانا بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ جب شہیدوں کی روحوں نے عمدہ اور خوشگوار کھانے، مشروبات اور اپنی خواب گاہوں کا حسین منظر دیکھا تو کہنے لگے: (دنیا میں موجود) ہمارے بھائیوں کو ہمارے حالات کی خبر کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں ہر طرح کا رزق

؎ صحيح أبي داؤد = كتاب الجهاد: باب في فضل الشهادة ، الحديث: ٢١٩٩

فراہم کیا جاتا ہے۔تاکہ وہ جہاد فی سبیل اللہ میں بے رغبتی کا مظاہرہ نہ کریں اور لڑائی کے وقت بزدلی کا مظاہرہ نہ کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں خود تمہاری طرف سے ان کو تمہارے حالات کی خبر پہنچا دیتا ہوں۔اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات" جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں انکو مردے مت گمان کرو......" [آل عمران=٣: ١٦٩-١٧١] نازل فرمادیں۔"

شہید اُحد سیدنا عبد اللہؓ کی اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ملاقات:

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی میرے ساتھ ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے فرمایا:

[٨٧٧] «يَاجَابِرُ مَالِي أَرَاكَ مُنْكَسِرًا؟» قُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! أُسْتُشْهِدَ أَبِي وَ تَرَكَ عِيَالًا وَ دَيْنًا۔ قَالَ: «أَلَا أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهِ أَبَاكَ؟» قَالَ: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: «مَا كَلَّمَ اللّٰهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ وَ أَحْيَى أَبَاكَ فَكَلَّمَهُ كِفَاحًا وَ قَالَ يَا عَبْدِي! تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ۔ قَالَ يَارَبِّ! تُحْيِينِي فَأُقْتَلُ فِيكَ ثَانِيَةً۔ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى إِنَّهُ قَدْ سَبَقَ مِنِّي ﴿أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ [الأنبياء=٢١: ٩٥] قَالَ وَ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا ......﴾ [آل عمران=٣: ١٦٩-١٧١]» ۵

"اے جابر! کیا وجہ ہے کہ میں تجھے بجھا بجھا سا دیکھ رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد (عبد اللہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں) شہید ہو چکے ہیں اور اپنے پیچھے اہل و عیال اور قرضہ چھوڑ گئے ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تجھے خوشخبری نہ سناؤں کہ اللہ نے تیرے والد کے ساتھ کیسی ملاقات کی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہ (ﷺ)!۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی سے کبھی پردے کے بغیر کلام نہیں کی مگر اس نے تیرے والد کو زندہ کیا اور اس کے ساتھ روبرو (بغیر کسی پردے کے) کلام کیا اور ارشاد فرمایا: میرے بندے جو چاہو مجھ سے تمنا کرو میں تجھے عطا کرونگا۔ انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے دوبارہ زندہ کردے تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ لوگ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹیں گے اور اس موقع پر یہ آیات نازل

۵ صحيح الترمذی= أبواب التفسير: باب و من سورة آل عمران، الحديث: ٣٠١٠

کی گئیں: ''جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں ان کو مردے مت خیال کرو........''

◎ امام قرطبی نقل کرتے ہیں:

" وَ قَالَ اَبُو الضُّحٰی: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْ اَهْلِ اُحُدٍ خَاصَّةً وَ الْحَدِيْثُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِيْ صِحَّةَ هٰذَا الْقَوْلِ " [۹]

'' ابو الضُّحٰی کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت شہداء احد کے متعلق خاص طور پر نازل ہوئی ہے اور پہلی حدیث اسی قول کے صحیح ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔'' بلکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی قول کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہوئے تھے۔'' [۱۰]

بئر معونہ کے شہیدوں کا اہل دنیا کے لئے پیغام:

بعض مفسرین نے سورۂ آل عمران کی آیات: ۱۶۹۔۱۷۱ کا سبب نزول بئر معونہ کے واقعہ کو بتلایا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ بنو رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان عرب کے کافر قبائل نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے ان قبائل کا ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ [۱۱]

یا قرآن وسنت کی تعلیم دینے کے لئے معلمین بھیجنے کی درخواست کی تھی۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے۔ [۱۲]

آپ ﷺ نے انصار میں سے ستر عالم اور قاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو رات کو قرآن کی تلاوت کرتے اور اس کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے اور دن کو مسجد کا پانی بھرنے کے علاوہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر ان کی تجارت کرکے اہل صفہ اور تنگ دست صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے کھانا، اناج اور غلہ وغیرہ خرید لاتے۔ جب یہ جماعت بئر معونہ کے قریب پہنچی تو عرب کے قبائل نے غداری اور بد عہدی کرتے ہوئے ان کو دھوکہ کے ساتھ قتل کر دیا۔ چنانچہ اس موقعہ پر ان

۹ القرطبی: ۴/ ۱۷۲

۱۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۱۴

۱۱ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة الرجيع و رعل و ذكوان و بئر معونة ..... الحديث: ۳۸۶۲

۱۲ ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب ثبوت الجنة للشهيد ، الحديث: ۶۷۷

ستر (۷۰) صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے یوں درخواست کی:

[۸۷۸] «اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا أَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَ رَضِيْتَ عَنَّا» [۱۳]

''اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تجھ سے آ ملے ہیں۔ تو ہم سے راضی ہوگیا ہے اور ہم تجھ سے راضی ہو چکے ہیں۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی بعد میں اس آیت کی تلاوت منسوخ قرار دے دی گئی اور اس کا حکم باقی ہے۔ آیت کے الفاظ یہ تھے: [۸۷۹] ﴿إِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَ أَرْضَانَا﴾ ''ہم اپنے رب سے ملاقات کر چکے ہیں وہ ہم سے راضی ہوگیا اور اس نے ہمیں (اپنی نعمتوں کے ساتھ) راضی کر دیا ہے۔''

ان ستر (۷۰) انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم میں حدیث کے راوی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ماموں سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ کفار نے ان کو دھوکہ سے پیچھے سے ایک زبردست نیزہ مارا جو آر پار ہوگیا سیدنا حرام رضی اللہ عنہ نے فوراً نعرۂ تکبیر یوں بلند کیا:

[۸۸۰] «اَللّٰهُ أَكْبَرُ! فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ» [۱۴]

''رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہوگیا۔''

چنانچہ اسی موقعہ پر یا اس کی تائید میں سورۂ آل عمران کی آیات ۱۶۹-۱۷۱ نازل ہوئیں۔

معاہدہ توڑنے والے ان غدار عرب قبائل کی اس غداری اور بدعہدی پر رسول اللہ ﷺ ایک ماہ تک جہری نمازوں میں رکوع کے بعد قنوت نازلہ کا اہتمام کرتے رہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ سری نمازوں میں بھی رکوع کے بعد ان کے لئے بددعا کرتے رہے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

[۸۸۱] ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝﴾ [آل عمران ۳:۱۲۸]

''تجھے ہدایت کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کردے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔''

---

[۱۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۱۲

[۱۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۱۲

''چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے قنوت نازلہ میں لعنت اور بد دعا کرنا چھوڑ دی۔'' [۱] (اور تسلیم و رضا کے مجسمہ بن گئے۔ اور اللہ کے فضل سے یہی قبائل بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

شہدائے بئر معونہ کی تمام روایات میں کہیں بھی اس امر کی تصریح نہیں کہ سورۂ آل عمران کی مذکورہ آیات بالخصوص انہی کے متعلق نازل ہوئیں۔ ماسوٰی ایک روایت کے جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔'' [۲]

تاہم چونکہ شہدآءِ اُحد اور شہدآء بئر معونہ دونوں ہی اللہ کی جنتوں میں داخل ہو کر اس کی غیر فانی اور لازوال نعمتوں سے فیضیاب ہوئے اور پسماندگان تک یہ عظیم الشان خوشخبریاں پہنچائیں۔ یہ باتیں دونوں قصوں میں موجود ہیں۔ اس لئے بعض علماء نے شہداء بئر معونہ کے واقعہ کو مذکورہ آیات کا سبب نزول قرار دے دیا۔ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ آیات کا مخصوص شان نزول صحیح اور صریح احادیث کے مطابق شہدآء احد کا قصہ ہی ہے۔ لیکن قرآنی احکام اسباب نزول کے ساتھ خاص نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کے ساتھ ملتے جلتے تمام واقعات پر انکا اطلاق عام ہوتا ہے۔ لہٰذا آیات مذکورہ میں بیان کردہ فضائل و مناقب، خوشخبریوں اور مسرتوں کا اظہار تمام شہدائے اسلام کے لئے عام ہیں۔

شہیدوں کی روحیں کہاں ہوتی ہیں؟

مشہور تابعی مسروق کہتے ہیں:

[۸۸۲] '' سَأَلْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ هٰذِهِ الْآيَة : ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ ﴾ [آل عمران=۳:۱۶۹] قَالَ اَمَا اِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ۔ ثُمَّ تَأْوِيْ إِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ۔ فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اِطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا۔ قَالُوْا اَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِيْ؟ وَ نَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا۔ فَفَعَلَ ذَالِكَ بِهِمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ فَلَمَّا رَأَوْا اَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوْا مِنْ اَنْ يُسْأَلُوْا۔ قَالُوْا: يَارَبِّ!

---

[۱] ملاحظہ صحیح مسلم = كتاب المساجد و مواضع الصلاة : باب إستحباب القنوت في جميع الصلاة إذا نزلت بالمسلمين نازلة ، الحديث: ٦٧٦،٦٧٧ + صحيح البخاري = كتاب التفسير / تفسير سورة آل عمران: باب ﴿ليس لك من الأمر شيء﴾، الحديث: ٤٢٨٤

[۲] فتح الباري = ٦/ ٢٧١

نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِيْ اَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى۔ فَلَمَّا رَاٰى اَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا » [۴۷]

''ہم نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں (اور) اپنے رب کے پاس روزی دیے جاتے ہیں۔'' کی تفسیر پوچھی تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے خود اس کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے جسموں میں عرش الٰہی کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں، ان کے لئے قندیلیں ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پھرتی ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ کر ٹھکانا بنا لیتی ہیں۔ ان کے پروردگار نے ان کی طرف خصوصی نظر سے دیکھا اور فرمایا: کیا تم مزید کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو؟ تو شہداء کی روحوں نے عرض کیا؟ ہم کونسی خواہش کرینگے جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں کھاتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالی نے تین بار ان سے اسی طرح سوال و جواب کیا۔ حتی کہ جب شہداء نے محسوس کیا کہ انہیں اس سوال کا کوئی جواب دیے بغیر چارہ ہی نہیں۔ تو عرض کرنے لگے: اے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے۔ تاکہ ہم تیرے راستے میں ایک بار پھر قتل کیے جائیں۔ پھر جب اللہ تعالی نے دیکھ لیا کہ ان کی کوئی حاجت باقی نہیں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔''

ترمذی کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: ''اے اللہ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام پہنچا دے اور آپ کو یہ اطلاع کر دے کہ ہم جنت میں اللہ سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے۔'' اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔'' [۴۸]

ابو داؤد کی روایت میں اس طرح ہے کہ شہداء جنت میں اس خواہش کا اظہار کرینگے کہ دنیا میں موجود ہمارے دینی بھائیوں کو یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور اللہ کا رزق پاتے ہیں۔ تاکہ وہ جہاد میں بے رغبتی اور عدم دلچسپی کا مظاہرہ نہ کریں۔ جنگ اور معرکہ

---

[۴۷] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۰

[۴۸] ملاحظہ ہو سنن الترمذی، أبواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ آل عمران۔

کے موقع پر بزدلی اور انکار کا راستہ اختیار نہ کریں۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا: خود میں تمہاری طرف سے ان کو یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ آیات ''وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو مردے خیال نہ کرو.....'' نازل فرمادیں۔ [1]

شہداء کی زندگی قرآن وسنت کی روشنی میں:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ شہیدوں کی زندگی کی حقیقت کے بارے میں علمائے اسلام کے درج ذیل تین اقوال ہیں:

① شہداء کی روحیں ان کی قبروں میں واپس لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ جنت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر جنت میں درحقیقت داخل نہیں ہوتے۔ جیسے کافر اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں۔

② شہداء پر زندہ ہونے کا مفہوم حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ یہ صرف مجازی طور پر ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جسمانی طور پر اگرچہ مردہ ہیں۔ لیکن تعریف اور ثناء کے اعتبار سے دنیا میں زندہ ہیں۔

③ شہداء درحقیقت جنت میں زندہ ہیں۔ ان کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں حقیقی جنت میں جنت کی نعمتوں سے واقعتاً فیض یاب ہو رہی ہیں۔ یہی موقف درست اور صحیح ہے۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث کے عین مطابق ہے۔ سنن ابوداود وغیرہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اور صحیح مسلم میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اس صحیح قول کی تائید کرتی ہیں اور تقویت پہنچاتی ہیں۔ یہ دونوں احادیث پہلے اس باب میں گذر چکی ہیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی اس بات کی اٹل اور بے بدل دلیل ہے کہ شہداء اسلام کی روحوں کا جنت میں داخل ہونا اور جنت کی لازوال نعمتوں سے لطف اندوز ہونا حقیقی طور پر تھا مجازی طور پر نہ تھا۔'' [2]

◉ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

''فِيْهِ بَيَانُ أَنَّ الْجَنَّةَ مَخْلُوقَةٌ مَوْجُوْدَةٌ. وَ هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ ...... وَغَيْرِ ذَالِكَ مِمَّا

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۷٦

[2] تفسیر القرطبی: ٤/ ١٧٦

يُرِيْدُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ"۔ [1]

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہما میں مندرجہ ذیل مسائل کا بیان ہے:

① جنت تیار ہو چکی ہے اور موجود ہے اور اہل سنت والجماعت کا یہی موقف ہے۔ جبکہ معتزلہ فرقے کے لوگ اس بات کی مخالفت کرتے ہیں۔ آدم علیہ السلام اسی جنت سے اتارے گئے اور آخرت میں مومن اسی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونگے۔ تمام اہل سنت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے۔ معتزلہ اور بدعتی فرقوں کا قول ہے کہ وہ جنت جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ اس وقت تیار کی ہوئی اور موجود نہیں۔ آدم علیہ السلام کسی دوسری جنت سے نکالے گئے تھے۔ قرآن وسنت کے ظاہری دلائل اہل سنت اور اہل حدیث کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔

② قیامت قائم ہونے سے پہلے بھی مردوں کے لئے (عالم برزخ میں) جزاء اور سزا ہوتی ہے۔

◎ قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ روحیں فانی نہیں ہیں۔ نیک لوگوں کو انعام واکرام (بدکاروں) کو عذاب حاصل ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث کے بہت زیادہ دلائل اس کی تصدیق میں وارد ہیں۔ اہل سنت کا یہی موقف ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا ایک بدعتی گروہ عذاب قبر کا انکار کرتا ہے۔

◎ قاضی عیاض رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں:

اس حدیث میں "شہداء کی روحیں" فرمایا ہے۔ جبکہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں [۸۸۳] «إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ» [2] فرمایا ہے: نَسَمَةٌ کا لفظ ذات انسان (جسم اور روح دونوں) پر بھی بولا جاتا ہے اور صرف روح پر بھی۔ البتہ اس حدیث میں دوسرا معنی ہی مراد ہے۔ کیونکہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث میں اس کی تفسیر " أَرْوَاحَ الشُّهَدَآءِ " سے کر دی گئی ہے اور اس لئے بھی کہ جسم کا مٹی میں فنا ہو جانا ایک حتمی بات ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

[1] شرح النووی: ۲/۱۳۶

[2] تخریج آگے آرہی ہے ملاحظہ ہو الرقم المسلسل: ۸۹۲

ہے: [۸۸٤] «حَتّٰی یَرْجِعَ اِلٰی جَسَدِہٖ یَوْمَ یُبْعَثُ» [۲۳] "یہاں تک کہ وہ روح انسان کے جسم کی طرف قیامت کے دن لوٹ آئے گی۔"

◎ قاضی عیاض مزید کہتے ہیں:

کیونکہ شہیدوں کی روحوں کے لئے جو صفات بیان کی گئی ہیں۔ وہ صرف انہی کے لئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وہ (شہداء) زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔" [آل عمران=۳:۱۶۹] یہ بات پہلے تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔ لیکن شہیدوں کے علاوہ دیگر لوگوں پر ان کا جنتی مقام صرف صبح وشام پیش کیا جاتا ہے۔ جنت میں داخلہ قیامت کے دن ہوگا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث میں وارد ہے۔" [۲۴] بالکل یہی حال برے لوگوں کا بھی ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وہ صبح اور شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔" [الغافر=۴۰:۴۶] یعنی شہیدوں کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے ثواب اور عذاب کا حصول جنت اور جہنم سے باہر ہے۔ جبکہ شہیدوں کی روحیں اللہ کے فضل وکرم سے جنت میں داخل ہیں اور اس کی دائمی نعمتوں سے قیامت قائم ہونے سے پہلے ہی لطف اندوز ہو رہی ہیں۔

❂ ایک بالکل ہی گیا گزرا موقف یہ ہے کہ تمام مؤمنوں کی روحیں موت کے بعد جنت میں داخل ہو جاتی ہیں۔ حدیث کے عام معنی کو دلیل بناتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا گیا ہے۔ یا وہ اپنی قبروں کے اوپر فضا میں لٹکی ہوئی ہیں۔ مگر قرآن وسنت کے واضح دلائل اس موقف کو مسترد کرتے ہیں۔

❂ نبی ﷺ نے فرمایا: [۸۸۵] «فِیْ جُوْفِ طَیْرٍ خُضْرٍ» ۔ ایک دوسری حدیث میں الفاظ یوں ہیں: [۸۸٦] «بِحَوَاصِلِ طَیْرٍ» ۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث میں [۸۸۷] «إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَیْرٌ» کے الفاظ ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں [۸۸۸] «فِیْ صُوْرَۃِ طَیْرٍ اَبْیَضَ» کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ [۲۵]

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ مذکورہ بالا تمام روایات کے مطابق صحیح اور جامع قول یہ ہے

---

[۲۳] تخریج آگے آرہی ہے ملاحظہ ہو الرّقم المسلسل: ۸۹۲

[۲۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۸۷٤

[۲۵] شرح النّووی علی صحیح مسلم = کتاب الإمارۃ: باب بیان أنّ أرواح الشّھدآء فی الجنّۃ .....

کہ شہیدوں کی روحیں پرندے ہوتی ہیں یا پرندوں کی صورت جیسی ہوتی ہیں۔ یہ اکثر روایات کے مطابق تشریح ہے۔

حدیث کے الفاظ ''عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں کی طرف وہ ٹھکانا بناتے ہیں۔'' بھی اسی معنی کی تائید کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس کو حقیقت سے دور کہا ہے۔ لیکن اس میں حقیقت سے دور ہونے والی اور انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ موت کے بعد والے معاملات کا شعور عقل اور قیاس سے نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے ان روحوں کو پرندوں کی پوٹوں میں یا عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں منتقل کر دیتا ہے۔ یہ امر واقع ہے اور عقل وقیاس سے بھی بعید نہیں۔ خصوصاً جبکہ یہ تسلیم کیا جائے کہ روحیں بھی تو ایک جسم ہوتی ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ روح جسم کے ایک حصے میں باقی رہتی ہے۔ وہی حصہ ثواب اور عذاب پاتا ہے اور وہی کہتا ہے:[۸۸۹]﴿ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴾ [المؤمنون=۲۳:۹۹] (اے میرے پروردگار! مجھے دنیا میں لوٹا) اور وہی جنت کے درختوں پر کھاتا پھرتا ہے۔ اس قول کے مطابق بدن کے اس حصے کا پرندوں کی صورت اختیار کرنا یا پرندوں کی پوٹوں میں منتقل ہو جانا عقل کے عین مطابق اور ممکن العمل ہے۔[۲۹]

◎ امام قرطبی رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔'' [آل عمران=۳:۱۶۹] اس بات کی صریح دلیل ہے کہ شہیدوں کی زندگی حقیقی زندگی ہے۔ کیونکہ کوئی مردہ نہ تو کسی انعام سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کھانا کھا سکتا ہے۔ بعض نے کہا ہے: ہر سال ان کے لئے غزوہ کا ثواب لکھا جاتا ہے اور بعد میں ہونے والے قیامت تک کے ہر جہاد کے ثواب میں شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جہاد کو شروع اور جاری کیا تھا۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

[۸۹۰]﴿ مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ﴾ [المائدۃ=۵:۳۲]

''اسی ''ہابیل کے قتل'' کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لکھ دیا کہ جو ایک جان کو

[۲۹] مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۱/ ۱۷۲۔۱۷۷ + تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۶۶۔۱۶۷ + المنتقی: ۲/ ۳۱

بغیر کسی جان کے قتل کرے گا یا زمین پر فساد پھیلانے کے لیے قتل کرے گا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔"[47]

البتہ سال کی قید بالکل غلط اور غیر ضروری ہے۔ جبکہ صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شہید کے نیک اعمال موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ اور برابر نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔[48]

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۸۹۱] «اَلشُّهَدَآءُ عَلٰی بَارِقِ نَهْرٍ بِبَابِ الْجَنَّةِ فِیْ قُبَّةٍ خَضْرَآءَ یَخْرُجُ إِلَیْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا»[49]

"شہداء جنت کے دروازے پر ایک چمکدار دریا کے کنارے سبز گنبد میں ہوتے ہیں۔ صبح و شام جنت سے ان کا کھانا ان کی طرف پہنچتا ہے۔"

گویا شہداء کی چند قسمیں ہیں۔ بعض کی روحیں عین جنت کے باغوں میں داخل ہو کر اس کی نعمتیں حاصل کرتی ہیں۔ جبکہ بعض جنت کے دروازے پر واقع اس دریا کے سبز گنبد میں اپنا ٹھکانا بناتے ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے امام ابو محمد بن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ذکر کرتے ہیں: "هٰؤُلَاءِ طَبَقَاتٌ وَّ اَحْوَالٌ مُّخْتَلِفَةٌ یَجْمَعُهَا اَنَّهُمْ یُرْزَقُوْنَ" (شہداء کے مختلف طبقات اور حالات ہیں۔ سب میں یہ بات ضرور ہے کہ وہ رزق دیئے جاتے ہیں۔)

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

یہ احتمال بھی ہے کہ تمام شہداء دراصل جنت کے اندر ہی داخل ہوں گے۔ مگر ان کی سیر و تفریح کا آخری مقام جنت کے دروازے پر واقع یہ چمکدار دریا ہو اور وہ سب بالآخر اسی چمکدار نہر پر آ کر جمع ہوتے ہوں اور وہاں بھی ان کو صبح و شام کا کھانا پہنچایا جاتا ہو۔[50] (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

---

[47] القرطبی: ۴/ ۱۷۳

[48] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم السلسل: ۵۸۰

[49] صحیح ابن حبّان = کتاب السّیر: باب فضل الشّهادة/ ذکر خبر یوهم غیر المتبحر فی العلم أنّه مضادّ لخبر کعب بن مالك رضی الله عنه الّذی ذکرناه، الحدیث: ۴۶۳۹۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے مسند احمد میں روایت کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۶۲

[50] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۶۲ + تفسیر القرطبی: ۴/ ۱۷۵

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا پیش کردہ یہ احتمال محض ایک گمان اور ہوائی بات نہیں بلکہ یقینی بات ہے۔ کیونکہ اس احتمال سے تمام صحیح احادیث کے درمیان مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ شہیدوں کی روحوں کے جنت میں داخل ہو کر نعمتوں سے فائدہ اٹھانے اور کھانا کھانے والی احادیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا حدیث سے زیادہ قوی اور مضبوط ہیں۔ لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ اللہ کے راستہ کے تمام شہداء کی روحیں اللہ کی حقیقی جنت میں اپنے مخصوص مقام " دار الشُّھداء" میں مقیم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی لازوال نعمتوں کے مزے لوٹ رہی ہیں۔ (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَ ارْزُقْنَا شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِكَ) " یا اللہ! تو ہمیں ان خوش قسمت لوگوں میں شامل کر دے اور ہمیں اپنے راستے میں شہادت کی موت عطا فرما۔" (آمین)

شہید کی روح ایک طائر لاہوتی ہے:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۸۹۲] «اِنَّمَا نَسَمَۃُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ یَعْلُقُ فِیْ شَجَرِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلٰی جَسَدِہٖ یَوْمَ یُبْعَثُ» [1]

"مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درختوں کے ساتھ چمٹا رہتا ہے (کھاتا رہتا ہے)۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ اپنے جسم میں لوٹ آئے گا۔"

اس حدیث میں عام مومنوں کے لئے بھی عظیم الشان بشارت موجود ہے کہ ان کی روحیں جنت کے باغات میں نعمتوں سے لذت حاصل کریں گی۔ نیز دلی خوشی اور تر و تازگی کا مشاہدہ کریں گی۔ تاہم شہیدوں کی روحوں کی خصوصیات اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ وہ چلتے رہنے والے ستاروں کی طرح جنت کے تمام درختوں پر اڑتی رہتی ہیں، کھاتی پھرتی ہیں اور پھر عرش معلی سے لگی ہوئی نور کی قندیلوں میں اپنا ٹھکانا بنا لیتی ہیں۔ [2]

لیکن بظاہر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تعارض اور تضاد نظر آتا ہے۔ کیونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ

---

[1] صحیح ابن ماجۃ = کتاب الزھد: باب ذکر القبر والبلاء، الحدیث: ۴۲۷۱ + موطا إمام مالك = کتاب الجنائز باب جامع الجنائز + صحیح إبن حبان = کتاب السیر: باب فضل الجھاد / ذکر تکوین اللّٰہ جل و علا نسمۃ الشھید طائرا یتعلق فی الجنۃ إلی أن یبعثہ اللّٰہ جل و علا، الحدیث: ۴۶۲۸

[2] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۶۲

مذکورہ بالا خصوصیات صرف شہیدوں کی روحوں کا طرۂ امتیاز ہیں۔ لہٰذا دونوں احادیث میں موافقت پیدا کرنے کے لئے لازمی ہے کہ "نَسمَۃُ المُؤمِنِ" (مومن کی روح) سے "نَسمَۃُ المُؤمِنِ الشَّھِیدُ" (مومن شہید کی روح) مراد لیا جائے۔ کیونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث مفصل ہے۔ جبکہ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث مجمل (یعنی غیر واضح اور مختصر) ہے۔

یا پھر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث کا یہ مطلب لیا جائے کہ عام مومنوں کی روحیں جنت سے باہر ایک چمکدار دریا پر ہوں گی جہاں انہیں جنت کا رزق پہنچایا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

﴿ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ ...... ﴾ کا مطلب"

شہداء بئر معونہ کے قصہ میں ثابت ہے کہ ان کے بارے یہ قرآنی آیت نازل ہوئی:

[۸۹۳] «اَنْ بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا» [۳۳]

"ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کر چکے ہیں۔ وہ ہم سے راضی ہوگیا اور اس نے ہمیں راضی کر دیا ہے۔" تو اللہ نے فرمایا: "میں تمہارا پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ مگر حکم قیامت تک باقی ہے۔"

﴿ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَضْلٍ ...... ﴾ کا مطلب:

اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کی تفصیل میں بیان ہو چکا ہے۔ بالخصوص چھ انعامات والی حدیث جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ یعنی شہید کیلئے اللہ کے پاس چھ درج ذیل امتیازی انعامات ہیں:

1. پہلے ہی لمحے میں بخش دیا جانا۔
2. عذاب قبر سے محفوظ رہنا۔
3. قیامت کے دن کی سب سے بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہنا۔
4. وقار کے خاص تاج کا پہناوا۔
5. بہتر (۷۲) خوبصورت حوروں کے ساتھ شادی۔
6. ستر (۷۰) اعزاء و اقارب کے لئے حق سفارش۔ [۳۴]

---

[۳۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۸۶۲

[۳۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۸۵۳

اس پر مزید یہ کہ نیک اعمال کا موت کے بعد بھی جاری و ساری رہنا۔[۳۵]

﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ کا مطلب:

یہ آیت شہیدوں اور غیر شہیدوں یعنی تمام مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام اور اسکی رحمت و مغفرت کے حصول کا اعلان کرتی ہے اور خوشخبری سناتی ہے۔

﴿ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ...... ﴾ کا مطلب:

اس جملے کا تعلق پہلی عبارت سے ہے یا نہیں اس بارے دو قول ہیں: چنانچہ

1. سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس جملے کا تعلق پہلی عبارت سے ہے اور آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے صدیقین اور شہداء ہیں اور ان سب کے لئے اپنے رب کے پاس ان کا اجر و ثواب اور نور ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۹۴] ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾ [النساء-۴: ۶۹]

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کے ساتھ۔ اور ان کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔“

2. سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ جملہ بالکل الگ تھلگ ہے۔ اس کا پہلی عبارت سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی یہ بالکل نئی کلام ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو گا کہ شہید اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور نور ہے۔ مسروق، ضحاک اور مقاتل بن حیان وغیرہ کا یہی موقف ہے۔“[۳۶]

◉ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیر کو راجح قرار دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

”وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ...... اَیْ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ کَمَا جَآءَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ [۸۹۵] «اَنَّ اَرْوَاحَ الشُّهَدَآءِ فِیْ حَوَاصِلِ طَیْرٍ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شَآءَتْ......»[۳۷]

---

[۳۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۸۰

[۳۶] تفسیر القرطبی: ۱۷/ ۱۶۴ + تفسیر الکشاف: ۴/ ۴۷۸ + تفسیر البیضاوی: ۶/ ۳۶۰

[۳۷] تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۳۶۹

’’اور شہداء اپنے رب کے ہاں‘‘ کا مطلب ہے کہ شہداء نعمتوں والے باغات میں اپنے رب کے پاس مقیم ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے کہ شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کی پوٹوں میں رہتے ہوئے جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پھرتی ہیں۔‘‘ پھر وہ عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قندیلوں میں اپنا ٹھکانا بنالیتی ہیں۔ تیرے رب نے ایک بار ان کی طرف نظر خاص سے دیکھا اور فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ روحوں نے عرض کیا ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ ہمیں عالم دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے اور ہم تیری راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل کی جائیں۔ جیسا کہ پہلی بار قتل کی گئیں تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ لوگ دنیا کی طرف دوبارہ نہیں لوٹیں گے۔ اس حدیث کے الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں۔ جبکہ اس کا مفہوم صحیح بخاری کتاب الجہاد میں بھی ہے۔[۳۸]

شہداء کے چار مختلف درجات:

ان شہیدوں کو اپنے اللہ کے پاس وافر اجر اور نور حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنے اعمال کے مطابق اس میں مختلف درجات رکھتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۹۶] «اَلشُّهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ : رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ۔ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَرْفَعُ النَّاسُ عَلَيْهِ اَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا وَ رَفَعَ رَاْسَهٗ حَتّٰى وَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُهٗ ــــ فَلَا اَدْرِيْ اَقَلَنْسُوَةَ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ــــ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ لَقِيَ الْعَدُوَّ كَاَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهٗ بِشَوْكِ طَلْحٍ مِنَ الْجُبْنِ ۔ اَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهٗ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ ۔ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ ۔ وَ رَجُلٌ اَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ »[۳۹]

’’شہداء کی چار قسمیں ہیں:

1 عمدہ ایمان والا مومن جو دشمن سے ملا اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ یہ وہ شخص ہے جس کی طرف لوگ اس طرح دیکھیں گے ــــ آپ ﷺ نے سر

۳۸؎ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۰

۳۹؎ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۶۷

اٹھایا۔حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی سر سے گر گئی۔ یا حدیث کے راوی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی۔

۲ وہ مومن جو دشمن سے ملا گویا بزدلی کی وجہ سے اس کی پشت میں خار دار درخت کا کانٹا چبھا ہو۔ یعنی اسے نا معلوم تیر نے قتل کر دیا ہو یہ درجہ دوم میں ہے۔

۳ وہ مومن جس کے اعمال ملے جلے ہیں، نیک بھی اور بد بھی۔ وہ دشمن سے ملا اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے قتل ہو گیا یہ تیسرے درجہ میں ہے۔

۴ وہ مومن جس نے اپنے نفس پر گناہوں کا بہت زیادہ بوجھ ڈال رکھا ہے۔ وہ دشمن سے ملا اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے قتل ہو گیا یہ درجہ چہارم کا شہید ہے۔

خلاصۂ کلام:

① شہداء اپنے رب کے پاس برزخی زندگی کے ساتھ حقیقی طور پر زندہ ہیں اور جنت کا رزق پاتے ہیں یہ اہل سنت اور اہل حدیث کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جیسا کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے۔

② برزخی زندگی اور قبر کا ثواب اور عذاب برحق ہے۔ قرآن و سنت کی واضح عبارتوں سے ثابت ہے۔ قرآن مجید کی آیت ''اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے......'' [سورۃ ابراھیم ۔ ۱۴:۲۷] بالخصوص عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔[ع]

تاہم شہداء کی زندگی اپنی خصوصیت کی وجہ سے ممتاز زندگی ہے اور وہ جنت کے مخصوص مقام ''شہداء ہاؤس'' میں مقیم ہیں۔ لیکن شہداء کی زندگی کی حقیقت انسانی اور بشری شعور سے بالا ہے۔

③ شہداء کی زندگی کے بارے میں نازل شدہ سورۃ البقرہ کی آیت: ۱۵۴، سورۂ آل عمران کی آیات: (۱۶۹۔۱۷۱) اور سورۃ الحدید کی آیت: (۱۹) اگرچہ اسباب نزول کے اعتبار سے شہداء بدر، شہداء احد یا شہداء بئر معونہ وغیرہ کے ساتھ خاص ہیں۔ لیکن ان آیات کا حکم قیامت تک تمام شہداء اسلام کے لئے عام ہے۔

ع تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۷۲

④ شہداء جنت کا رزق پاتے ہیں اور خوشی و مسرت حاصل کرتے ہیں ۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ''وہ اس پر خوش ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے۔'' [آل عمران-۳:۱۷۰] کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مروی ہے۔ جس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

⑤ فرمان الٰہی ''وہ خوشخبری سناتے ہیں ان لوگوں کو جو ابھی ان کو ملے نہیں......'' [آل عمران-۳:۱۷۰] کی تفسیر کے طور پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شہداء احد والی حدیث اور شہداء بئر معونہ والی حدیث ہے ۔جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

⑥ شہداء اسلام جنت میں اپنے لواحقین یعنی رشتہ داروں اور دینی بھائیوں کے لئے جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہنے کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ تاکہ ان کی طرح یہ بھی جنت کے بلند مرتبوں میں ٹھکانہ بنا سکیں۔

⑦ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آمنے سامنے (روبرو) اور بغیر کسی پردے کے ہمکلام ہونا قیامت سے پہلے صرف شہداء اسلام کا امتیاز ہے۔

⑧ آیت '' جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں ان کو مردے گمان نہ کرو......'' بالخصوص شہداء احد کے متعلق نازل ہوئی ۔لیکن اس آیت کا حکم تمام شہداء کے لئے عام ہے۔

⑨ شہداء بئر معونہ کے قصے سے شہداء کا زندہ ہونا، جنت میں ان کا جنت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا اور کھانا پینا ثابت ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا کمال ایفائے عہد ، کفار کی غداری اور بد عہدی ،قنوت نازلہ کا ثبوت ،کفار پر لعنت کی دعا کا جواز۔ ستر (۷۰) عالم اور قاری صحابہ کی دن اور رات کی مصروفیات ،صحابہ کی جہاد فی سبیل اللہ میں رغبت اور استقامت ۔اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار۔ نبی ﷺ کا اس بات پر سر تسلیم خم کر دینا کہ واقعی کسی کو عذاب دینے میں میرا کوئی عمل دخل نہیں اور سب کا سب معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس جیسے بہت سے احکام ثابت ہوتے ہیں ۔

⑩ حیات شہداء کے متعلق معتزلہ اور بعض گمراہ فرقوں کی تاویلیں قرآن و سنت کی واضح عبارتوں کے سراسر خلاف ہیں ۔ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ان کی زندگی حقیقی زندگی ہے اور ان کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں بالکل جنت کے اندر داخل ہیں۔

⑪ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث شہیدوں کی زندگی، شہیدوں کے درجات اور مرتبوں کے بارے جامع ترین روایت ہے۔ جس سے برزخی زندگی کے کچھ احکام اور مسائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔

⑫ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث: ''مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت کے ساتھ لٹکتا رہتا ہے.....''[1] سے عام مسلمانوں کے لئے بھی خوشگوار اور پاکیزہ برزخی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔ تاہم شہداء کی حیات مرتبہ میں اعلیٰ اور بلند ہے۔ جو صرف انہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

((...............❀❀❀❀❀...........))

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۸۹۲

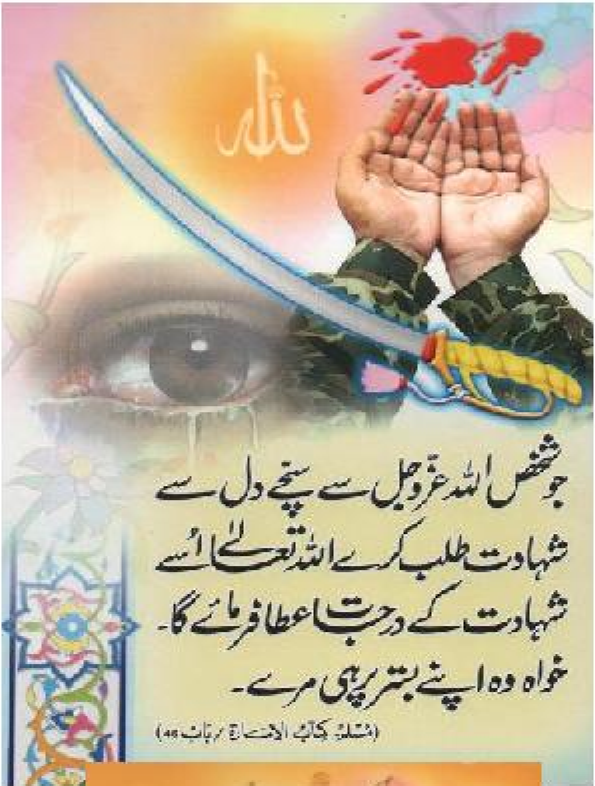
جو شخص اللہ عزوجل سے سچے دل سے
شہادت طلب کرے اللہ تعالیٰ اُسے
شہادت کے درجات عطا فرمائے گا۔
خواہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے۔
(مسلم، کتاب الامارۃ)

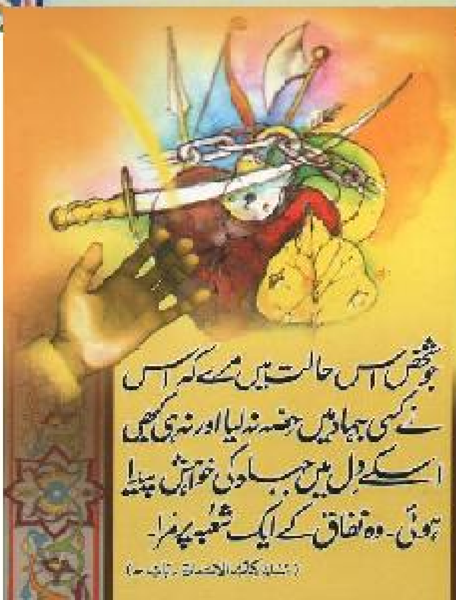
جو شخص اس حالت میں مرے کہ اس
نے کسی جہاد میں حصہ نہ لیا اور نہ ہی اس
کے دل میں جہاد کی خواہش پیدا
ہوئی۔ وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔
(مسلم، کتاب الامارۃ)

باب: ۱۷

اخلاصِ نیت اور جہاد

نیت خالص قرآن کی روشنی میں:

[۸۹۷] ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ ﴾ [البینۃ=۹۸:۵]

''اور (اہل کتاب کو) بس یہی حکم دیا گیا تھا کہ بندگی کو اللہ کے لئے خاص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں حنیف بن کر (یعنی محض اللہ کی طرف الگ تھلگ ہو کر)۔ اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی مضبوط دین ہے۔''

[۸۹۸] ﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ...... ﴾ [الحج=۲۲:۳۷]

''اللہ کے پاس قربانیوں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچے گا۔ لیکن اس کے ہاں تمہارا تقوٰی (پرہیز گاری) پہنچے گا......''

[۸۹۹] ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ [النساء=۴:۱۴۶]

''(بے شک منافقین جہنم کے سب سے نیچے والے طبقے میں ہونگے۔ اور ہرگز ان کا کوئی حامی و ناصر نہ ہوگا)۔ مگر جن لوگوں نے توبہ کر لی اور اپنا حال درست کر لیا اور اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنا دین یعنی تمام عبادات اللہ کے لئے خالص کر لیں (نہ کہ نمود و نمائش کے لئے) تو بس یہی لوگ مومنین کے ساتھ ہونگے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو عظیم الشان اجر و ثواب (یعنی جنت) عطا فرمائے گا۔''

مذکورہ بالا آیات کی تفسیر:

ان آیات کی مزید تشریح کے لئے اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشادات پیش نظر رکھیں تو حقائق اور بصیرتوں کی روشنیاں مردہ دلوں کو نئی زندگی بخشیں گی۔ سورۂ آل عمران میں نیت و ارادہ کو اللہ

وحدہ لاشریک لہ کے لئے خاص کر لینے اور اجروثواب حاصل کرنے کے لئے تمام نیک اعمال بروئے کار لانے کی تلقین نازل فرمائی گئی ہے۔فرمان باری تعالیٰ یوں ہے:

[۹۰۰] ﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۔۔۔۔۔۔ ﴾ [آل عمران= ۳:۲۹]

''اے نبی (ﷺ)! ان سے کہہ دو کہ تم اپنے دلوں کے خیالات اور ارادوں کو مخفی رکھو یا ظاہر کردو، اللہ ہر حال میں ان کو جانتا ہے۔۔۔۔۔''

[۹۰۱] ﴿ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔۔۔۔۔۔ ﴾ [غافر= ۴۰:۶۵]

''وہ اللہ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں۔لہٰذا تم بندگی اس کے لئے خاص کرتے ہوئے صرف اسی کو پکارو اور اسی کی بندگی کرو۔۔۔۔۔''

[۹۰۲] ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۔۔۔۔۔۔ ﴾ [الزمر= ۳۹:۳]

'' آگاہ رہو کہ ہر قسم کی عبادت و بندگی خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔۔۔۔۔''

خاتم المرسلین ﷺ کو اسی عظیم قاعدہ کا سب سے پہلے ان الفاظ میں مکلف قرار دیا:

[۹۰۳] ﴿ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ ﴾ [الزمر= ۳۹:۱۱]

''اے نبی! ان کو بتلا دو کہ مجھے تو بس یہی حکم ملا ہے کہ میں صرف اللہ کے لئے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اسی کی بندگی کرتا رہوں۔''

اسی بنیادی قاعدہ کا عام مسلمانوں کو بھی پابند کیا۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۹۰۴] ﴿ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۗ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔۔۔۔۔۔ ﴾ [الأعراف= ۷:۲۹]

''کہہ دیجیے کہ میرے پروردگار نے تو مجھے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔اور تم ہر نماز کے وقت اپنے رخ (اللہ کی طرف) سیدھے کرلو اور ہر عبادت اس کے لئے خاص کرتے ہوئے اسی کو پکارو اور اس کی بندگی کرو۔''

مندرجہ بالا واضح نصوص سے معلوم ہوا کہ خالص نیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا تمام شریعتوں کی اصل اور بنیاد رہا ہے۔نیک اعمال کی قبولیت کا دارومدار اسی پر ہے۔اللہ کے ساتھ شرک کرنا اس کا مفہوم مخالف ہے۔شرک باللہ کی دو بنیادی قسمیں ہیں۔

1. شرک اکبر
2. شرک اصغر

شرک اکبر تو تمام گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۹۰۵] «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟» ثَلَاثًا۔ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔ قَالَ «الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ......» [1]

کیا میں تم کو (اللہ کے ہاں) سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ آپ نے تین دفعہ یہ بات دہرائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ اے اللہ کے رسول! ہمیں ضرور بتائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا ہے۔"

شرک اکبر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں اور اس کے تمام اسماء و افعال میں کسی مخلوق کو شریک ٹھہرانے اور کوئی بھی عبادت مثلاً: نماز، روزہ، صدقہ، زکوٰۃ، حج اور عمرہ وغیرہ غیر اللہ کے لئے ادا کرنے کا نام ہے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے خالص حق میں ناجائز مداخلت اور ظلم عظیم ہے۔ اسی وجہ سے ناقابل بخشش اور ناقابل معافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۰۶] ﴿......إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝﴾ [لقمان=۳۱:۱۳]

"......بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

[۹۰۷] ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ﴾

[النساء=۴:۴۸، ۱۱۶]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لئے چاہے گا گناہ بخش دے گا۔"

لہٰذا شرک اکبر "إخلاص في الدّين" کی بڑی اور بھاری ضد ہے۔

شرک اصغر اگرچہ قابل معافی ہے۔ لیکن اس کے نقصانات میں سب سے بڑا نقصان اس کا نیک اعمال کو ضائع اور برباد کر دینا ہے۔ شرک اصغر اخلاص فی الدین کی ہلکی ضد ہے اور اس کی بے شمار اقسام ہیں۔ سب سے بڑی اور نمایاں قسم ریاکاری اور نمود و نمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۰۵

فرمان ہے:

[۹۰۸] ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ ﴾ [الماعون=۱۰۷:۴-۷]

"پس ان نمازیوں کے لئے (قیامت کے دن) خرابی و بربادی ہوگی جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ جو (اپنے اعمال صالحہ) لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور استعمال کی معمولی اشیاء سے منع رکھتے ہیں۔"

مزید ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

[۹۰۹] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ...... ﴾ [البقرة=۲:۲۶۴]

"اے ایماندارو! احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے کے ساتھ اپنے صدقات کو ضائع مت کرو۔ اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھلانے (ریا کاری) کی غرض سے اپنا مال خرچ کرتا ہے......"

شرک جیسے بڑے جرم اور ظلم عظیم کے ارتکاب سے باز رکھنے کے حکیمانہ اسلوب اور انداز پر مبنی حدیث قدسی ملاحظہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۹۱۰] « أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ ۔ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ فِيْهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَ شِرْكَهُ » [1]

"میں تمام شرکاء کے مقابلے میں شرک سے زیادہ مستغنی اور بے نیاز ہوں ۔ لہٰذا جو شخص کوئی نیک عمل کرے اور میرے سوا کسی غیر کو اس میں شریک اور حصہ دار ٹھہرائے (یعنی اس عمل سے میرے علاوہ کسی دوسری ذات کا قرب حاصل کرے یا ریا کاری کرے) تو میں اسے اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں۔ (یعنی اس کے اعمال مسترد کردیتا ہوں۔)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث میں سیدنا جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۱۱] « مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ وَ مَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ » [2]

---

[1] صحيح مسلم = كتاب الزهد: باب تحريم الرياء، الحديث: ۲۹۸۵

[2] صحيح البخاري = كتاب الرقاق: باب الرياء و السمعة، الحديث: ۶۱۳۴ + صحيح مسلم = كتاب الزهد والرقائق: باب من أشرك في عمله غير الله / باب تحريم الرياء، الحديث: ۲۹۸۶

”جو شخص ریا کاری کے لیے لوگوں کے سامنے اپنا عمل ظاہر کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو لوگوں کے سامنے رسوا کردے گا اور اسی طرح جو لوگوں کو دکھلانے کے لیے کوئی نیک عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے سامنے اس کا اصل پوشیدہ معاملہ ظاہر کردے گا۔“

البتہ جس نیک عمل کرنے والے کی نیت خالص یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کے ذاتی ارادہ میں اللہ سے اجر طلب کرنے کے علاوہ کوئی بری غرض شامل نہ ہو۔ لیکن لوگ اس کے نیک اعمال کو دیکھ کر اس کے مومن اور متقی ہونے کی گواہی دیں یا تعریف وثناء کے کلمات کہیں تو یہ ایک اچھی گواہی اور نیک نامی ہے، ریاکاری اور دکھلاوا نہیں۔ بلکہ ان اچھی خوشخبریوں میں سے ہے جو اللہ کے نیک ولیوں اور مومنوں کو اسی دنیا میں نقد نصیب ہوتی ہیں۔ جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

[۹۱۲] «قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ "تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ"» [۴]

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو خیر کا کوئی عمل کرتا ہے تو لوگ اس پر اس کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ تو مومن شخص کے لیے نقد خوشخبری ہے۔ یعنی اسی دنیا میں حاصل ہونے والا اچھا اجر ہے (اچھی نعمت ہے)۔“

ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۹۱۳] «إِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ ـ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ـ قَالَ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ» [۵]

بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل کو بلا کر کہتے ہیں: میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پھر اس سے جناب جبریل علیہ السلام بھی

---

[۴] صحیح مسلم = كتاب البر والصلة: باب إذا أثني على الصالح فهي بشرى ولا تضره، الحديث: ٢٦٤٢ + سنن الترمذي = أبواب الزهد: باب ما جاء في الرياء والسمعة

[۵] صحیح مسلم = كتاب البر والصلة والآداب، باب إذا أحب الله عبدا حببه إلى عباده، الحديث: ٢٦٣٧

محبت کرتے ہیں۔ پھر وہ آسمان میں آواز لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتے ہیں لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر اس سے تمام اہل آسمان محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔''

نیت خالص احادیث کی روشنی میں:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۹۱۴] «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى۔ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَ رَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَ رَسُولِهِ۔ وَ مَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ » [1]

''تمام اعمال کا دارو مدار نیت اور ارادہ پر ہے۔ یا تمام اعمال کی قبولیت اچھی نیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہر شخص کو صرف وہی ملتا ہے جو اس کی نیت و مراد ہو۔ چنانچہ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو گی تو وہ ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی شمار کی جائے گی۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی خاطر ہو گی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف شمار ہو گی۔ (نہ کہ اللہ اور رسول کی طرف)''

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی تصنیف صحیح البخاری= کتاب الإیمان میں اس حدیث پر یہ عنوان قائم کرتے ہیں:

'' بَابُ مَا جَاءَ « أَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ وَ لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى» فَدَخَلَ فِيهِ الْإِيمَانُ، وَالْوُضُوءُ ، وَالصَّلٰوةُ ، وَالزَّكٰوةُ ، وَالْحَجُّ، وَالصَّوْمُ، وَالْأَحْكَامُ وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: [۹۱۵] ﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾ [الإسراء=١٧: ٨٤]عَلٰى نِيَّتِهٖ۔ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى أَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ ۔[۹۱۶] وَ قَالَ (النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) « وَ لٰكِنْ جِهَادٌ وَّ نِيَّةٌ » [2]

''تمام اعمال کا صحیح ہونا اور قابل قبول ہونا اچھی نیت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے ہونے پر موقوف ہے۔ ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت اور مراد ہو ،چنانچہ اس حکم میں ایمان ، وضو،

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل:۵۰۲

[2] صحیح البخاری = کتاب الإیمان : باب ماجاء أن الأعمال بالنیة والحسبة و لکل امرئ ما نوی، الباب:۳۹

نماز، زکوۃ، حج، روزہ اور تمام دینی احکام داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے نبی! کہہ دو ہر شخص اپنے اپنے طریقہ (یعنی نیت) پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اگر کوئی آدمی اپنے اہل و عیال پر اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے خرچ کرے تو یہ بھی صدقہ میں شمار ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: لیکن جہاد اور اس کے لئے نیت و ارادہ رکھنا فرض و واجب اور ہمیشہ قیامت تک باقی رہے گا۔"

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۱۷] « اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَ لٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ » [۵]

"اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔"

◉ امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

" اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَعْظَمِ مَوْقَعِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَ كَثْرَةِ فَوَائِدِهٖ وَ صِحَّتِهٖ. قَالَ الشَّافِعِيُّ وَ آخَرُوْنَ هُوَ ثُلُثُ الْاِسْلَامِ ...... اِلٰى قَوْلِهٖ سَائِرِ الْعِبَادَاتِ " [۶]

"اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حدیث رسول ﷺ "اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے......" بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس حدیث رسول ﷺ سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوئے ہیں اور یہ صحیح حدیث ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر آئمہ کرام نے اس حدیث کو اسلام کا ایک تہائی (۱/۳) حصہ قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ فقہ اسلامی کے ستر (۷۰) ابواب میں اس حدیث کا عمل دخل ہے۔ بعض آئمہ نے اسے اسلام کا ایک چوتھائی حصہ تسلیم کیا ہے۔ عبد الرحمٰن بن سعدی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہر مصنف کو اس حدیث سے کلام کا آغاز کرنا چاہئے تا کہ طالب علموں کو صحیح نیت کی اہمیت پر توجہ دلائی جا سکے اور بری نیت کے نقصانات پر تنبیہ کی جا سکے۔

---

۵ صحیح مسلم = کتاب البرّ و الصّلة و الآداب: باب تحریم ظلم المسلم و خذله و احتقاره و دمه و عرضه و ماله، الحدیث: ۲۵٦٤

٦ شرح النّووی: ۲/ ۱٤۰

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مطلقاً تمام آئمہ کا یہی موقف نقل کیا ہے: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہل اسلام نے اسی پر عمل کرتے ہوئے اس عظیم الشان حدیث سے اپنی اپنی تصنیف کی ابتداء کی ہے۔

عربی لغت اور فصاحت و بلاغت کا علم رکھنے والوں کے بقول "اِنَّمَا" کلمہ حصر ہے۔کلمہ حصر کا مطلب ہے کہ یہ چیز صرف اس کے ساتھ خاص ہے۔جو مذکورہ چیز کے وجود کو ثابت کرتا ہے اور غیر مذکور کی نفی کرتا ہے۔لہٰذا حدیث کا معنٰی یہ ہوگا:

" اِنَّ الْاَعْمَالَ تُحْسَبُ اِذَا کَانَتْ بِنِیَّۃٍ وَلَا تُحْسَبُ اِذَا کَانَتْ بِلَانِیَّۃٍ "

''تمام اعمال نیت اور ارادہ کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں اور بلانیت غیر معتبر ہونگے۔''

لہٰذا یہ حدیث اس امر پر پختہ دلیل ہے کہ وضو، غسل، تیمم ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اعتکاف اور دیگر تمام عبادات صرف نیت اور ارادہ کے ساتھ ہی صحیح ہونگی۔ وگرنہ باطل ،فاسد اور بیکار ہونگی۔'' [1]

خلاصہ کلام:

سابقہ گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادات کو صرف اللہ کے لئے خاص کرنا توحید ربوبیت ، توحید الوہیت، توحید الاسماء والصفات، ایمان کے صحیح ہونے کے لئے شرط اور تمام اطاعتوں، فرمانبرداریوں کی بنیاد ہے۔توحید سے عاری اور محروم انسان اگر اپنے گمان کے مطابق مومن ہونے کا دعوی کرے پھر بھی گمراہ، گمراہی پھیلانے والا اور مشرک ہے۔خالص نیت اور اللہ سے اجر وثواب کے جذبے کے بغیر کوئی بڑے سے بڑا نیک عمل بھی منظور ومقبول نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مہاجر اور مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے بطور خاص یہ لازمی اور ضروری ہے کہ ہجرت اور جہاد جیسے عظیم الشان نیک اعمال کو اچھی نیت اور خالص ارادے، اللہ کی رضا مندی طلب کرنے اور اجروثواب حاصل کرنے کی مضبوط بنیادوں پر قائم و استوار کرے۔تاکہ میدان حشر میں بہت بڑے خسارے اور محنت کی بربادی سے بچ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی قدر ہے:

[۹۱۸] ﴿...... فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ۝﴾ [الکہف=۱۸:۱۱۰]

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن:۲۶

''......جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہے وہ عمل صالح کرتا رہے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔''

ریاکار شہید، عالم اور سخی کا انجام:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے:

[۹۱۹] «إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ. فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا. قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ. قَالَ كَذَبْتَ وَ لٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ. فَقَدْ قِيلَ. ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَ رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَ عَلَّمَهُ وَ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا. قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَ عَلَّمْتُهُ وَ قَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ. قَالَ كَذَبْتَ وَ لٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَ قَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ. فَقَدْ قِيلَ. ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَ رَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ. فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا. قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ. قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ. فَقَدْ قِيلَ. ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ» [1]

''قیامت کے روز سب سے پہلے جن کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (وہ تین آدمی ہوں گے:)

1 وہ آدمی ہے جو شہید ہوا تھا۔ چنانچہ اسے لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کی پہچان کروائے گا۔ (یعنی وہ نعمتیں جو اللہ نے اس کو دنیا میں عطا کی ہوئی تھیں) وہ ان کا اعتراف اور اقرار کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان کا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستے میں جہاد و قتال کیا حتی کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے۔ (اور ترمذی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ اس موقع پر فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے) بلکہ تو نے اس لئے قتال کیا کہ تجھے جرأت مند اور بہادر کہا جائے اور وہ کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے لئے حکم ہوگا اور اسے الٹے منہ کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

[1] صحيح مسلم ـ كتاب الإمارة: باب من قاتل للرياء والسمعة إستحق النار، الحديث: ١٩٠٥ + صحيح الترمذي ـ باب أبواب الزهد: باب ما جاء في الرياء والسمعة، الحديث: ١٩٤٢ + صحيح النسائي ـ كتاب الجهاد: باب من قاتل ليقال فلان جريء، الحديث: ١٩٤٠

٢ وہ آدمی ہے، جس نے علم حاصل کیا اور اس کی تعلیم دی اور قرآن پڑھا۔ چنانچہ اسے بھی لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کا تعارف کرائے گا۔ وہ اعتراف و اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا: تو نے ان میں کیسا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا، اس کی تعلیم دی اور تیری رضا مندی کے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے۔ ترمذی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ (فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے) بلکہ تو نے علم اس لئے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا کہ تجھے قاری کے لقب سے پکارا جائے اور وہ کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے لئے حکم ہوگا اور اسے الٹے منہ گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

٣ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے وسیع رزق دیا اور مال و دولت کی تمام اقسام میں سے اس کو حصہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ اسے بھی پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی عطا کردہ نعمتوں کی شناخت کرائے گا۔ وہ اس کا اعتراف و اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان کا کیا حق شکر ادا کیا؟ وہ کہے گا: اے اللہ! ہر وہ راستہ جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند تھا، میں نے اس میں تیری رضا مندی کے لئے مال خرچ کر ڈالا۔ اللہ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے (اور ترمذی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے) بلکہ تو نے ایسا اس لئے کیا کہ تجھے کہا جائے کہ تو بڑا سخی ہے اور وہ کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے لئے بھی حکم ہوگا حتیٰ کہ اسے گھسیٹ کر الٹے منہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"

یہ الفاظ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ و امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق ہیں۔ لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں چند اضافے بھی نقل کئے ہیں۔ جو بہت زیادہ مفید ہونے کی بناء پر یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

① ایک تابعی شُفَیّ اَصبحی روایت کرتے ہیں: "میں مدینہ طیبہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ وہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو درس حدیث دے رہے تھے۔ درس کے اختتام پر میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے حق در حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کرو جو آپ نے بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، پھر

اسے خوب سمجھا ہو اور جانا ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بالکل ایسی ہی حدیث بیان کرتا ہوں جو خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے بیان فرمائی، میں نے اس کو سمجھا اور اس کے مفہوم کو جانا ہے۔ اس کے بعد سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سانس کھینچا اور چیختے ہوئے بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا تو پھر وہی کلمات دہراتے ہوئے چیختے ہوئے بیہوش ہو گئے۔ تیسری مرتبہ آپ پر پھر وہی کیفیت طاری ہوئی اور منہ کے بل زمین پر گر گئے۔ کافی دیر تک میں نے ان کو سہارا دیئے رکھا۔ حتیٰ کہ ان کے ہوش و حواس بحال ہوئے تو آپ نے مذکورہ حدیث تفصیل کے ساتھ بیان کی۔"[12]

④ ابو عثمان مدائنی روایت کرتے ہیں: "یہی حدیث سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کی گئی تو آپ نے کہا: جب ایسے لوگوں (شہید، عالم اور سخی) کے ساتھ یہ سلوک ہوگا تو باقیماندہ انسانوں کا کیا حال ہوگا؟ یہ کہتے ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ زاروقطار رونے لگے۔ حتیٰ کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ آپ جاں بحق ہو جائیں گے۔ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حواس بحال ہوئے تو آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: «صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ» اور یہ آیات تلاوت کیں:

[۹۲۰] ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○﴾ [ھود=۱۱: ۱۵،۱۶]

"جو لوگ دنیاوی زندگانی اور اس کی زینت و آرائش چاہتے ہیں۔ ہم دنیا میں ہی ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ان کو دے دیتے ہیں اور ان کے لئے اس میں کوئی کمی و خسارہ نہیں ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا اور دنیا میں جو نیک عمل کئے تھے وہ برباد ہو گئے اور جو کچھ بھی وہ کرتے رہے سب ضائع ہو گیا۔"[13]

امام ترمذی اسی باب: "مَا جَاءَ فِي الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ" (ریاکاری اور شہرت حاصل کرنے کے بارے) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ!

[12] صحیح الترمذی= أبواب الزهد: باب ما جاء فی الرياء والسمعة، الحديث: ۱۹۴۲

[13] صحیح الترمذی= أبواب الزهد: باب ما جاء فی الرياء والسمعة، الحديث: ۱۹۴۲

[۹۲۱] «الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيُسِرُّهُ فَإِذَا اطُّلِعَ عَلَيْهِ أَعْجَبَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ السِّرِّ وَأَجْرُ الْعَلَانِيَةِ» [۱۴]

''ایک آدمی کوئی عمل صالح کرتا ہے اور اس کو چھپاتا ہے۔ جب دوسرے لوگ اس پر مطلع ہو جائیں تو یہ بات بھی اسے پسند آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے شخص کو دو اجر ملیں گے ایک اجر پوشیدہ عمل کرنے کی وجہ سے اور دوسرا اجر اعلانیہ عمل کرنے کی وجہ سے۔''

بعض اہل علم نے اس حدیث کی تشریح یوں بیان کی ہے کہ لوگوں کی وہ تعریف اسے پسند آئے جو لوگ اپنے آپ کرنے لگیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

[۹۲۲] «أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ» [۱۵]

''تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔'' نہ یہ کہ وہ خواہش رکھے کہ لوگ اس کے اچھے اعمال کو معلوم کر کے اس کی عزت و احترام کریں یہ بلاشبہ ریا کاری ہے۔ [۱۶]

بعض اہل علم نے اس کی یہ وضاحت اور شرح بیان کی ہے کہ لوگوں کے مطلع ہونے پر اس کی پسندیدگی اور خوشی کی وجہ یہ ہے کہ دیکھنے والے بھی اسی طرح کا عمل کریں گے اور اس کے برابر اسے مزید اجر و ثواب حاصل ہو جائے گا۔ تو امام ترمذی کہتے ہیں: "فَهٰذَا لَهُ مَذْهَبٌ أَيْضًا" یہ بھی ایک جائز طریقہ ہے۔ [۱۷]

مسائل واحکام:

① صرف اللہ کے لئے ہر قسم کی عبادت بجا لانا (توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید الاسماء والصفات) اور حَنِيفِيَّت یعنی صرف اللہ کی طرف ہو جانا ایمان کے صحیح ہونے کی شرط اولین ہیں۔ اس توحید کا بالمقابل اور مخالف شرک ہے، جو اکبر الکبائر، ظلم عظیم، اور ناقابل معافی جرم ہے۔ نیت کا خالص ہونا کسی بھی عمل کے صحیح ہونے اور مقبول ہونے کی شرط اولین ہے۔ جس کی بالمقابل اور مخالف چیز ریا کاری اور دکھلاوا ہے۔ جو اعمال کو

[۱۴] سنن الترمذي = أبواب الزهد : باب ما جاء في الرياء والسمعة

[۱۵] صحيح البخاري = كتاب الجنائز : باب ثناء الناس على الميت ، الحديث: ۱۳۰۱ + صحيح مسلم = كتاب الجنائز : باب فيمن يثنى عليه خير أو شر من الموتى ، الحديث: ۹۴۹

[۱۶] سنن الترمذي = أبواب الزهد : باب ما جاء في الرياء والسمعة

[۱۷] سنن الترمذي = أبواب الزهد : باب ما جاء في الرياء والسمعة

ضائع و باطل کر دینے والی ہے۔

② جہاد اور دیگر نیک اعمال میں جب عمل کرنے والوں کی اصل نیت خالص اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کی ہے تو لوگوں کا اس پر حمد و ثنا بیان کرنا کوئی بری چیز نہیں۔ اسی طرح عمل کرنے والے کا حمد و تعریف کو سن کر خوش ہونا اس کے اعمال کو باطل نہیں کرتا ۔بلکہ یہ مومن کیلئے دنیا میں ہی بشارت مل جانے والی اچھی خوشخبری ہے۔

③ چھوٹے بڑے تمام اعمال خواہ وہ نیکی کی طرف لے جانے والے ہوں یا بذات خود نیک اعمال ہوں نیت وارادے کے بغیر شرعی طور پر صحیح نہیں ہو سکتے ۔حتیٰ کہ ہجرت اور جہاد جیسے عظیم اعمال بھی جب خالص اللہ کی رضا کے لئے نہ ہوں تو غیر مقبول اور مردود ہوتے ہیں ۔

④ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے بڑی جامع اور مختصر بات کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ نیز احادیث رسول ﷺ بھی قرآن مجید کی طرح فصیح و بلیغ اور معجزانہ کلام ہے۔ البتہ اس کی فصاحت و بلاغت اور معجزانہ کلام ہونے پر قرآن کی طرح کافروں کو مقابلہ کا چیلنج نہیں کیا گیا۔'' اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے......'' بھی ایسی ہی جامع اور بلیغ کلام ہے۔ جسے علماء نے اسلام کا ایک تہائی ($\frac{1}{3}$) حصہ یا ایک چوتھائی ($\frac{1}{4}$) حصہ قرار دیا ہے۔

⑤ ریاکاری اور شہرت حاصل کرنے کی خواہش خالص نیت کی ضد اور نیک اعمال کو ضائع وبرباد کرنے والی برائی ہے۔حتی کہ ریاکار شہید ، قاری قرآن اور سخی بڑے بڑے عظیم الشان دینی اعمال کے باوجود سب سے پہلے جہنم میں پھینک دیے جائیں گے۔

⑥ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اخلاص نیت کے مجسم نمونہ تھے۔ ریاکاری اور دکھلاوے سے سخت اجتناب کرنے والے تھے۔ نیز ریاکاری کے ساتھ اعمال ضائع ہونے سے ہمیشہ خوفزدہ رہتے تھے۔اس وجہ سے وہ کبھی بے ہوش ہوجاتے اور کبھی زار و قطار روتے تھے۔

⑦ جب کوئی عمل کرنے والا اعلانیہ نیک کام کرنے میں یہ نیت رکھتا ہو کہ دیکھنے والے بھی اس پر عمل کریں اور اسے اس عمل کرنے والے کی طرح اجر حاصل ہوجائے ۔ایسی نیت

اور ارادہ جائز ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۲۳] «مَنْ سَنَّ فِی الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ ۔ وَ مَنْ سَنَّ فِی الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ » [۱]

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ اختیار کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو عمل کرنے والوں کے اجر کے برابر ہی اس کے لئے بھی اجر لکھا جائے گا۔ لیکن ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ جس نے اسلام میں کوئی برا راستہ اختیار کیا پھر اس پر عمل کرلیا گیا تو تمام برے عمل کرنے والوں کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ لکھا جائے گا۔ لیکن برے اعمال کرنے والوں کے بوجھوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

(۸) میدان قتال میں کافروں کے مقابلے میں بہادری اور جوانمردی کا اظہار اور باطل کے مقابلے میں عظمت و شوکت کا اعلان اخلاص نیت کے منافی نہیں ۔کیونکہ باطل کے مقابلے میں مفاخرت جائز ہی نہیں بلکہ ایک انتہائی بہترین اقدام تسلیم کیا گیا ہے ۔یہ شریعت اور عقل دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے۔جیسا کہ نبی ﷺ نے نعرہ لگایا:

[۹۲۴] «اَللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ» [۲]

''اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا'' اسی طرح نبی ﷺ نے میدان جہاد میں فرمایا:

[۹۲۵] «أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ »........« أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ » [۳]

''میں اللہ کا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا (یعنی پوتا) ہوں۔''

(۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے ۔اللہ تعالیٰ اس کو مشہور کر دیتا

---

[۱] صحيح مسلم= كتاب الزكاة : باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة أو أنها حجاب من النار و كتاب العلم : باب من سن سنة حسنة أو سيئة و من دعا إلى هدى أو ضلالة، الحديث: ۱۰۱۷ + صحيح الترمذی= أبواب العلم: باب فيمن دعا إلى هدى فأتبع أو إلى ضلالة، الحديث: ۲۱۵۶

[۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۸۲٤

[۳] صحيح البخاری = كتاب المغازی: باب قول الله تعالى ﴿ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ ..... ﴾ الحديث: ٤٠٦١، ٤٠٦٣ + صحيح مسلم = كتاب الجهاد والسير: باب في غزوة حنين، الحديث: ۱۷۷٦

ہے۔'' اس کی دیگر تشریحات حسب ذیل ہیں:

① جو لوگوں کے عیوب سن کر ان کی اشاعت کرے اللہ اس کے عیوب ظاہر کر دیتا ہے اور اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

② جو نیک عمل کرنے والا اپنے نیک اعمال سے لوگوں میں نیک نامی اور شہرت کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں اس کا مطلوب عطا کرتا ہے۔ آخرت میں اس کے لئے محرومی اور بدنصیبی کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوگا۔[1]

((.................. ❀❀❀❀❀ ....))

---

[1] شرح النووی: ۲/ ٤١٢

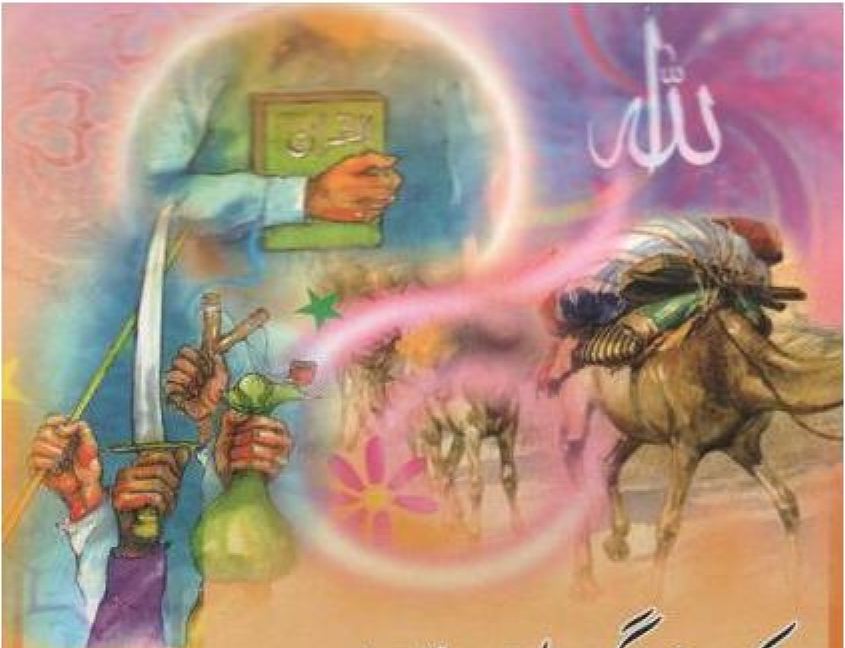

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت
کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ
اللہ کی رحمت کے اُمیدوار (مستحق)
ہیں اور اللہ معاف کرنیوالا مہربان ہے

(البقرۃ 2/ آیت 218)

باب:۱۸

مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقت

قرآنی آیات کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۲۶] ﴿ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ ﴾ [النساء:۴:۷۴]

"ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں قتال کرنا چاہیے جو دنیاوی زندگانی کو آخرت کے بدلے فروخت کر دیتے ہیں اور جو کوئی اللہ کی راہ میں قتال کرے گا پھر قتل ہو جائے یا غالب آجائے گا۔ (تو دونوں صورتوں میں) ہم اسے عظیم الشان اجر وثواب عطا کریں گے۔"

[۹۲۷] ﴿ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝ ﴾ [النساء:۴:۷۶]

"جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں۔ اور جو کافر ہیں وہ طاغوت (شیطانوں اور بتوں) کی خاطر لڑتے ہیں۔ سو ایماندارو! تم شیطان کے دوستوں سے قتال کرتے رہو۔ بلاشبہ شیطان کا مکر وفریب نہایت کمزور اور ضعیف ہے۔"

﴿ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴾ کا مطلب:

مجاہد فی سبیل اللہ شہید ہو یا غالب اور غازی دونوں حالتوں میں یکساں طور پر اجر عظیم کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر وتشریح صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے:

[۹۲۸] «تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ»[1]

"اللہ تعالیٰ اس شخص کا کفیل اور ضامن ہے جو اس کی راہ میں محض اللہ پر ایمان لاتے

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم السلسل:۶۷۲

ہوئے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد کے لئے نکل پڑے تو اس کو (شہید ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کردے گا اور (غازی ہونے کی صورت میں) اجر یا غنیمت میں سے کوئی ایک یا دونوں نعمتیں لازماً عطا فرمائے گا۔" آیت کا ظاہری اور واضح معنی یہی ہے۔

مجاہد کا اجر پورا یا کم:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۹۲۹] «مَا مِنْ غَازِيَةٍ أَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمُ وَ تَسْلَمُ إِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ أُجُوْرِهِمْ وَ مَا مِنْ غَازِيَةٍ أَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَ تُصَابُ إِلَّا تَمَّ أُجُوْرُهُمْ » ۲

"جو جماعت یا چھوٹا لشکر اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور مال غنیمت حاصل کرکے صحیح و سالم لوٹ آئے تو انہوں نے آخرت میں اپنے اجر و ثواب کا دو تہائی حصہ دنیا میں وصول کرلیا۔ (اور صرف ایک تہائی باقی رہ گیا) لیکن جو غازی جماعت یا چھوٹا لشکر حصول غنیمت میں ناکام رہے اور زخمی یا شہید ہو جائے تو ان کا اجر و ثواب آخرت میں کامل اور مکمل ہوگا۔"

دو مختلف احادیث کے درمیان مطابقت:

اوپر بیان کی گئی دو احادیث میں سے بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا پہلی حدیث [۹۳۰] «تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيْلِهِ......» اور صحیح مسلم کی مذکورہ بالا دوسری روایت [۹۳۱] «مَا مِنْ غَازِيَةٍ أَوْ سَرِيَّةٍ......» کے مفہوم میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔ موافقت اور مطابقت کے لئے محدثین اور علماء نے مندرجہ ذیل دو صورتیں بیان کی ہے:

۱ مسلم کی حدیث کا معنی درج ذیل تین وجوہ کی بنا پر درست نہیں۔ جبکہ بخاری اور مسلم کی پہلی حدیث کا معنی اس کے مقابلہ میں راجح اور صحیح ہے۔ اس کی درج ذیل تین وجوہ ہیں۔

① جنگ بدر میں شریک ہونے والے مجاہدین سب مجاہدوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح کتاب و سنت کے دلائل کے مطابق بدر میں شہید ہونے والے پکے جنتی ہیں۔ بلکہ جنگ بدر میں شرکت کرنے والے تمام صحابہ بخشے ہوئے ہیں اور جنتی ہیں۔ حاطب بن ابی

۲ صحیح مسلم = كتاب الإمارة : باب بيان قدر ثواب من غزا فغنم و من لم يغنم ، الحديث: ١٩٠٦

بلتعہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں آتا ہے کہ [۹۳۲] «لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ......» [ع]
جس کا مفہوم یہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانک کر کہہ دیا ہو کہ اگر آج کے بعد تم کوئی نیک عمل بھی نہ کرو تو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ حالانکہ اہل بدر نے غنیمت حاصل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

[۹۳۳] ﴿وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ......﴾ [الأنفال=۸:۷]

''اورتم پسند کرتے تھے کہ تمہارا آمنا سامنا غیر مسلح اور غلہ والے قافلہ سے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات (یعنی دعوت و جہاد) کے ذریعہ حق کو ثابت اور غالب کردے۔''

لہٰذا صحیح مسلم میں یہ دوسری حدیث سورۃ انفال کی مذکورہ آیت اور سورۃ النساء کی آیت :۹۴ کے مفہوم کے مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہے۔

② صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث اپنی شہرت، تواتر، اپنے مشہور راویوں اور متفق علیہ ہونے کی وجہ سے نیز قرآنی آیات کے مطابق ہونے کی وجہ سے قابل ترجیح ہے۔ جبکہ صحیح مسلم کی حدیث اس کے بالمقابل قابل ترجیح نہیں۔

③ مسلم کی حدیث کا ایک راوی حمید بن ھانی مجہول ہے لہٰذا وہ ضعیف ہے۔

④ صحیح مسلم کی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مجاہدین جب صحیح سلامت لوٹیں اور مال غنیمت بھی حاصل کرلیں۔ تو ان کا اجر وثواب ان غازیوں کے مقابلہ میں ذرا کم ہوگا۔ جو زخمی یا شہید ہو جائیں یا صحیح سالم لوٹیں مگر حصول غنیمت سے محروم رہیں۔ کیونکہ مال غنیمت بھی جہاد کے اجر کا ایک حصہ ہے۔ لہٰذا جب وہ اجر وثواب کا یہ حصہ وصول کرلیں گے تو گویا انہوں نے دوتہائی اجر دنیا میں پالیا۔ مذکورہ احادیث کے مابین مطابقت کی یہ وجہ زیادہ صحیح اور راجح ہے۔ بلکہ امام نووی رحمہ اللہ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ پہلی وجہ کو اور اسی طرح دیگر کئی وجوہات کو جو علماء نے پیش کی ہیں باطل اور غلط قرار دیا ہے اور دونوں احادیث کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔ حمید بن ہانی رحمہ اللہ ثقہ، مشہور اور مقبول راوی ہے۔ لیث بن سعد رحمہ اللہ، ابن وہب رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ جیسے ائمہ حدیث

ع تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۲۰۷

نے اس سے روایت کیا ہے۔ نیز یہ توجیہ دیگر صحیح احادیث کے مفہوم اور معنی سے بھی مکمل مطابقت رکھتی ہے۔ مثلاً مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ والی درج ذیل حدیث جس کو بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ نے خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

[۹۳۴] «قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ ۔ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ۔ فَمِنَّا مَنْ مَضَى لَوْ ذَهَبَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا۔ كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَ إِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ۔ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَ اجْعَلُوا عَلَى رِجْلِهِ الْإِذْخِرَ» وَ مِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا» [ع]

''ہم نے (مکہ سے مدینہ کی طرف) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کے لئے ہجرت اختیار کی اور ہمارا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ذمے ثابت ہو گیا۔ چنانچہ ہم میں سے بعض مہاجرین تو فوت ہو گئے اور اپنے اجر سے (دنیا میں) کوئی چیز نہ کھا سکے۔ ان میں سے ایک سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے ایک چٹائی کے علاوہ کوئی چیز بطور ترکہ نہ چھوڑی۔ ہم لوگ جب اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ٹانگیں ننگی ہو جاتیں اور جب ٹانگوں کو چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دو۔ ہم میں سے بعض کے پھل پک گئے تو وہ اپنے اجر سے (دنیا میں ہی) چن چن کر کھانے لگے۔''

اہل بدر بلاشبہ سب مجاہدین سے افضل ہیں اور بخشے ہوئے ہیں۔ جنگ بدر سے حاصل ہونے والا مال غنیمت یقیناً سب غنائم سے افضل ہے۔ لیکن اس پر لازم نہیں آتا کہ اگر وہ صحابہ ان غنائم کا ارادہ نہ کرتے تو ان کے درجات اور مراتب اس سے عظیم وجلیل نہ ہوتے۔'' [ف]

جو اس لئے لڑا کہ اللہ کا دین سر بلند ہو:

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کرنے لگا:

ع صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوة أحد، الحدیث: ۴۰۸۲+ صحیح مسلم= کتاب الجنائز: باب فی کفن المیت، الحدیث: ۹۴۰۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

ف خلاصہ کلام از شرح النووی: ۲/ ۱۴۰+ الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۵/ ۱۷۹، ۱۸۰

[۹۳۵] «الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانَهُ فَمَنْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ» [۱]

"(یا رسول اللہ!) ایک آدمی غنیمت حاصل کرنے کے لئے قتال کرتا ہے، ایک آدمی اپنی شہرت اور نیک نامی کے لئے قتال کرتا ہے اور ایک آدمی شجاعت و قوت میں اپنا مقام دکھانے کے لئے قتال کرتا ہے۔ان میں مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس لئے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔"

ایک روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں:

[۹۳۶] «سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ شُجَاعَةً وَ يُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَ يُقَاتِلُ رِيَاءً۔ أَيُّ ذٰلِكَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ» [۲]

"رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص کے بارے سوال کیا گیا جو اظہار شجاعت کے لئے یا قومی حمیت وعصبیت کے لئے یا ریا کاری اور نمود و نمائش کے لئے قتال کرتا ہے۔ان میں مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: جو اس لئے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ ہی سربلند ہو تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔"

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی حدیث پر کتاب الجہاد میں دوسرا یہ عنوان قائم کیا ہے "مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ هَلْ يُنْقَصُ مِنْ أَجْرِهِ؟" یعنی جو حصول غنیمت کے لئے جہاد کرے کیا اس کے اجر میں کمی ہوگی؟ حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے ساتھ ساتھ حصول غنیمت کا ارادہ کر لینا اجر و ثواب کے منافی اور اس کو کم کرنے والا نہیں ہو سکتا۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے سوال کرنے والے کو یہ نہیں کہا کہ مال غنیمت وغیرہ کے لئے لڑنے والا مجاہد فی سبیل اللہ نہیں۔بلکہ ایک جامع جملہ ارشاد فرمایا کہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ارادہ رکھنے والا ہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔خواہ اس کا ارادہ صرف یہی یعنی دین کی سربلندی ہو

---

[۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل:۱۷
[۲] صحیح مسلم= کتاب الإمارة: باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، الحديث: ۱۹۰۴۔ اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی اور ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

یا اس کے ساتھ ساتھ حصول غنیمت کا خیال بھی شامل ہو جائے۔

◎ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اِذَا كَانَ اَصْلُ الْبَاعِثِ هُوَ الْاَوَّلُ (إِعْلَاءُ كَلِمَةِ اللّٰهِ) لَا يَضُرُّهُ مَا عَرَضَ لَهُ بَعْدَ ذَالِكَ وَ بِذَالِكَ قَالَ الْجُمْهُوْرُ"

"جب مجاہد کے قتال کا اصل باعث اور مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہی ہو تو اس کے ضمن میں شامل ہونے والی کسی غرض سے اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اکثر علمائے اسلام کا بھی یہی موقف ہے۔"

سنن نسائی میں حدیث ہے، جسے جید سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا:

[۹۳۷] «اَرَأَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْاَجْرَ وَالذِّكْرَ مَا لَهُ؟ قَالَ "لَا شَيْءَ لَهُ، فَاَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَقُوْلُ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا شَيْءَ لَهُ" ثُمَّ قَالَ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ» [۵]

" (یا رسول اللہ!) بتایئے کہ ایک شخص اجر اور نیک شہرت دونوں مقاصد کے لئے جہاد کرتا ہے۔ اسکو کیا حاصل ہوگا؟ فرمایا: اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس نے تین بار اپنا سوال دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہی جواب دیا کہ اس کو کچھ نہیں ملے گا" پھر فرمایا: اللہ تعالی وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اس کی رضا مندی کے لئے کیا جائے۔"

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ حدیث اکثر علماء کے موقف کے منافی نہیں کیونکہ " لا شيء له" کا حکم اس وقت ہوگا۔ جبکہ مجاہد کی نیت میں اعلاء کلمۃ اللہ کا خیال غالب نہ ہو اور اصل مقصد وہ نہ ہو۔ بلکہ وہ دونوں مقصدوں کو اس مقصد کا درجہ دے بیٹھے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ جنگ و قتال کے لئے ابھارنے والی تین قوتیں ہیں۔

① قوت عقلیہ: جس کا تعلق عقل سلیم اور مثبت سوچ کے ساتھ ہو۔

② قوت غضبانیہ: جس کا تعلق انسان کے غصے کی حالت سے ہو۔

③ قوت شہوانیہ: جس کا تعلق انسان کی نفسانی خواہش یا لالچ وغیرہ سے ہو۔

فی سبیل اللہ وہی قتال ہوگا۔ جس کے لئے ابھارنے اور برانگیختہ کرنے والی قوت عقلیہ (یعنی بغرض اعلاء کلمۃ اللہ) ہوگی۔ جبکہ جنگ کے اسباب اور مقاصد کل چھ ہیں:

---

۵ صحيح النّسائي – كتاب الجهاد: باب من غزا يلتمس الأجر والذّكر، الحديث: ۲۹۴۳

1 طلب اجر
2 طلب غنیمت
3 اظہار شجاعت
4 عصبیت وحمیت
5 غضب
6 ریاء ونمود

ان میں طلب اجر کے سوا باقی تمام مقاصد بھی قابل تعریف اور کبھی قابل مذمت ہوتے ہیں۔ حدیث کے مطابق مجاہد فی سبیل اللہ وہی ہے، جس کا اصل مقصد فقط اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔ اگر چہ ضمناً کوئی دوسری غرض بھی ساتھ شامل ہوجائے۔ [۹]

اللہ تعالیٰ کے لئے لڑنے والا اور شیطان کے لئے لڑنے والا:

گذشتہ بحث سے دلائل اور براہین کی روشنی میں یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے ساتھ ساتھ ضمنی طور پر کسی دوسری جائز غرض کا شامل ہو جانا نقصان دہ نہیں ہے۔ نہ ہی جہاد کو فی سبیل اللہ کے مفہوم سے خارج کرتا ہے۔

- امام صنعانی رحمہ اللہ امام طبری رحمہ اللہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"قَالَ الطَّبَرِيُّ إِنَّهُ إِذَا كَانَ أَصْلُ الْمَقْصَدِ إِعْلَاءَ كَلِمَةِ اللّٰهِ لَمْ يَضُرَّ مَا حَصَلَ مِنْ غَيْرِهِ ضِمْنًا وَ بِذٰلِكَ قَالَ الْجُمْهُورُ وَالْحَدِيثُ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ لَا يَخْرُجُ عَنْ كَوْنِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَعَ قَصْدِ التَّشْرِيكِ لِأَنَّهُ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا...... فَيَدْعُونَ اللّٰهَ بِمَيْلِهِ" [۱۰]

''امام طبریؒ نے کہا ہے کہ جب مجاہد کا اصل مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہی ہو تو ضمناً کسی دوسری (جائز) غرض کا اس میں شامل ہو جانا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اکثر علمائے اسلام کا بھی یہ موقف ہے۔ حدیث مذکور میں بھی اس معنیٰ کا احتمال موجود ہے۔ کہ کسی دوسری غرض کے ساتھ شامل ہوجانے سے جہاد کا مفہوم فی سبیل اللہ سے خارج نہیں ہو گا۔ کیونکہ اس صورت میں بھی مجاہد نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کیا ہے۔'' اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

[۹۳۸] ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [البقرۃ:۲:۱۹۸]

'' تمہارے لئے کوئی حرج نہیں کہ (سفر حج میں) اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کرو۔''

---

[۹] فتح الباری=۶/۲۸-۷۰۳۶/۲۱+نیل الأوطار: ۷/۲۲۷

[۱۰] سبل السلام: ۴/۸۷-۸۸

چنانچہ جب دوران حج طلب رزق سے اس کی فضیلت میں کوئی کمی نہیں آتی تو دوران جہاد مال غنیمت کا طلب کرنا بھی قتال فی سبیل اللہ کے اجروثواب کے منافی نہیں ہوگا۔بشرطیکہ مجاہد کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مقصد اللہ کے کلمہ کی سر بلندی ہی ہو۔لیکن جب دونوں مقصد برابر ہوں تو اس میں کلام باقی ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت اور حدیث کا ظاہر مفہوم تو یہی ہے کہ اس صورت میں بھی مجاہد کو کوئی حرج ونقصان نہیں ہوگا۔البتہ امام نسائی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی ایک درج ذیل حدیث روایت کی ہے۔ جو پہلے اسی باب میں گذر چکی ہے:

[۹۳۹] «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالذِّكْرَ مَا لَهُ؟ قَالَ لَا شَيْءَ لَهُ۔ فَأَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَقُولُ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا شَيْءَ لَهُ" ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ» [1]

"ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے کہ ایک آدمی جہاد کرتا ہے۔اجر اور نیک نامی دونوں کا طلبگار ہے۔اسے کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ سائل نے تین مرتبہ اسی سوال کو دہرایا اور آپ ﷺ نے ہر دفعہ "لَا شَيْءَ" کہہ کر جواب دیا۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول فرماتا ہے۔ جو خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے ہو۔"

چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مجاہد کے دونوں مقصد مساوی اور برابر ہو نگے تو اجر وثواب باطل ہو جائے گا۔لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ نیک نامی کی طلب ریا کاری کے ہی ہم معنی ہے۔ جو نیک اعمال کو ضائع اور باطل کردیتی ہے۔(گویا وہ ناجائز غرض ہے) جبکہ مال غنیمت حاصل کرنے کی نیت کا اور معاملہ ہے کیونکہ وہ مقصد جہاد کے منافی نہیں۔بلکہ جب مال غنیمت کے حصول سے ارادہ یہ ہو کہ مشرکین کو غیظ وغضب دلایا جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رہ کر مال غنیمت سے فائدہ حاصل کرنا ہو تو یہ بذات خود اجر وثواب کا باعث ہوگا۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

[۹۴۰] ﴿وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ [التوبۃ:۹-۱۲۰]

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹۲۷

”اور وہ دشمن سے جو بھی کامیابی حاصل کرتے ہیں تو ان کے لئے اسکے بدلے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔“

مذکورہ بالا آیت میں ”کامیابی“ سے مراد وہ کامیابی ہے جو جائز ہو۔ رسول اللہ ﷺ جنگ سے پہلے اور جنگ کے دوران یہ اعلان فرماتے:

[۹۴۱] «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ» [۱]

”جو کسی کافر کو قتل کردے گا تو اس کا چھینا ہوا مال اسی کو دیا جائے گا۔“

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ غنیمت کی خواہش مقصد قتال کے ہرگز منافی نہیں۔ بلکہ آپ نے یہ اعلان اپنے مجاہدین کو مشرکین کے قتال میں خوب محنت اور کوشش کرنے کے لئے اور رغبت دلانے کے لئے اور شوق پیدا کرنے کیلئے ہی فرمایا تھا۔ بالکل اسی مفہوم کی ایک دوسری متفق علیہ حدیث بھی ہے:

[۹۴۲] «اِنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيْمَانٌ بِيْ وَ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ» [۲]

”اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ جو اس کے راستے میں اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے نکلے گا اس کو اجر وثواب یا مال غنیمت (دونوں یا دونوں میں سے ایک) کے ساتھ واپس کرونگا۔ یا اس کو جنت میں داخل کروں گا۔“

اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ مذکورہ بالا صحیح احادیث کے معانی اور مفاہیم سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے ساتھ کوئی دوسری (شرعاً جائز) غرض شامل کرنا صحیح ہے۔ بلکہ مال غنیمت کو حاصل کرنے کی خواہش ایک ایسی جائز خواہش ہے کہ بعض اوقات کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد کا مقصد ہی صرف ان کے مال حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر میں تین سو تیرہ جانثاروں کے ساتھ شام سے واپس آنے والے مشرکین کے مال واسباب سے لدے ہوئے قافلہ کی طرف اسی مقصد کے لئے روانہ ہوئے تھے

---

[۱] صحیح البخاری- کتاب الجهاد / أبواب الخمس: باب من لم يخمس الأسلاب و من قتل قتيلاً فله سلبه..... الحديث: ۲۹۷۳ + صحیح مسلم - کتاب الجهاد والسير: باب استحقاق القاتل سلب القتيل ، الحديث: ۱۷۵۱۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

[۲] تخریج کے لئے دیکھیے الرّقم المسلسل: ۹

اور یہ مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کے منافی نہیں ۔ بلکہ مال غنیمت کا حصول کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لئے تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ارادہ کو جائز قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۹۴۳] ﴿وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ﴾ [الأنفال: ۸:۷]

''اورتم یہ پسند کرتے تھے کہ تمہارا آمنا سامنا ایک غیر مسلح قافلہ کے ساتھ ہو(جو غلہ بردار ہے)۔''

اللہ تعالیٰ نے ایسے ارادہ پر ان کی کوئی مذمت نہیں فرمائی۔ حالانکہ اس میں جنگ کے مقابلہ میں صحابہ کی مال کے ساتھ محبت کا اظہار بھی ہے ۔ پس ثابت ہوا کہ مشرکین کو خوفزدہ اور ہراساں رکھنا ان کے مال و مواشی پر قبضہ کرنا اور ان کے باغات اور جنگلات کو تاخت و تاراج کرنا: جیسے معاملات بھی اعلاء کلمۃ اللہ کے مفہوم میں شامل ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث یوں ہے:

[۹۴۴] «اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ هُوَ يَبْتَغِيْ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ «لَا اَجْرَ لَهُ» فَأَعْظَمَ ذٰلِكَ النَّاسُ وَ قَالُوا لِلرَّجُلِ أَعِدْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَلَعَلَّكَ لَمْ تُفْهِمْهُ ۔ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَهُوَ يَبْتَغِيْ عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا ؟ فَقَالَ «لَا اَجْرَ لَهُ» فَقَالُوا لِلرَّجُلِ : أَعِدْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : فَقَالَ لَهُ الثَّالِثَةَ ! فَقَالَ لَهُ «لَا اَجْرَ لَهُ»» [1]

''ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ !ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہے ۔اور اس میں دنیا کا مال طلب کرتا ہے ۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گزری۔ انہوں نے پھر اسی شخص سے کہا: دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کریں ،ممکن ہے آپ انہیں سمجھا نہ پائے ہوں ۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ دنیاوی غرض کی نیت کے ساتھ کرتا ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اس کے لئے کوئی اجر نہیں'' صحابہ نے پھر اس شخص سے کہا: اپنا سوال دہراؤ'' اس نے تیسری بار سوال دہرایا۔آپ نے پھر فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔''

[1] صحيح أبي داؤد- كتاب الجهاد: باب فيمن يغزو و يلتمس الدنيا، الحديث: ۲۵۱٦

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مجاہد کی غرض محض طلب دنیا ہو۔ وگرنہ طلب غنیمت کو مقصد جہاد میں شامل کرنا صحابہ کرام کے ہاں ایک مشہور و معروف اور تسلیم شدہ امر تھا۔ اور وہ خود اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ غزوۂ احد کے روز سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی:

[۹۴۵] « اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ رَجُلًا شَدِیْدًا اُقَاتِلُهٗ وَ یُقَاتِلُنِیْ ثُمَّ ارْزُقْنِیْ عَلَیْهِ الظَّفَرَ حَتّٰی اَقْتُلَهٗ وَ آخُذَ سَلَبَهٗ » [۱]

"اے اللہ! مجھے (مقابلے کے لئے) ایک قوی اور مضبوط آدمی عطا فرما جس سے میں لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ پھر مجھے اس کے مقابلے میں کامیابی نصیب فرما۔ حتی کہ میں اس کو قتل کر ڈالوں اور اس کا چھینا ہوا مال حاصل کروں۔" [۲]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ بالا ابو داؤد کی حدیث ناقابل استدلال ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اس میں دنیا کا مال بھی طلب کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ اس حدیث میں ابن مکرز مجہول راوی ہے۔ ایک شامی آدمی تھا اس سے زیادہ اس کا کوئی تعارف مذکور نہیں۔ لہٰذا وہ مجہول الحال شخص ہے۔ جیسا کہ امام منذری نے کہا ہے۔ [۳]

لہٰذا صحیح احادیث کے مخالف ہونے کی صورت میں اس کا کوئی صحیح مفہوم متعین کرنا غیر ضروری ہے۔

طاغوت کے راستے میں قتال

طاغوت کا مفہوم:

اَلطَّاغُوْتُ: عِبَارَةٌ عَنْ كُلِّ مُعْتَدٍ وَ كُلِّ مَعْبُوْدٍ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يُسْتَعْمَلُ فِي الْوَاحِدِ وَالْجَمْعِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى ﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ —— وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ —— اَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ —— يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ —— ﴾ سُمِّيَ

[۱] سنن البیہقی = کتاب قسم الفیء والغنیمۃ: باب السلب للقاتل (۶/۳۰۵)

[۲] سبل السلام: ۴/۸۸،۸۷ + فتح الباری: ۶/۳۶۸

[۳] مختصر سنن أبی داؤد للمنذری = کتاب الجہاد: باب فیمن یغزو و یلتمس الدنیا، الحدیث: ۲۴۰۶

السَّاحِرُ وَالْكَاهِنُ وَالْمَارِدُ مِنَ الْجِنِّ . وَالصَّارِفُ عَنْ طَرِيْقِ الْحَقِّ طَاغُوْتًا»[۱۸]

''طاغوت سے مراد ہر ظالم اور وہ معبود ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے ۔ یہ لفظ واحد اور جمع کے طور پر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۹٤٦] ﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ [البقرة=۲:۲۵٦]

''جو کوئی طاغوت (یعنی شیطان اور معبود من دون اللہ) کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی کو پکڑ لیا۔''

[۹٤۷] ﴿ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ ﴾ [الزمر=۳۹:۱۷]

''اور وہ لوگ جنہوں نے شیطان کو پوجنے سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ ان کے لیے بشارت ہے۔ اے نبی! تو میرے بندوں کو بشارت سنا دے۔''

[۹٤۸] ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ...... ﴾ [البقرة=۲:۲۵۷]

''اور وہ لوگ جو کافر ہیں شیطان انکے دوست ہیں......''

[۹٤۹] ﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ ﴾ [النساء=٤:٦۰]

''وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ شیطان کی طرف اپنے فیصلے لے کر جائیں۔''

نسل انسانی میں موجود شیاطین ، صراط مستقیم سے باز رکھنے والے، جادوگر ، نجومی ہرکش جنات اور صراط مستقیم سے باز رہنے والے بھی طاغوت کہلاتے ہیں:

◎ مفسر قرآن امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ وَالْكِسَائِيُّ: "اَلطَّاغُوْتُ" يُذَكَّرُ وَ يُؤَنَّثُ لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْكَاهِنَ وَالْكَاهِنَةَ طَاغُوْتًا. قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ: اَلدَّلِيْلُ عَلٰى اَنَّهُ الشَّيْطٰنُ قَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ...... ﴾"[۱۹]

''ابو عبیدہ اور کسائی نے کہا ہے: طاغوت مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اہل عرب کاہن مرد اور کاہنہ عورت کو طاغوت کہتے ہیں ۔ابو اسحٰق نے کہا یہ آیت

---

[۱۸] المفردات فی غریب القرآن للأصفهانی: ۳۰۷

[۱۹] تفسیر القرطبی: ۵/ ۱۱۸

’’شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو......‘‘ اس بات کی دلیل ہے کہ طاغوت سے مراد یہاں پر شیطان ہے۔ (لہٰذا سب سے بڑا طاغوت شیطان اور باطل معبود ہیں۔‘‘)

اللہ پر ایمان اور طاغوت کا انکار:

طاغوت کا انکار اور اللہ پر ایمان نجات کیلئے مضبوط کڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۵۰] ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى......﴾

’’جو شیطان کا انکار کردے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے......‘‘

[۹۵۱] ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ......﴾ [النحل-۱۶:۳۶]

(’’ہم نے ہر امت کی طرف اس پیغام کے ساتھ ایک رسول بھیجا) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں یعنی بتوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔‘‘

[۹۵۲] ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ......﴾

’’ایماندار لوگ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور کافر شیطان کے راستے میں لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے دوستوں یعنی کفار ومشرکین کے ساتھ قتال کرتے رہو۔‘‘

ہم گذشتہ اوراق میں دلائل کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ سے مراد ہر وہ جہاد وقتال ہے۔ جس کا سب سے بڑا مقصد کلمۃ اللہ کی سربلندی اور دین حق کو غالب کرنا ہو۔ ہر وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جنگ وقتال کرے۔ خواہ اس عظیم ترین مقصد کے ساتھ دیگر جائز اور شرعی مقاصد (حصول غنیمت وغیرہ) شامل ہوں۔ لہٰذا فی سبیل اللہ کے مفہوم میں مال غنیمت کا حصول، مسلمانوں کے علاقوں کو کافروں کے ظلم اور پنجۂ استبداد سے چھڑانا اور مظلوم، بے بس اور لاچار مسلمانوں کی مدد جیسی دینی اغراض داخل ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی بہت زیادہ واضح آیات اور بخاری ومسلم کی بہت زیادہ صحیح اور متواتر احادیث اس پر دلائل کے طور پر موجود ہیں۔ ہم ان کے ظاہری معانی سے استدلال کرتے ہوئے اس موضوع کو تحقیق کے اعلیٰ معیار پر ثابت کر چکے ہیں۔ یہ امر بھی واضح ہو چکا ہے کہ اکثر علمائے اسلام، محدثین اور فقہاء کا یہی موقف ہے۔ امام بخاری ومسلم اور دیگر کتب احادیث کے مصنفین اور فقہ اسلامی کے

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے۔تفصیل کے لئے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کریں۔لہٰذا صحیح بخاری کے درج ذیل عنوانات **ملاحظہ کریں**:

1. مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا
2. مَسْحُ الْغُبَارِ عَنِ الرَّأْسِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
3. اَلْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ

اسی طرح صحیح بخاری ، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی ، ابن ماجہ ، ابوداؤد اور مؤطا امام مالک وغیرہ میں کتاب الزکاۃ اور کتاب الجہاد کے وہ ابواب جن میں فی سبیل اللہ کے شرعی مفہوم کو آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہوئے متعین کیا گیا ہے۔ تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گی ۔بعض لوگوں کا موقف ہے کہ کمزوروں اور بے بسوں کے لئے جہاد کرنا ، مال غنیمت کے حصول کے لئے لڑنا اور مسلم علاقوں کو کافروں کے قبضہ سے آزاد کرانا جہاد فی سبیل اللہ نہیں ۔یہ موقف درست نہیں۔ بلکہ بعض لوگ تو ان مقاصد کے لئے جہاد کرنے کو ''قتال فی سبیل الطاغوت'' قرار دیتے ہیں۔ یہ موقف قرآن و حدیث کی واضح عبارتوں میں تبدیلی کرنے کے مترادف ، کھلی گمراہی اور کج روی ہے ۔جس کی اصل وجہ قرآن و سنت میں غور وفکر نہ کرنا ،اندھی جہالت ،بغاوت اورفساد کی فضا پیدا کرنا ہے ۔عین ممکن ہے کہ اس کا سبب شیطانی چالیں اور مکاریاں ہوں ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کا یہ واضح دشمن بنی آدم کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ اس لئے وہ دینی فرائض کے ہر دروازے پر گھات لگائے بیٹھا ہے۔

شیطان کے دجل وفریب کا جال اور مومن کا یقین کامل:

اس خطرناک دشمن شیطان ملعون کی خفیہ کمین گاہوں کا نقشہ درج ذیل حدیث میں یوں کھینچا گیا ہے۔سیدنا سَبرہ بن ابی فاکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۹۵۳] « إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِأَطْرُقِهِ ۔فَقَعَدَ لَهُ بِطَرِيْقِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ تُسْلِمُ وَ تَذَرُ دِيْنَكَ وَ دِيْنَ آبَائِكَ وَآبَاءِ أَبِيْكَ فَعَصَاهُ فَأَسْلَمَ ۔ ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيْقِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ تُهَاجِرُ وَ تَدَعُ أَرْضَكَ وَسَمَاءَكَ وَ إِنَّمَا مَثَلُ الْمُهَاجِرِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي الطِّوَلِ فَعَصَاهُ فَهَاجَرَ۔ ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيْقِ الْجِهَادِ فَقَالَ تُجَاهِدُ فَهُوَ جَهْدُ النَّفْسِ وَ الْمَالِ فَتُقَاتِلُ فَتُقْتَلُ

فَتُنْكَحُ الْمَرْأَةُ وَ يُقْسَمُ الْمَالُ فَعَصَاهُ فَجَاهَدَ ـ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَ مَنْ قُتِلَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ـ وَ اِنْ غَرِقَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ وَقَصَتْهُ دَابَّتُهُ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ » [1]

" شیطان ابن آدم کے تمام راستوں میں گھات لگائے بیٹھا رہتا ہے ۔ چنانچہ اسلام کے راستے میں بیٹھتا ہے۔ تو اسے کہتا ہے :تم اسلام لاؤ گے تو اپنے پیدائشی اور آبائی دین کو چھوڑ بیٹھو گے۔ لیکن ابن آدم نے اس کی بات نہ مانی اور دین اسلام قبول کرلیا۔ پھر وہ ہجرت کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور اس کو بہکاتے ہوئے کہتا ہے :تم اگر ہجرت کرو گے تو اپنی سرزمین اور اپنے آسمان کو خیر باد کہہ دو گے ۔مہاجر کی مثال تو رسی میں باندھے ہوئے گھوڑے کی طرح ہے(یعنی حریت اور آزادی سے محروم ہوجاؤ گے اور ایک خاص وطن میں مقید ہوکر رہ جاؤ گے) ۔لیکن ابن آدم اس کی نافرمانی کرتے ہوئے ہجرت اختیار کرلیتا ہے۔ پھر شیطان اس کے لئے جہاد کے راستے میں گھات لگاتا ہے۔ اور اس کو بہکاتا ہے کہ تم جہاد کرو گے۔ یہ تو جان و مال کی مشقت اور قربانی ہے ۔چنانچہ تم قتال کرو گے تو موت آجائے گی پھر تمہاری عورت سے نکاح کرلیا جائے گا اور تمہارا مال وارثوں میں تقسیم ہوجائے گا۔ مگر ابن آدم اس بار بھی اس کی مخالفت کرتے ہوئے جہاد کرتا ہے ۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو انسان ایسی عزیمت اور پختہ یقین کا مظاہرہ کرے گا۔ اللہ پر حق ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے اور جو (راہ جہاد میں) مارا جائے اللہ پر حق ہوگا کہ اسے جنت میں داخل کردے۔ اگر وہ اسی دوران غرق ہوجائے تو اللہ پر حق ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل کردے۔ اگر اس کی سواری اسے گرا کر ہلاک کردے تو اللہ پر حق ہوگا کہ اسے جنت میں داخل فرمائے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[۹۵۴] ﴿ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ﴾ [المجادلۃ =۵۸: ۱۹]

"آگاہ رہو کہ شیطان کا گروہ لازماً خسارہ پانے والا ہے ۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی جماعت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح النسائی = کتاب الجهاد : باب ما لمن أسلم و هاجر و جاهد، الحدیث: ۲۹۳۷

[۹۵۵] ﴿ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ [المجادلة=۵۸:۲۲]

''آگاہ رہو کہ اللہ کی جماعت والے ہی بالآخر کامیاب ہوں گے۔''

شیطان کے مکروفریب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

[۹۵۶] ﴿ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ ﴾ [النساء=۴:۷۶]

''یقیناً شیطان کا مکروفریب ضعیف وکمزور ہے۔''

سابقہ بحث سے ثابت ہوا:

① شہید اور غازی (زخمی ہو یا صحیح سالم) دونوں اجر عظیم کے مستحق ہیں۔اللہ تعالیٰ دونوں کے لئے دخول جنت یا اجر اور غنیمت کا ضامن ہے۔

② صحیح مسلم میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ''تحقیق انہوں نے اپنے اجر وثواب کے دو حصے وصول کر لئے.....'' صحیح ہے اور سورۃ النسآء کی آیت :۷۶ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ضمانت وکفالت کے تذکرے والی حدیث کے مخالف نہیں ہے۔بلکہ صحیح مسلم والی حدیث میں مجاہدین کے اجروثواب کے مختلف مراتب کی تفصیل ہے۔اس کے باوجود وہ سب کے سب اجر عظیم کے مطلق طور پر حقدار ہیں۔

③ شہداء بدر پکے جنتی ،سب سے افضل مجاہدین اور بخشے ہوئے مومن ہیں۔

④ ① مجاہد شہید ہو جائے تو بلاشک وشبہ جنتی اور مکمل اجر کا مستحق ہے۔

② غنیمت پا کر صحیح سالم لوٹے تو $\frac{2}{3}$ (دوتہائی حصہ) اجر دنیا میں وصول کر چکا اور $\frac{1}{3}$ (ایک تہائی حصہ) آخرت میں پالے گا۔

③ زخمی ہو کر غنیمت حاصل کرلے تو $\frac{1}{3}$ (ایک تہائی) حصہ اجر پا گیا $\frac{2}{3}$ (دو تہائی) حصہ کا آخرت میں حقدار ہوگا۔

④ اگر زخمی ہو کر غنیمت حاصل کئے بغیر لوٹے تو بھی ان شاء اللہ مکمل اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

مذکورہ بالا تمام صورتیں اجر عظیم میں داخل ہیں اور مختلف دلائل میں موافقت پیدا کرنے کی صحیح صورت یہی ہے۔

⑤ مجاہد فی سبیل اللہ وہ ہے جو اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کے لئے قتال کرے۔(یعنی اس کا

سب سے بڑا مقصد یہی ہو) اگرچہ ضمنی طور پر وہ کوئی دوسری جائز غرض بھی رکھتا ہو۔ یہ مؤقف قرآن و سنت کی تمام عبارتوں کے عین مطابق ہے اور اکثر علمائے اسلام کا یہی مؤقف ہے۔

⑥ مال غنیمت کو حاصل کرنا، اسلامی علاقوں کو آزاد کروانا اور بے بس اور لاچار مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا وغیرہ جہاد کے شرعی اغراض و مقاصد ہیں۔ لیکن یہ تمام مقاصد إعلاءِ کَلِمَةُ اللهِ کے ساتھ مشروط ہونگے۔

⑦ سفر حج میں روزی کی تلاش اسی طرح سفر جہاد میں مال غنیمت کی تلاش حج اور جہاد کے مقاصد کے منافی نہیں اور نہ ان کی تلاش انکے اجر عظیم میں کمی واقع کریں گی۔

⑧ ناجائز اور غیر شرعی مقصد جہاد سمیت تمام اعمال کو باطل کر دیتا ہے۔

⑨ سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۲۰ اور صحیح حدیث ''جس نے کسی (کافر) کو قتل کیا، اس کے پاس اس کی دلیل بھی ہے تو اس مقتول سے چھینا ہوا مال اس (قاتل) کو ملے گا'' اس بات کی کے واضح دلائل ہیں کہ مال غنیمت کا حصول جہاد کا شرعی مقصد ہے۔ بلکہ عظیم مقصد ہے۔

⑩ ''طاغوت کے راستے'' سے مراد شیطانوں اور جھوٹے معبودوں کا راستہ ہے۔ سب سے بڑا طاغوت شیطان ہے۔ جبکہ ''شیطان کے دوستوں'' سے مراد جھوٹے اور باطل معبود ہیں۔

⑪ ''فی سبیل اللہ'' کا مفہوم بڑا جامع اور وسیع ہے اور اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے علاوہ بہت سارے شرعی مقاصد مثلاً مال غنیمت کا حصول اور کمزور اور بے بس مسلمانوں کی مدد وغیرہ جہاد فی سبیل اللہ کے اہداف و اغراض میں شامل ہیں۔

⑫ کمزوروں کی مدد کرنے اور مال غنیمت حاصل کرنے، جیسے شرعی اور جائز مقاصد کے لئے جہاد کرنے کو ''قتال فی سبیل الطاغوت'' کہنا قرآن و سنت کے دلائل میں تحریف کرنے کے مترادف اور واضح گمراہی ہے۔

⑬ دنیاوی نقصانات کے حوالے سے اسلام قبول کرنے، اللہ کی طرف ہجرت کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ سے منع کرنا شیطان لعین کی مکروہ چال ہے۔ جبکہ غلبہ حق کی خاطر جانی و مالی نقصان کو برداشت کرنا اہل حق اور مخلص مومنوں کا طرۂ امتیاز ہے۔

⑭ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۹۵۷] «مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ» [21]

''جس شخص کے کچھ بال اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سفید ہوگئے وہ قیامت کے روز اس کے لئے نور (روشنی) ثابت ہونگے۔''

جبکہ ایک اور صحابیٔ رسول سیدنا کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۹۵۸] «مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ» [22]

''جس کے کچھ بال اسلام میں سفید ہوگئے۔اس کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔''

اس حدیث میں ''فی الاسلام'' سے مراد جہاد ہی ہے۔کیونکہ وہ اسلام کی چوٹی کی کوہان ہے۔اسلام کل ہے اور جہاد سب سے بڑا جزء ہے۔کل بول کر سب سے بڑا جزء مراد لیا گیا ہے۔اس کو علم منطق اور علم کلام اور فصاحت و بلاغت کی رو سے مجاز مرسل کہا جاتا ہے۔کلام عرب میں ایسا اکثر ہوتا ہے۔سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن صحیح ہے اور سیدنا کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن ہے۔اور حسن کے مقابلے میں صحیح قابل ترجیح ہوتی ہے۔لہٰذا سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کو ترجیح حاصل ہوگی۔جس میں یہ ذکر ہے جو جہاد میں بوڑھا ہوا اس کے لئے قیامت کے روز روشنی ہوگی۔

(۱۵) جہاد گویا سب سے بڑا اسلامی عمل بلکہ عین اسلام ہے۔اس لئے فی سبیل اللہ اور فی سبیل الاسلام جہاد کے معنی میں استعمال کئے گئے ہیں۔یہ معجزانہ کلام جامع کلمات کے استعمال کی واضح مثال ہے۔جامع کلمات کو استعمال کرنا نبی ﷺ کے خاصوں میں سے ایک خاصہ ہے۔ [23]

(۱۶) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۹۵۹] «وَفْدُ اللهِ ثَلَاثَةٌ: اَلْغَازِيْ، وَالْحَاجُّ، وَالْمُعْتَمِرُ» [24]

---

[21] صحیح الترمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب من شاب شيبة فی سبیل الله عزّوجلّ، الحدیث: ۱۳۳۵ +صحیح النّسائی= کتاب الجهاد: باب ثواب من رمٰی بسهم فی سبیل الله، الحدیث: ۲۹۴۵، ۲۹۴۸

[22] صحیح الترمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب من شاب شيبة فی سبیل الله عزّوجلّ، الحدیث: ۱۳۳۴+ صحیح النّسائی= کتاب الجهاد: باب ثواب من رمٰی بسهم فی سبیل الله، الحدیث: ۲۹۴۷

[23] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۶۹۱

[24] صحیح النّسائی= کتاب مناسك الحجّ: باب فضل الحجّ، الحدیث: ۲۴۶۲، = کتاب الجهاد: باب الغزاة وفد الله تعالٰی، الحدیث: ۲۹۲۴۔اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

" اللہ تعالیٰ کا وفد (اس کی طرف جانے والے مسافر) تین قسم کے لوگ ہیں :(i) غازی (ii) حاجی (iii) عمرہ کرنے والا (کیونکہ یہ تینوں اہل و عیال اور وطن چھوڑ کر اللہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں۔)

۱۷ حج ،عمرہ اور جہاد تینوں عبادات ہیں اور ان کے مقاصد مشترک ہیں ۔ اللہ کی قابل احترام قرار دی ہوئی چیزوں کی تعظیم و تکریم ،کلمۃ اللہ کی سربلندی اور عظمت ان کا اصل سرمایہ ہے۔ جس کے فوائد اور اچھے نتائج دنیا میں دین اسلام کے قیام ، زمین پر مومنوں کے اقتدار اور خلافت اسلامیہ کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں ۔ آخرت میں جنت کی لازوال و ابدی نعمتوں کے علاوہ اللہ کی خوشنودی ، اللہ سے ملاقات کا حاصل ہوجانا اس کے ثمرات ہیں ۔ اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے یہ بشارتیں سنائیں:

[٩٦٠] « اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ » [۴۵]

" ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے تک درمیانی وقفہ اور عرصہ کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ جبکہ حج مبرور کی جنت کے سوا کوئی جزاء نہیں ہے۔"

نیز خواتین اسلام سے ارشاد فرمایا:

[٩٦١] « جِهَادُ كُنَّ الْحَجُّ » [۴٦]

"تمہارا جہاد بیت اللہ کا حج ہے۔"

((.................. ⊛⊛⊛⊛⊛ ....))

---

۴۵ صحیح البخاری = کتاب الحج /أبواب العمرة: باب وجوب العُمْرَة و فضلها ، الحدیث: ١٦٨٣ + صحیح مسلم= کتاب الحج : باب فضل الحج والعمرة و یوم عرفة، الحدیث: ١٣٤٩

۴٦ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:١٨٨

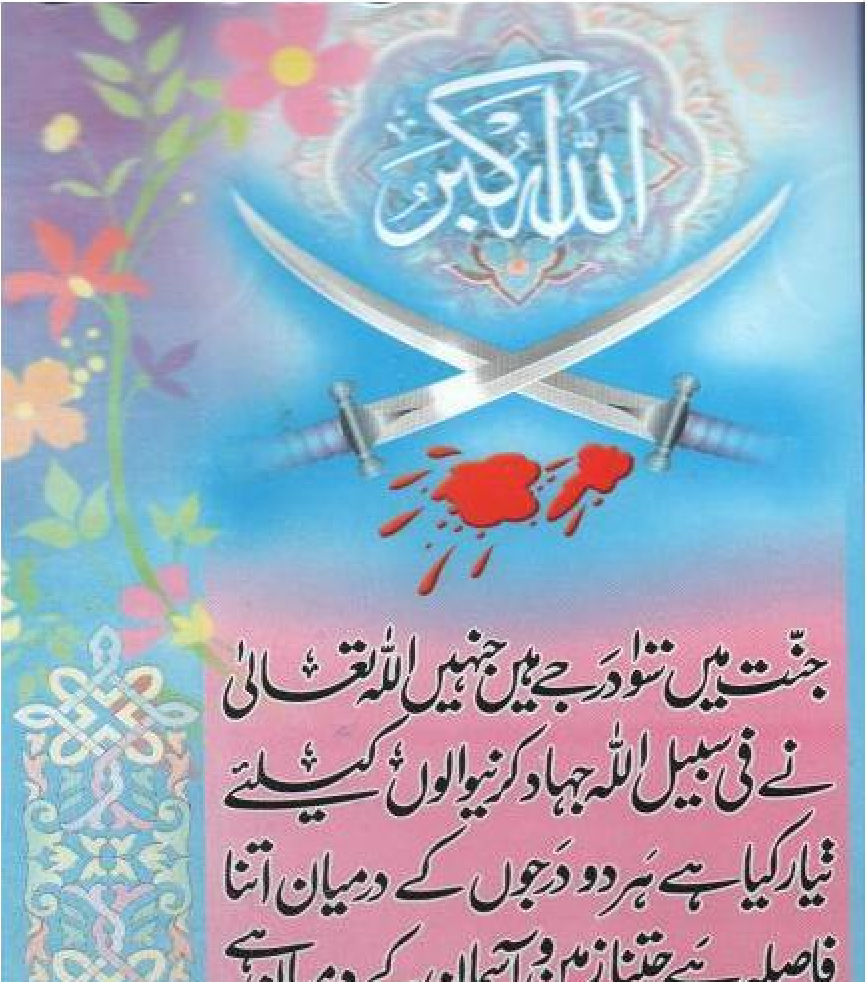
اللہ اکبر
جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ
نے فی سبیل اللہ جہاد کرنیوالوں کیلئے
تیار کیا ہے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا
فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے
(صحیح بخاری کتاب الجہاد / باب 4)

باب:۱۹

شہداء کے متعلق احکام

شہداء کی اقسام:

صداقت اور منافقت کے لحاظ سے شہید ہونے والوں کی درج ذیل تین قسمیں ہیں۔سیدنا عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۹۶۲] «اَلْقَتْلٰی ثَلٰثَةٌ : رَجُلٌ مُؤمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰی یُقْتَلَ فَذَالِكَ الشَّهِیْدُ الْمُمْتَحَنُ فِیْ خَیْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ وَ لَا یَفْضُلُهُ النَّبِیُّوْنَ اِلَّا بِفَضْلِ دَرَجَةِ النُّبُوَّةِ ـ وَ رَجُلٌ مُؤمِنٌ قَرَفَ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَایَا۔ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ فَتِلْكَ مُمَصْمِصَةٌ مَحَتْ ذُنُوْبَهٗ وَ خَطَایَاهُ اِنَّ السَّیْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَایَا وَ اُدْخِلَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ۔ فَاِنَّ لَهَا ثَمَانِیَةَ اَبْوَابٍ وَ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةَ اَبْوَابٍ وَ بَعْضُهَا اَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ ـ وَ رَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ فَذَالِكَ فِی النَّارِ۔ اِنَّ السَّیْفَ لَا یَمْحُو النِّفَاقَ » [۱]

”قتل ہونے والوں کی تین اقسام ہیں:

① پرہیز گار مومن شخص جس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔حتیٰ کہ جب دشمن سے ٹکراؤ ہوا تو جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگیا۔یہ شہید پاک صاف ہے۔ عرش معلیٰ کے نیچے اللہ کے خیمے میں ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس سے صرف درجہ نبوت میں بلند اور افضل ہیں (یعنی انبیاء کے بعد دوسرا درجہ اس پاک صاف شہید کو حاصل ہے)

② خطا کار مومن شخص جس نے بہت سے گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ اپنی جان ومال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے۔حتیٰ کہ دشمن کے مقابلے میں قتال کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔پس یہ شہادت اس کو پاک صاف کرنے والی ہے جس نے

---

[۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۶۸

اس کے تمام گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیا ہے۔ کیونکہ بلا شبہ تلوار خطاؤں کو مٹا دینے والی ہے۔ یہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل کیا جائے گا کیونکہ جنت کے آٹھ اور جہنم کے سات دروازے ہیں اور جنت کے دروازوں میں سے بعض دروازے بعض سے افضل و برتر ہیں۔

③ وہ منافق شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہوتا ہے حتیٰ کہ دشمن سے لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے یہ جہنم میں داخل ہوگا۔ کیونکہ تلوار منافقت کو ختم نہیں کر سکتی۔"

ایمان اور پرہیز گاری کے اعتبار سے شہداء کی اقسام:

ایمان اور پرہیز گاری کے اعتبار سے شہید ہونے والوں کی چار قسمیں ہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۹۶۳] «اَلشُّهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ : رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَالِكَ الَّذِيْ يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ اَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا وَ رَفَعَ رَأْسَهُ حَتّٰى وَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُهُ ـــــ فَلَا اَدْرِيْ قَلَنْسُوَةَ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ـــــ قَالَ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَكَاَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهُ بِشَوْكِ طَلْحٍ مِنَ الْجُبْنِ اَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ ـ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ ـ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ اَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ ـ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ » ؏

"شہدا کی چار اقسام ہیں:

① عمدہ ایمان والا مومن جس کا دشمن سے تصادم ہوا اور وہ اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو گیا یہ وہ شخص ہے جس کی طرف قیامت کے روز لوگ اس طرح نگاہیں اٹھا کر دیکھیں گے اور آپ نے اپنا سر اوپر اٹھایا حتیٰ کہ آپ ﷺ کی ٹوپی یا عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی زمین پر گر گئی (یہ درجہ اول کا شہید ہے)

؏ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۲۵۸

② عمدہ ایمان والا مومن جس کا دشمن سے تصادم ہوا تو اس نے ایسا محسوس کیا گویا اس کی جلد میں خار دار درخت کا کانٹا چبھویا گیا ہے۔ یعنی بزدلی کی وجہ سے۔ اسے ایک نامعلوم تیر نے قتل کر دیا یہ شہید درجہ دوم میں ہے۔

③ خطا کار مومن جس کے اچھے اور برے مخلوط اعمال ہیں۔ یہ دشمن سے ٹکراتا ہے اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے قتل ہو جاتا ہے یہ شہید درجہ سوم میں ہے۔

④ بے حد گناہ گار مومن جس نے اپنے نفس پر گناہوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کر رکھی ہے یہ دشمن سے ٹکراتا ہے اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔ یہ درجہ چہارم کا شہید ہے۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تقسیم مبہم اور غیر واضح ہے۔ جس میں شہید فی سبیل اللہ کے دو مرتبے بیان فرمائے گئے ہیں۔ (i) عمدہ ایمان والا مومن (ii) خطا کار مومن۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ والی روایت میں تقسیم مفصل اور واضح ہے۔ عمدہ ایمان والے کی دو قسمیں ہیں اور اسی طرح خطا کار مومن کی بھی دو قسمیں ہیں۔ گویا کل چار اقسام ہوئیں۔ قتل ہونے والا منافق تو صرف دنیاوی شہید ہے جو آخرت میں بہت زیادہ نقصان کا شکار ہوگا۔

پہلی تقسیم قتل کے لحاظ سے ہے جس میں دو مقتول مطلق شہید اور دنیاوی شہید کا تذکرہ ہے۔ جبکہ دوسری تقسیم شہادت فی سبیل اللہ کے لحاظ سے اور ایمان وتقویٰ کے لحاظ سے ہے۔ جس میں عمدہ ایمان والا مومن اور خطا کار مومن شہید کا تذکرہ بیان کیا ہے۔ اس طرح جنت میں مختلف درجات و مراتب کی نہایت حکیمانہ انداز میں تقسیم بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مجاہدین کو ایمان و تقویٰ جرأت اور بہادری کے بلند اوصاف میں ممتاز مقام حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ واضح ہو کہ مذکورہ چار شہداء دنیاوی شہدآء اور اخروی شہدآء کی اقسام ہیں۔ جن کو شہداء مطلق بھی کہا جا سکتا ہے۔ جبکہ شہید مقید یعنی صرف اخروی شہدآء کی تقسیم آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

خاتمہ اور احکام کے لحاظ سے شہید کی مندرجہ ذیل تین اقسام بیان ہو چکی ہیں۔

(i) شہید مطلق (دنیوی اور اخروی شہید):

یعنی دنیوی اور اخروی شہداء، یہ میدان جہاد میں ہونے والے شہید ہیں۔ جن کے دنیا میں

بھی مخصوص احکام ہیں اور جن کو آخرت میں بھی سب سے عالی قدر اور ممتاز درجات حاصل ہیں۔

(ii) شہید مقید (اخروی شہید):

یعنی اخروی شہید، جن کو اجر و ثواب کے لحاظ سے شہید قرار دیا گیا ہے لیکن دنیا میں ان کے لئے کوئی مخصوص احکام نہیں اور آخرت میں بھی یہ میدان جہاد میں شہید ہونے والوں سے بہت ہی کم درجہ والے ہیں۔اگرچہ اجر و ثواب کے لحاظ سے ان کو شہید کا درجہ عطا کیا گیا ہے۔

(iii) دنیوی شہید:

مثلاً منافق اور ریا کار انسان وغیرہ، جو اگرچہ دنیا میں شہید کے مخصوص احکام حاصل کرے گا کیونکہ ہم ظاہری حالات کو دیکھ کر ان پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔لیکن آخرت میں وہ خائب و خاسر اٹھے گا۔[1]

اخروی شہید کی بارہ قسمیں:

ذیل میں مذکورہ بالا تین اقسام میں سے صرف شہید مقید کی ایک مزید تقسیم کا بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صرف اخروی شہید کی موت کے سبب کے لحاظ سے کل بارہ اقسام ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا:

[۹۶۴]« مَا تَعُدُّوْنَ الشَّهِيْدَ فِيْكُمْ ؟ » قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔ قَالَ « إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِيْ إِذًا لَقَلِيْلٌ» قَالُوْا فَمَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ« مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَ مَنْ مَاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَ مَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَ مَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَ الْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ »[2]

"تم اپنے درمیان شہید کسے شمار کرتے ہو؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:"تب تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے ہونگے۔لوگوں نے عرض کیا: تو پھر شہداء کون کون ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے ② جو اللہ کے راستہ میں فوت ہو جائے

---

[1] ملاحظہ ہو فتح الباری:۶ / ۲۸۴

[2] صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ : باب بیان الشھداء ، الحدیث:۱۹۱۵

۳ جو طاعون میں مرجائے ۴ جو پیٹ کی بیماری میں مرجائے

۵ جو غرق ہوجائے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۹۶۵] «اَلشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ : اَلْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَ الْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْهَدَمِ وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ» [۵]

شہداء کی پانچ اقسام ہیں۔

۱ طاعون کی بیماری میں مرنے والا ۲ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا

۳ غرق ہوکر مرنے والا ۴ عمارت کے نیچے دب کر مرنے والا

۵ اور اللہ کے راستے میں شہید ہونے والا۔“

ابو داؤد، نسائی، احمد، مالک اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم کی سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے جس کی طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ایک عنوان کے تحت اشارہ کیا گیا ہے۔ اخروی شہداء کی کل سات اقسام ہیں۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں پر ارشاد فرمایا:

[۹۶۶] «اَلشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ :اَلْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ ، وَ الْغَرِقُ شَهِيْدٌ، وَ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ، وَالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ، وَ صَاحِبُ الْحَرِيْقِ شَهِيْدٌ ، وَالَّذِيْ يَمُوْتُ تَحْتَ الْهَدَمِ شَهِيْدٌ، وَالْمَرْاَةُ تَمُوْتُ بِجَمْعٍ شَهِيْدَةٌ » [۶]

شہید فی سبیل اللہ کے علاوہ شہادت کی سات اقسام ہیں:

۱ طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔

۲ غرق ہونے والا شہید ہے۔

۳ ذات الجنب (نمونیہ) کے مرض میں مرنے والا شہید ہے۔

۴ پیٹ کے مرض سے ہلاک ہونے والا شہید ہے۔

---

[۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۷۷۰

[۶] صحيح أبوداؤد= كتاب الجنائز : باب فى فضل من مات فى الطّاعون ، الحديث:۲٦٦٨ + صحيح إبن ماجة= كتاب الجهاد: باب ما يرجى فيه الشّهادة ، الحديث: ۲۲٦۱ + صحيح النّسائى= كتاب الجهاد: باب مسئلة الشّهادة ،الحديث: ۲۹٦٥ ۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے۔

۵ آگ میں جل جانے والا شہید ہے۔

۶ عمارت کے نیچے دب کر ہلاک ہونے والا شہید ہے۔

۷ پیٹ میں بچہ ہو، اس حالت میں مر جانیوالی عورت شہیدہ ہے۔

اخروی شہید کی مزید اقسام:

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۹۶۷] «مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ »[۱]

۱ اپنے مال کے دفاع میں قتل ہوجانے والا شہید ہے۔

۲ اپنی جان کے دفاع میں قتل ہوجانے والا شہید ہے۔

۳ اپنے اہل وعیال کے دفاع میں مارا جانے والا بھی شہید ہے۔

۴ اپنے دین کی حفاظت میں قتل ہوجانے والا شہید ہے۔"

اس حدیث کا پہلا جملہ جو اپنے مال کے دفاع میں قتل ہوا وہ بھی شہید ہے بخاری ومسلم میں ہے اور باقی ساری حدیث بھی صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔اس میں شہید مقید کی مزید تین اقسام کا بیان ہے لہٰذا تمام صحیح احادیث میں بیان کردہ اخروی شہید کی کل دس (۱۰) اقسام بنتی ہیں،اختصار کے ساتھ یوں ہیں:

۱ اَلْمَطْعُوْنُ	۲ اَلْغَرِيْقُ	۳ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ
۴ اَلْمَبْطُوْنُ	۵ صَاحِبُ الْحَرِيْقِ	۶ اَلْمَيِّتُ تَحْتَ الْهَدْمِ
۷ اَلْمَيِّتُ بِجُمْعٍ	۸ اَلْمَقْتُوْلُ دُوْنَ الْمَالِ	۹ اَلْمَقْتُوْلُ دُوْنَ النَّفْسِ
۱۰ اَلْمَقْتُوْلُ دُوْنَ الْاَهْلِ		

علاوہ ازیں ۱۱ اللہ کی راہ میں مرجانے والا اور ۱۲ صدق دل سے شہادت کی تڑپ رکھنے والا بھی شہید ہے۔

[۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۲

اخروی شہید کے احکام :

① صدق دل سے شہادت کا طالب بھی شہدآء کے مرتبوں کو پالیتا ہے اگرچہ بستر پر فوت ہوجائے۔

② شہید مقید اور شہید مطلق دونوں ہم مرتبہ ہرگز نہیں اور نہ ہی دنیا و آخرت میں ان کے احکام و درجے ایک جیسے ہیں۔

③ شہید مقید یعنی اخروی شہید اجر و ثواب کے لحاظ سے مقام شہادت پر فائز ہوتا ہے اور اسکی شہادت کے صحیح ہونے کیلئے بھی وہ شرائط ملحوظ ہونگی جو شہید مطلق یعنی اخروی اور دنیاوی شہید کے لئے مقرر ہیں۔ مثلاً ایمان، صبر اور اجر و ثواب کی نیت۔[۵]

④ شہید مقید یعنی صرف اخروی شہید کو دنیا میں شہید مطلق یعنی دنیاوی اور اخروی شہید کے مخصوص احکام حاصل نہ ہونگے مثلاً غسل نہ دینا، خون شہادت سمیت دفن کردینا وغیرہ۔

⑤ « مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ ...... » کی تشریح یہ ہے کہ ڈاکوؤں، چوروں، ظالموں اور غاصبوں سے جان و مال اور عزت کے دفاع میں جنگ کرنا شہادت کا موجب ہے۔[۶]

⑥ جان و مال اور عزت پر حملہ کرنے والا اگر کافر اور مشرک ہوتو اس کے دفاع میں جنگ فرض ہے اور یہ قتل ہونے والا پھر شہید مطلق ہوگا صرف شہید مقید ہی نہیں ہوگا۔ اگر حملہ آور مسلمان باغی اور ظالم ہوتو دفاع ایک بہتر اقدام ضرور ہے مگر فرض نہیں اور مظلوم شہید مقید یعنی اخروی شہید ہوگا۔[۷]

⑦ مسلمان حکمرانوں اور خلفاء کے خلاف بغاوت صحیح احادیث کے مطابق ممنوع ہے جب تک ان سے واضح کفر صادر نہ ہو۔[۸]

⑧ اندھے فتنے میں (جب جنگ کی وجہ اور سبب محض عصبیت ہوتو) قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔[۹] لیکن حق واضح ہوتو بغاوت کرنے والے گروہ کے ساتھ قتال واجب ہے۔

---

۵ ملاحظہ ہو صحیح مسلم = كتاب الإمارة: باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله، الحديث: ۱۹۰۸، ۱۹۰۹

۶ فتح الباری: ۶/ ۴۸ + سُبُل السّلام: ۴/ ۷۹

۷ سُبُل السّلام: ۴/ ۷۹ + فتح الباری: ۶/ ۴۸

۸ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = كتاب الفتن : باب قول النبيّ صلّى الله عليه وسلّم « سترون بعدي أمورًا تنكرونها » الحديث: ۶۶۴۷ + صحیح مسلم = كتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية..... الحديث: ۱۷۰۹

۹ تخریج آگے آرہی ہے ملاحظہ ہو الرّقم المسلسل: ۹۸۱

9. اکثر علمائے اسلام کے موقف کے مطابق جان، مال اور عزت کے دفاع میں قتل کیے جانے والے کو غسل و کفن دیا جائے گا۔لیکن فقہائے حنفیہ ایسے مقتول کو غسل اور کفن دینے کے قائل نہیں اور اسی طرح ہر اس مقتول کو غسل اور کفن دینے کے قائل نہیں جس کو ظلم کے ساتھ کسی تیز دھار آلۂ قتل کے ساتھ قتل کر دیا جائے اور اس کے قتل پر دیت (خون بہا) نہ ہو بلکہ قصاص واجب ہو۔ البتہ جنازہ میں ان کا اختلاف معروف ہے کہ وہ میدان جنگ میں شہید ہونے والے کی نماز جنازہ بھی واجب قرار دیتے ہیں۔امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے مقلد فقہائے سے بھی ایک روایت حنفیوں کے قول کی موافقت میں ملتی ہے۔ [۱۳]

10. تاہم مذکورہ بالا شہداء کے علاوہ دیگر مقید شہداء یعنی اخروی شہداء کی نماز جنازہ فرض اور واجب ہونے پر فقہائے دین کا اجماع ہے۔طاعون کی بیماری میں مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، غرق ہونے والا اور جل کر مرنے والا وغیرہ۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ مغنی میں رقمطراز ہیں: "فَإِنَّهُمْ يُغَسَّلُوْنَ وَ يُصَلّٰى عَلَيْهِمْ بِلَا خِلَافٍ" [۱۴] ان کو غسل دیا جائے گا اور کفن پہنایا جائے گا۔

بحری جنگ اور سمندر میں شہید ہونے والا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۶۸]«اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهٗ۔ وَ كَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمًا فَاَطْعَمَتْهُ ۔ وَجَعَلَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهٗ۔ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَ هُوَ يَضْحَكُ۔ قَالَتْ: فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ« نَاسٌ مِنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ۔ اَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ » قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ۔فَدَعَا لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

[۱۳] المنتقى مع المؤطا: ۳/۲۱۰، باب العمل فى غسل الشهداء + المغنى لإبن قدامة: ۲/۵۳۶ + الدُّرالمختار مع ردّ المحتار: ۱/۸۴۸، ۸۴۹

[۱۴] المغنى لإبن قدامة: ۲/۵۳۶ + المنتقى مع المؤطا: ۳/۲۱۱ + الدّر المختار: ۱/۸۵۲

وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَ هُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ : وَ مَا يُضْحِكُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ « نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ » كَمَا قَالَ فِي الْأَوَّلِ ، قَالَتْ : فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ « اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ » فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ » [1]

''رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا (جو ام سلیم انصاریہ کی ہمشیرہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ اور رسول اللہ ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں) کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ ﷺ کی کھانے سے تواضع کیا کرتی تھی ۔وہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ایک روز آپ ﷺ اسکے پاس تشریف لے گئے ،اس نے آپ کو کھلایا پلایا اور پھر آپ ﷺ کا سر کھجانے بیٹھ گئیں حتی کہ رسول اللہ ﷺ سو گئے ۔جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے ہیں جو اللہ کے دین کے غازی ہونگے اور سطح سمندر پر سوار ہو نگے گویا وہ (دولت کی فراوانی اور افواج کی کثرت کی بنا پر) تخت نشین بادشاہوں کی طرح ہیں ۔'' ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان غازیوں میں شامل کر لیا جائے ۔آپ ﷺ نے ام حرام رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کی اور پھر محو خواب ہو گئے۔ پھر اسی طرح ہنستے ہوئے بیدار ہوئے ۔سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے ہیں جو اللہ کے دین کے غازی ہوں گے۔'' جس طرح آپ نے پہلی مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :میں نے حسب سابق دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔تو اولین بحری بیڑے میں شامل ہوگی (یعنی پہلے پہل شامل ہونے والوں میں ہوگی) چنانچہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دور میں ام حرام رضی اللہ عنہا (اپنے خاوند سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے بحری بیڑے کے

---

[1] صحيح البخاری= كتاب الجهاد: باب الدُّعَاء بالجهاد وَالشَّهَادَة للرِّجَال وَالنِّسَاء ، الحديث: ٢٦٣٦ + صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب فضل الغزو في البحر، الحديث: ١٩١٢

ساتھ شامل ہوئیں اور واپسی پر جب وہ اپنی سواری پر سوار ہونے لگی) تو خچر نے ان کو پچھاڑ کر نیچے گرادیا۔ جس سے آپ کی موت واقع ہوگئی۔"

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

[۹۶۹]« اَلْمَائِدُ فِی الْبَحْرِ الَّذِیْ یُصِیْبُهُ الْقَیْءُ لَهُ اَجْرُ شَهِیْدٍ وَ الْغَرِقُ لَهُ اَجْرُ شَهِیْدَیْنِ » [1]

"سمندر میں چکر اور قئی آنے سے مرنے والے کو شہید کا اجر وثواب حاصل ہوتا ہے اور غرق ہونے والے کو دو شہیدوں کے برابر اجر حاصل ہوتا ہے۔"

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث اور سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سے مروی حسن درجہ کی حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) انبیاء علیہم السلام کے سچے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔

(۲) ام حرام رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ یا باپ کی خالہ ہونے کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم عورتوں سے تھیں۔اس پر علماء کا اجماع ہے۔

(۳) سیدنا انس رضی اللہ عنہ والی حدیث ایک برحق نبی کی زبان سے امت کے لئے خوشخبریوں میں سے ایک خوشخبری ہے اور پیش آنے والے واقعات کی اطلاعات میں سے ایک اطلاع کا بہترین نمونہ ہے۔

(۴) ملت اسلامیہ کی خاتون بھی مجاہدہ، غازیہ اور شہیدہ کے بلند مقام پر فائز ہوسکتی ہے اور کبھی مخصوص اسباب و حالات کے تحت جہاد ان پر بھی واجب ہوتا ہے۔

(۵) بری، بحری اور فضائی ہر قسم کا جہاد فرض ہے۔

(۶) سمندر کا جہاد پر خطر اور بہت زیادہ مصائب والا ہونے کی وجہ سے افضل و برتر ہے۔

(۷) امت محمدیہ جہاد کی بدولت بحر و بر (خشکی و تری) پر حکمرانی کا شرف حاصل کرے گی (فی الواقع ایسا ہو چکا ہے اور ان شاء اللہ مستقبل میں بھی ہوکر رہے گا)

(۸) سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی امارت اور دور حکومت میں غزوۂ قسطنطنیہ کے واقع ہونے کا واقعہ ان کے عظیم الشان شرف و فضل کی روشن دلیل ہے۔

[1] صحیح أبوداؤد- کتاب الجهاد: باب فضل الغزو فی البحر - الحدیث: ۲۱۷۷

⑨ میدان جنگ اور معرکہ سے باہر جہادی سفر میں طبعی یا حادثاتی موت سے جاں بحق ہونے والا مجاہد بھی شہید ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تو پہلے پہلے شہید ہونے والوں میں شامل ہے'' نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۹۷۰] « مَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ » [17] ''جو اللہ کی راہ میں (طبعی یا حادثاتی طور پر) وفات پا گیا وہ بھی شہید ہے۔'' [18]

غزوۂ ہند کے بارے احادیث رسول:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۷۱] « وَعَدَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْهِنْدِ فَإِنْ أَدْرَكْتُهَا أُنْفِقْ فِيهَا نَفْسِي وَ مَالِي وَ إِنْ قُتِلْتُ كُنْتُ أَفْضَلَ الشُّهَدَاءِ وَ إِنْ رَجَعْتُ فَأَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ » [19]

''رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ساتھ غزوۂ ہند کا وعدہ فرما رکھا ہے (یعنی اہل اسلام ہندوستان کو فتح کریں گے)۔ چنانچہ اگر میں نے اسے اپنی زندگی میں پا لیا تو جان و مال اس کے لئے خرچ کر ڈالوں گا۔ اگر میں اس میں قتل ہو گیا تو میرا شمار افضل الشہداء میں ہو گا اور اگر غازی بن کر لوٹا تو (اس کے بعد) میں ابو ہریرہ الْمُحَرَّرْ (یعنی جہنم سے آزاد کیا گیا) ہوں گا۔''

انہوں نے اپنے آپ کو الْمُحَرَّرْ (جہنم سے آزاد کیا گیا) کیوں کہا؟ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۷۲] « عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَ عِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ » [20]

---

[17] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹۶۴

[18] ملاحظہ ہو: فتح الباري: ۶/ ۴۱۶،۴۱۷ + شرح النووي: ۲/ ۱۴۱،۱۴۲ + تحفة الأحوذي: ۳/ ۱۰،۱۱ + منار السبيل في شرح الدليل: ۹/ ۲۸۵ + إرواء الغليل للألباني: ۵/ ۱۶،۱۷

[19] سنن النسائي = كتاب الجهاد: باب غزوة الهند۔ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[20] صحيح النسائي = كتاب الجهاد: باب غزوة الهند، الحديث: ۲۹۷۵۔ اس حدیث کو امام احمد نے مسند أحمد (۵/ ۲۷۸) میں اور امام بخاری نے تاریخ کبیر: ۳/ ۷۲ میں بھی روایت کیا ہے۔

’’میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آتش دوزخ سے محفوظ کر لیا ہے۔ایک وہ جماعت جو ہندوستان (ہندو کافروں کے ساتھ) جہاد کرے گی اور دوسری وہ جماعت جو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ (جہاد میں مددگار) ہو گی۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① ہندوستان سے جہاد والی حدیث جہادی خوشخبریوں کی بیش قیمت مالا ہے جسے چشم فلک نے رونما ہونے والی ایک حقیقت کی صورت میں عہد معاویہ رضی اللہ عنہ (۴۴ھ) میں پہلی بار اور ہندوستان کے فاتح محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد (۴۰۰ھ) میں دوسری بار دیکھا۔[1]

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے حدیث کے حافظ اور عالم صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جانی اور مالی قربانیاں پیش کرنے میں سبقت و اولیت رکھتے تھے۔

③ غزوۂ ھند کا شہید سب سے افضل شہید ہے اور غزوۂ ہند کا مجاہد آتش دوزخ سے محفوظ ہے۔(ان شاء اللہ)

④ خلافت ہو یا صرف جماعت ہو دونوں صورتوں میں جہاد باقی اور جاری رہے گا۔اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری امت کے دو گروہ (دو جماعتیں) ایسی ہوں گی......‘‘

⑤ معلوم ہوا کہ جہاد کیلئے خلافت کا ہونا ضروری نہیں۔صرف جماعت اور جہادی گروہ ہونے کی صورت میں جہاد ہو سکتا ہے۔

⑥ غزوۂ ھند کے شہدآء اور غازی ان شاء اللہ العزیز جہنم کی آگ سے نجات پائیں گے۔

⑦ عہد قدیم سے ہندوستان فسق و فجور اور شرک و کفر کا مرکز بنا رہا ہے۔اور دنیا کے تین مشہور شرکیہ مذاہب (ہندومت، بدھ مت اور سکھ مت) کی پیدائش بھی اسی سرزمین ھند پر ہوئی ہے۔اسی بناء پر جہاد ھند کو زبان نبوت سے ملنے والی خوشخبریوں میں خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

⑧ مذکورہ بالا صحیح احادیث علماء کی خصوصی توجہ کا تقاضا کرتی ہیں۔

---

[1] البداية والنهاية: ٦/ ٢٢٣

دنیوی اور اخروی شہید کے احکام:

غسل، کفن، جنازہ اور تدفین کے مخصوص احکام درج ذیل ہیں ۔سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۷۳] «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: «أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ» فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَ قَالَ " أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " وَ أَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِيْ دِمَائِهِمْ وَ لَمْ يُغَسَّلُوْا وَ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ » [۲۲]

’’ نبی ﷺ شہدآء احد میں دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں اکٹھا کفن دیتے اور پھر فرماتے تھے:ان میں قرآن کا زیادہ علم رکھنے والا کون ہے؟ جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں (قبلہ کی طرف) پہلے رکھتے اور فرماتے : میں قیامت کے روز ان سب کا گواہ ہونگا ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کو ان کے خونوں سمیت دفن کر دینے کا حکم دیا۔ نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔‘‘

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۷۴]« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلوتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ :" إِنِّي فَرَطٌ لَّكُمْ وَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَ إِنِّي وَاللّٰهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ۔ وَ إِنِّي أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ —— أَوْ مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ—— وَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِي وَ لٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا » [۲۳]

’’ایک روز نبی ﷺ (میدان یا مسجد کی طرف) تشریف لے گئے اور شہدآء احد کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔بالکل اسی طرح جیسے آپ میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ پھر آپ منبر کی طرف چلے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں (حوض کوثر پر) تمہارا پیش رو بن کر انتظار کروں گا اور میں تمہارے حق میں گواہ ہوں ۔اللہ کی قسم! میں یقیناً اس وقت اپنے حوض کوثر کی طرف دیکھ رہا ہوں ۔ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں (یا فرمایا زمین کی چابیاں)

---

[۲۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۶۳

[۲۳] صحیح البخاري= کتاب الجنائز: باب الصلوة علی الشهيد، الحديث:۱۳۴۴

عطا کردی گئیں ہیں ۔ اللہ کی قسم! مجھے تمہارے متعلق یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ (اے صحابہ رضی اللہ عنہم) تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔"

ایک روایت میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ بھی ہے:

[۹۷۵] «صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى قَتْلٰى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِيَ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ ......» [1]

"رسول اللہ ﷺ نے آٹھ برس کے بعد شہدآء احد کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ گویا کہ آپ ﷺ زندوں اور مردوں کو الوداع فرما رہے تھے......۔"

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

[۹۷۶] «أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰى أُحُدٍ أَنْ يُنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيْدُ وَ الْجُلُوْدُ وَ أَنْ يُدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَ ثِيَابِهِمْ» [2]

"شہداء احد کے ہتھیار اور زرہیں وغیرہ اتار کر انہیں خون اور کپڑوں سمیت دفن کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا۔"

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

مندرجہ بالا صحیح احادیث سے شہدائے اسلام کے متعلق چند مخصوص اور امتیازی احکام معلوم ہوتے ہیں ۔ ان میں شہید کی نماز جنازہ کے علاوہ درج ذیل احکام اکثر محدثین اور فقہا کے درمیان تسلیم شدہ ہیں:

(۱) شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا جس کا سبب یہ ہے کہ وہ آخرت کے دن زخمی حالت میں خون آلودہ جسم کے ساتھ اٹھایا جائے گا ۔ جس کے خون کا رنگ تو خون جیسا ہو گا جبکہ اس کی خوشبو کستوری جیسی ہو گی ۔

(۲) اس کی تکفین و تدفین اسی لباس میں ہی کر دی جائے گی جس میں وہ قتل ہوا ہے البتہ جنگی آلات اور کفن کے لئے وہ لباس جس کی ضرورت نہیں علیحدہ کر دیے جائیں۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے ۔

[1] صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوۃ أحد، الحدیث: ۴۰۴۲ ۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے

[2] سنن أبی داؤد = کتاب الجنائز: باب فی الشھید أن یُغسل

③ البتہ فقہائے مالکیہ کی رائے میں جنگی آلات کے علاوہ کوئی لباس شہید کے جسم سے نہ اتارا جائے۔ کیونکہ مقتول کا تمام لباس بالعموم خون آلودہ ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث بھی اس رائے کی تائید کرتی ہے۔

④ ضرورت کے پیش نظر ایک سے زائد شہداء کو ایک قبر میں دفن کیا جا سکتا ہے۔اس صورت میں قرآن کے بڑے عالم کو (قبلہ کی جانب) پہلے رکھا جائے۔یہ دونوں حکم دیگر مردوں کے لئے بھی عام ہیں۔

⑤ اسی طرح ضرورت کے وقت دو دو شہداء کو ایک ہی کفن میں لپیٹا جا سکتا ہے۔ یہ حکم بھی عام ہے۔

⑥ مجاہد جنبی حالت میں بھی شہید ہو جائے تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا۔ جمہور علمائے اسلام، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس موقف کی مخالفت کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا فرشتوں کا غسل انسانوں کے غسل سے بالکل ہی مختلف نوعیت کا معاملہ ہے۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے پابند ہیں نہ کہ فرشتوں کی اطاعت کے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں محدثین نے کلام کیا ہے۔"[۴۶]

⑦ حائضہ اور نفاس والی عورت کو بھی شہید ہونے کی صورت میں غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ شہداء کو غسل نہ دینے والی حدیث عام ہے تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ البتہ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے لیکن غسل کو واجب قرار دینے والے اس پر کوئی صریح دلیل قائم نہیں کر سکے۔

⑧ کافر و مشرک اسلام لاتے ہی جہاد میں شریک ہو جائے تو دیگر شہداء کی طرح وہ بھی غسل سے مستثنیٰ ہوگا۔حدیث مذکور کے عموم کی وجہ سے اور حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی وجہ سے جن میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبیت کے ایک فرد کو تازہ تازہ اسلام لانے کے بعد شہید ہونے کی حالت میں دیکھا تو فرمایا:

---

۴۶ فتح الباری: ۳/۴۰۰ + نیل الأوطار: ۴/۳۲

[۹۷۷]« عَمِلَ قَلِيلًا وَ أُجِرَ كَثِيرًا »[۲۷]

”اس نے عمل بہت تھوڑا کیا، مگر اجر بہت زیادہ لے گیا۔“

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو**:

1. فتح الباری شرح البخاری: ۳/ ۴۵۲۔۴۵۶
2. مؤطا امام مالك مع المنتقی: باب العمل فی غسل الشُّهدآء: ۳/ ۲۱۰۔۲۱۱
3. جامع التِّرمذی= کتاب الجنائز: ۱/ ۱۲۳
4. القرطبی: ۴/ ۱۷۳
5. تهذيب السُّنَن لابن القيم: ۴/ ۲۹۵ الحديث: ۳۰۰۶
6. سُبُل السّلام: ۲/ ۱۹۸
7. نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار: ۴/ ۳۱۔۳۴
8. المغنى لإبن قدامة: ۲/ ۵۲۸۔۵۳۴
9. المجموع النّووی: ۱/ ۲۶۳۔۲۶۵
10. ردُّالمحتار لإبن عابدين :باب الشهدآء: ۱/ ۸۴۸،۸۴۹

شہید کی نماز جنازہ:

شہید مطلق جو جہاد فی سبیل اللہ میں قتل ہو جائے، جنگ ختم ہونے سے پہلے اس کی موت واقع ہو جائے۔ یا میدان جنگ سے زخمی حالت میں اٹھایا جائے اور دنیا کا کوئی فائدہ اٹھانے یعنی کھانے پینے وغیرہ سے پہلے ہی جاں بحق ہو جائے اس کی نماز جنازہ کے متعلق مختلف احادیث وارد ہونے کی وجہ سے علمائے اسلام کے درج ذیل تین موقف ہیں جن کو ہم ان کے دلائل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

پہلا موقف:

شہید کا جنازہ نہ پڑھا جائے یہ اہل مدینہ، فقہائے مالکیہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے۔

◉ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يُصَلّٰى عَلَى الشَّهِيْدِ وَ هُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ بِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَ اَحْمَدُ“[۲۸]

---

[۲۷] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۲۷۱

[۲۸] سنن التِّرمذی= کتاب الجنائز: باب ما جاء فی ترك الصَّلوة علَی الشَّهید.

''بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اہل مدینہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔''

◎ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ عَنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ : الشُّهَدَآءُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يُغَسَّلُونَ وَ لَا يُصَلَّى عَلَى جَنَائِزِهِمْ وَ أَنَّهُمْ يُدْفَنُونَ فِي الثِّيَابِ الَّتِي قُتِلُوا فِيهَا۔ وَ تِلْكَ السُّنَّةُ فِيمَنْ قُتِلَ فِي الْمُعْتَرَكِ فَلَمْ يُدْرَكْ حَتَّى مَاتَ۔ وَ أَمَّا مَنْ حُمِلَ مِنْهُمْ فَعَاشَ مَا شَاءَ اللّٰهُ بَعْدَ ذَالِكَ فَإِنَّهُ يُغَسَّلُ وَ يُصَلَّى عَلَيْهِ كَمَا عُمِلَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ كَانَ شَهِيدًا" [۱]

''امام مالک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے اہل علم سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ شہداء فی سبیل اللہ کو غسل نہ دینے، ان کا جنازہ نہ پڑھنے اور انہیں اس لباس میں ہی دفن کر دینے کے قائل ہیں۔ جس میں وہ شہید ہوئے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ اس شخص کے لئے یہی طریقہ مسنون ہے۔ جو میدان قتال میں مارا جائے اور موت تک کوئی دنیاوی فائدہ حاصل نہ کرے۔ لیکن جو میدان سے اٹھا لیا جائے اور جس قدر اللہ چاہے زندہ رہے اس شخص کو غسل دیا جائے گا۔ اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا جیسا کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا۔ حالانکہ آپ شہید تھے (آپ کا قاتل ابولولو نامی مجوسی غلام تھا)

اس موقف کی دلیل سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدآء احد کو نہ غسل دیا نہ ان کا جنازہ پڑھا۔ [۲]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ برس کے بعد شہداء احد کا جنازہ پڑھا۔ اس بات کا جواب شہید کی نماز جنازہ کے مخالفین یہ دیتے ہیں کہ آپ نے اپنی موت کے قریب ان شہداء کے لئے الوداعی دعاء اور استغفار فرمایا تھا۔ اس لحاظ سے گویا [۹۷۸] «فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ» کا معنٰی ہے کہ ''احد والوں کے لئے دعا اور استغفار فرمایا''۔ لہٰذا یہ حدیث دو معنوں کا احتمال رکھنے کی وجہ سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ثابت شدہ حکم کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ جو مشہور اور متواتر سندوں سے مروی ہے۔ جیسا

---

[۱] مؤطا إمام مالك = كتاب الجهاد: باب العمل في غسل الشهدآ

[۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۶۳

کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الاُم" میں بھی یہی بات کہی ہے۔[1]

بعض نے یہ دلیل بھی بیان کی ہے کہ نماز جنازہ دعاء، واستغفار اور میت کے لئے سفارش ہی تو ہوتی ہے۔ جبکہ شہید جنت میں زندہ ہوتا ہے، اس کو رزق مل رہا ہوتا ہے اور اس کے تمام گناہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں اس وجہ سے شہید اس کا محتاج ہی نہیں۔

دوسرا موقف:

شہید کا جنازہ ضرور پڑھا جائے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔ سفیان ثوری، اسحاق، حنفی فقہاء اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ موقف ہے۔

◎ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَقَالَ بَعْضُهُمْ يُصَلّٰى عَلَى الشَّهِيْدِ وَاحْتَجُّوْا بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ وَبِهِ يَقُوْلُ إِسْحٰقُ"[2]

"بعض کا یہ کہنا ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ انہوں نے نبی ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا۔ سفیان ثوری اہل کوفہ (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ) اور اسحق بن راہویہ کا یہی موقف ہے۔ اس موقف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے:

[۹۷۹] «خَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى أَهْلِ أُحُدٍ صَلٰوتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ......»[3]

"رسول اللہ ﷺ ایک روز میدان کی طرف نکلے اور شہداء احد پر ایسی نماز پڑھی جو آپ میت پر پڑھتے تھے۔"

یہ حدیث بھی حدیث جابر کی طرح صحیح، مشہور اور اپنے مفہوم میں واضح ہے۔ کیونکہ "آپ نے ایسی نماز پڑھی جیسی آپ میت پر نماز پڑھتے تھے۔" تک کا جملہ واضح اور صریح جملہ ہے کہ یہاں "صَلٰوۃٌ" سے محض دعا اور استغفار مراد نہیں لیا جا سکتا۔ لہٰذا یہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ

---

[1] فتح الباري: ۲/۱۵۳

[2] سُنَن التِّرمذي، كتاب الجنائز: باب ترك الصَّلوة على الشَّهيد

[3] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۹۷۸

سے مروی حدیث کے لیے ناسخ ہوسکتی ہے۔ دونوں احادیث فعلی ہیں۔ جبکہ شہداء احد والی روایت تاریخی اعتبار سے بعد والی ہے کیونکہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بالکل آخری حصے کا واقعہ ہے۔ نیز میت پر جنازہ پڑھنے کی عمومی اور مطلق احادیث بھی اس مذہب کی تائید کرتی ہیں۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر جنازہ پڑھنے کی حدیث اگرچہ ضعیف (مرسل) ہے۔ مگر کثرتِ طرق (بہت زیادہ سندوں کے مل جانے) کی وجہ سے قابل استدلال ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آخری دلیل کا جواب یہ ہے کہ جنازہ اگرچہ دعا و استغفار ہے۔ لیکن وہ زندوں کے لئے بھی ہے اور مردوں کے لئے بھی۔ نہ کہ صرف میت کے لئے۔ پھر جن صحابہ کو زندگی میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ان کے جنازے بھی پڑھے گئے، جنازہ دعا و استغفار بھی ہے اور اجر و ثواب میں اضافے کا باعث بھی۔ [۳۴]

تیسرا موقف:

شہید کا جنازہ پڑھنے اور اسے ترک کر دینے کے دونوں طریقے مسنون ہیں اور لوگوں کو ان میں سے کسی پر بھی عمل پیرا ہونے کا اختیار ہے۔ یہ بعض محدثین اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے انہوں نے شہید کی نماز جنازہ کے عنوان کے تحت دونوں طریقوں کو ثابت کرنے والی احادیث اکٹھی کی ہیں۔ ابن قیم رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس کو اصولی طور پر زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

- امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالصَّوَابُ فِي الْمَسْئَلَةِ أَنَّهُ مُخَيَّرٌ بَيْنَ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِمْ وَتَرْكِهَا لِمَجِيْءِ الْآثَارِ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَمْرَيْنِ وَ هٰذَا إِحْدَى الرِّوَايَاتِ عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ وَ هِيَ الْأَلْيَقُ بِأُصُوْلِهِ وَ مَذْهَبِهِ" [۳۵]

"اس مسئلہ میں صحیح موقف یہ ہے کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے اور ترک کردینے دونوں

---

[۳۴] خلاصہ کلام از نیل الأوطار: ۴/ ۴۵-۴۸ + سبل السلام: ۲/ ۱۹۹ + التهذيب لإبن القيم: ۴/ ۲۹۵

[۳۵] تهذيب السُّنن لإبن القيم: ۴/ ۲۹۵ + المغني لإبن قدامة: ۲/ ۵۲۸ + العدّة شرح العمدة: ۹۲ + نيل الأوطار: ۴/ ۴۵-۴۸

باتوں کا اختیار ہے۔ کیونکہ دونوں طریقوں کی تائید میں احادیث واردہیں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت ہے اور یہی روایت ان کے اصول اور موقف سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔"

اپنے ہی وار سے شہید ہو جانے والا:

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۸۰] «لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ قَاتَلَ أَخِي قِتَالًا شَدِيدًا فَارْتَدَّ عَلَيْهِ سَيْفُهُ فَقَتَلَهُ۔ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَالِكَ۔ وَ شَكُّوا فِيهِ: رَجُلٌ مَاتَ فِي سِلَاحِهِ وَ شَكُّوا فِي بَعْضِ أَمْرِهِ ...... فَقُلْتُ :يَارَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ نَاسًا لَيَهَابُونَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ يَقُولُونَ: رَجُلٌ مَاتَ بِسِلَاحِهِ ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ «كَذَبُوا، مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا، فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ» وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ۔ [۳۶]

" غزوۂ خیبر کے روز میرے بھائی (سیدنا عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ) نے زبردست جنگ کا مظاہرہ کیا۔ اچانک اس کی اپنی تلوار الٹی ہو کر اسے لگ گئی اور اسے قتل کر دیا۔ اس پر صحابہ نے شک وشبہ کا اظہار کیا کہ یہ آدمی اپنے ہی ہتھیار سے مارا گیا۔ میں نے عرض کیا :یا رسول اللہ ! کچھ لوگ اس کیلئے دعائے رحمت کرنے سے احتراز کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں یہ شخص تو جہاد اور سخت محنت کرتے ہوئے مارا گیا ہے۔لہٰذا اس کو دہرا اجر حاصل ہو گا ۔ آپ نے یہ بات دو انگلیوں سے اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمائی۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلطی کی وجہ سے اپنے یا کسی دوسرے مسلمان کے ہتھیار سے مارا جانے والا بھی شہید ہے۔ اکثر علمائے اسلام کا یہی موقف ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف اکثر علمائے اسلام کے خلاف ہے۔ [۳۷]

---

[۳۶] صحیح مسلم = كتاب الجهاد والسّير: باب غزوة خيبر، الحديث۱۸۰۲ + صحيح البخاري = كتاب المغازي: باب غزوة خيبر، الحديث: ۴۱۹۶۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۳۷] المغني لإبن قدامة: ۲/ ۴۰۴ + المجموع للنّووي: ۵/ ۲۶۱ + الدُّر المختار مع ردّ المحتار: ۱/ ۸۵۲

باغیوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے قتل ہونے والا:

اہل عدل وحق میں سے جو شخص حکومت اسلامیہ کے مخالف باغیوں کے خلاف قتال کرتا ہوا میدان قتال میں مارا جائے تو بلاشبہ وہ بھی شہید ہے۔ اس پر میدان جہاد کے شہداء کے احکام نافذ ہونگے۔ اس لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حامی شہداء کو غسل نہیں دیا۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ انہیں غسل نہ دیا جائے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ جنگ جمل کے شرکاء نے وصیت کی تھی کہ ہم آئندہ کل شہید ہو جانے والے ہیں لہٰذا ہمارے کپڑے نہ اتارنا اور ہمیں غسل نہ دینا۔[۲۸]

باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا چونکہ وہ اسلامی شعائر اور دینی حرمت کا دفاع کرتے ہوئے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر ہی جان قربان کرتا ہے۔ لہٰذا شہید کی تعریف میں جو عام دلائل وارد ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ بھی میدان جنگ میں شہید ہونے والے کا معاملہ کیا جائے گا۔ حنفی فقہاء اور حنبلی فقہاء کا یہی موقف ہے۔[۲۹]

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ

[۹۸۱] «اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ»[۳۰]

"قاتل اور مقتول (دونوں) آگ میں جائیں گے۔"

یا اس جیسی اور دوسری احادیث اس صورت پر محمول ہیں جس میں اندھا فتنہ ہو حق واضح نہ ہو یا دونوں محض دنیا طلب کرنے والے اور خاندانی حمیت کے لئے باہمی قتال کرنے والے ہوں۔ وگرنہ جماعت حقہ کی حمایت میں باغیوں کے ساتھ قتال واجب اور شرعی جہاد کا ہم مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۸۲] ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ......﴾ [الحجرات=۴۹:۹]

"باغی جماعت کے ساتھ قتال کرو حتی کہ وہ اللہ کے حکم کو قبول کرلیں۔"

حکومت اسلامیہ کے باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے کا یہ حکم ہے لیکن ڈاکوؤں اور

[۲۸] المغنی لإبن قدامة:۶/۲۰۴+ تفسیر القرطبي: ۴/۱۷۴

[۲۹] الدّر المختار مع ردّ المحتار:۱/۸۵۰+ المغنی لإبن قدامة:۶/۲۰۴

[۳۰] صحیح البخاری = كتاب الإيمان: باب ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ......﴾، الحديث: ۳۱+ صحیح مسلم = كتاب الفتن و أشراط الساعة: باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما، الحديث: ۲۸۸۸

چوروں وغیرہ کے ہاتھوں قتل ہونے والا اگرچہ اجر وثواب کے لحاظ سے شہید مقید (یعنی صرف اخروی اعتبار سے شہید) ہے۔ لیکن اس کا مقصد جنگ چونکہ جان و مال اور عزت کا دفاع ہے نہ کہ دین کا۔ لہٰذا اس کے لئے میدان جہاد کے شہید کے مخصوص احکام نہ ہونگے۔ یہی موقف صحیح ہے۔ اس لئے کہ قرآن و حدیث کے دلائل اس کی طرف راہنمائی کرتے ہیں نیز اکثر علمائے اسلام کا بھی یہی موقف ہے۔

شہید عورتوں اور بچوں کا حکم:

اگرچہ عورتوں پر عمومی حالات میں اور نابالغ بچوں پر تمام حالات میں جہاد فرض نہیں ہے۔ لیکن عورتیں مردوں کے ساتھ عہد نبوت میں جہاد و قتال کے معرکوں میں برابر شریک ہوتی رہی ہیں۔ زخمیوں کی خدمت، علاج معالجہ اور باقاعدہ عملی طور پر جنگ میں ان کی شمولیت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ام سلیم، ام عطیہ اور ام حرام رضی اللہ عنہن کی احادیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح نابالغ بچوں کی جہاد میں شرکت پر سیدنا انس اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث دلیل ہیں جن کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

کیونکہ جب نابالغ کا اسلام مقبول اور معتبر ہے تو اس کے دیگر نیک اعمال بھی قابل اعتبار ہونگے۔ عورتوں اور بچوں کے جہاد کی اکثر احادیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایات ہیں۔ ان کے جہاد کی تفصیل کے لئے صحیح البخاری کے عنوانات کی فہرست پر ایک نظر ڈالنا تحقیق کے لئے مفید اور معاون ہوگا۔

ملاحظہ ہوں **کتاب الجہاد کے ابواب**:

1. جهاد النّساء،
2. غزوة المرأة فى البحر
3. حمل الرّجل امرأته فى الغزو
4. غزو النّساء و قتالهن مع الرّجال،
5. حمل النّساء القرب الى النّاس فى الغزو
6. مداواة النّساء الجرحى فى الغزو
7. ردُّ النّساء الجرحى و القتلى
8. فضل الخدمة فى الغزو
9. من غزا بصبيّ للخدمة

میدان جہاد کے شہیدوں کے مخصوص احکام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عام اور مطلق ہیں۔ عورتوں اور بچوں کے لئے علیحدہ احکام کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ لہٰذا شہید

عورتوں اور بچوں کے ساتھ بھی جہادی شہداء کا معاملہ کیا جائے گا۔ اکثر علماء کا بھی یہ موقف ہے جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس موقف میں بھی اکثر علماء کی مخالفت کرتے ہیں۔ [1]

زیادہ تفصیل کے لئے اسی کتاب کے باب :۴ کے عنوان "عورتوں کی جہاد میں شرکت" کا مطالعہ کریں۔

میدان جہاد میں بغیر کسی نشان کے قتل ہونے والا:

اختتام جنگ پر میدان جنگ میں جو مقتول پایا جائے اور اس کے جسم پر قتل کے آثار ہوں تو بلاشبہ وہ میدان جہاد کے شہید کے احکام حاصل کرے گا۔ لیکن اگر ایسے مقتول کا جسم قتل کے کسی اثر سے خالی ہو تو اس میں علماء کے دو اقوال ہیں: چنانچہ شافعی فقہاء اور مالکی فقہاء ایسے مقتول کو ہر صورت میں شہید کے احکام دیتے ہیں۔ لیکن حنفی فقہاء اور حنبلی فقہاء صرف اس صورت میں اس کے قائل ہیں جبکہ اس کے جسم پر قتل کے آثار موجود ہوں۔ [2]

قابل ترجیح اور دلائل پر مبنی موقف پہلا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے دور میں میدان قتال کے ہر مقتول کو بلا تفتیش اور قتل کے آثار کی شرط کے بغیر بالا تفاق میدان جہاد کے شہید کا مقام و مرتبہ عطا کیا جاتا رہا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہذا قتل کے نشان کی موجودگی کی شرط بلا دلیل ہے۔

وہ شخص جو زخمی حالت میں کچھ دیر زندہ رہے

"المُرتَثّ" کا لغوی معنیٰ:

وہ شخص جو زخمی حالت میں کچھ مدت تک زندہ رہے "مُرتَثّ" کہلاتا ہے۔

"المُرتَثّ" کا شرعی معنیٰ:

شریعت میں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص جو زخمی حالت میں جنگ ختم ہونے کے بعد زندہ رہے اور زندگی کے فائدوں میں سے کوئی فائدہ مثلاً کھانا پینا اور کوئی وصیت کرنا وغیرہ حاصل کرے۔ اس کو عربی زبان میں "مُرتَثّ" اور "مُدرَك" کہا جاتا ہے۔ البتہ جو زخمی جنگ کے ختم

---

[1] المغنی لابن قدامة: ۲/ ۵۲۸ + المجموع للنووی: ۵/ ۲۶۶

[2] المجموع للنووی: ۵/ ۲۶۷ + المغنی لابن قدامة: ۲/ ۵۲۲

ہونے پر جاں بحق ہو چکا ہو یا موت کی مدہوشیوں میں ہی کچھ عرصہ مبتلا رہے ،وہ مرتث نہیں ہوگا۔امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَتِلْكَ السُّنَّةُ فِيْ مَنْ قُتِلَ فِيْ الْمُعْتَرَكِ فَلَمْ يُدْرَكْ حَتّٰى مَاتَ . وَ اَمَّا مَنْ حُمِلَ مِنْهُمْ فَعَاشَ مَا شَاءَ اللّٰهُ بَعْدَ ذَالِكَ فَإِنَّهُ يُغَسَّلُ وَ يُصَلّٰى عَلَيْهِ كَمَا عُمِلَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ كَانَ شَهِيْدًا " [3]

'' جو شخص میدان جنگ میں زخمی ہو اور وہیں پر جاں بحق ہو جائے تو ایسے شہید کے متعلق یہی سنت ہے (کہ بلا غسل اور بلا جنازہ دفن کیا جائے گا) لیکن جو زخمی میدان قتال سے اٹھا لیا جائے اور وہ جس قدر اللہ چاہے زندہ رہے تو اس کا غسل اور جنازہ ہوگا جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔''

◎ علامہ الباجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" إِلَّا مَا يَكُوْنُ مِنْهُ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَةِ مَنْ مَاتَ فِيْ الْمُعْتَرَكِ " [4]

'' البتہ جو زخمی موت کی سختیوں میں مبتلا رہ کر فوت ہو وہ میدان قتال میں مرنے والے کے حکم میں ہے۔''

زخمی حالت میں میدان جنگ میں پائے جانے والے شخص کے مذکورہ بالا احکام کا استدلال سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول درج ذیل صحیح حدیث سے کیا گیا ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۹۸۳] "أُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ حِبَّانُ بْنُ الْعَرِقَةِ۔ رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ ۔ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَيْمَةً فِيْ الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ ..... فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ ..... فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا ، فَمَاتَ مِنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " [5]

'' غزوۂ خندق میں سیدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کی اکحل (بازو کی رگ) میں تیر لگا۔

---

[3] المؤطا للإمام مالك = كتاب الجهاد: باب العمل في غسل الشهيد

[4] المنتقى شرح المؤطا: ۳/ ۲۱۱ + المغني لإبن قدامة: ۲/ ۵۳۲،۵۳۱ + المجموع للنووي: ۱/ ۲۶۱ + الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۸۵۲،۸۵۱

[5] صحيح البخاري = كتاب المغازي: باب مرجع النبي من الأحزاب و مخرجه إلى بني قريظة..... الحديث: ۳۸۹۶ + صحيح مسلم = كتاب الجهاد والسير: باب جواز قتال من نقض العهد و جواز إنزال أهل الحصن على حكم حاكم عدل أهل للحكم، الحديث: ۱۷۶۹

ایک قریشی جوان حبان بن عرقہ نے تیر مارا تھا۔جس سے وہ زخمی ہو گئے ۔ نبی ﷺ نے مسجد میں ان کے لئے ایک خیمہ نصب کر دیا ۔تاکہ آپ قریب سے ان کی تیمار داری فرما سکیں ۔پھر (سعد رضی اللہ عنہ کے دعا مانگنے پر) وہ زخم سینے کی طرف سے پھوٹ پڑا اور آپ کا زخم متواتر خون بہانے لگا۔چنانچہ اس سے آپ کی موت واقع ہوگئی۔''

راہ حق میں زخم خوردہ سعد رضی اللہ عنہ کی وفات پر جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ایک عجیب وغریب خوشخبری سنائی۔ جبکہ سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ سامنے رکھا ہوا تھا ۔آپ ﷺ نے فرمایا:

[۹۸٤] « اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِبْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ » [٤٦]

'' سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر رحمٰن کا عرش ہل گیا ہے۔''

جب سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین نے بنو قریظہ کے خلاف ان کے عادلانہ اور منصفانہ فیصلہ کی وجہ سے (طنز کے طور پر) کہا: اس کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۸۵]« إِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهُ» [٤٧]

'' (ہلکا اس لئے ہے) کہ اس کو اللہ کے فرشتوں نے اٹھا رکھا تھا۔''

اور امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ سے میدان جنگ میں پائے جانے والے زخمی شخص کے احکام بیان کئے ہیں۔

درست موقف:

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے غزوۂ خندق میں زخمی ہوکر جاں بحق ہوجانے کے واقعہ کا لب لباب یہ ہے کہ وہ رگ بازو میں تیر لگنے سے زخمی ہوئے ۔تقریباً ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی زیر نگرانی ان کا علاج معالجہ ہوتا رہا ۔وہ بقائمی ہوش وحواس تمام منافع زندگانی سے فائدہ اٹھاتے رہے اور بنو قریظہ کے پچیس روزہ محاصرہ کے بعد وہ بطور ثالث گدھے پر سوار ہوکر مدینہ سے کئی میل دور بنی قریظہ کے محلہ میں تشریف لائے اور فیصلہ کیا۔واپس مسجد میں آئے اور دعا میں اپنی موت کی تمنا کا اظہار

---

[٤٦] صحيح البخاري = كتاب فضائل الصّحابة: باب مناقب سعد بن معاذ رضى الله عنه ، الحديث: ۳۵۹۲ + صحيح مسلم = كتاب فضائل الصّحابة: باب من فضائل سعد بن معاذ رضى الله عنه ، الحديث: ۲٤٦٦ + صحيح التّرمذى أبواب المناقب : باب مناقب سعد بن معاذ رضى الله عنه ، الحديث: ۳۰۲۳

[٤٧] صحيح التّرمذى= أبواب المناقب: باب مناقب سعد بن معاذ رضى الله عنه ، الحديث: ۳۰۲٤

کیا۔ پھر اس دعا کی قبولیت کے سبب وہ ملک عدم کے مسافر بنے۔[۸۸]

مذکورہ بالا تمام امور حدیث کی کتابوں اور سیرت رسول میں ثابت شدہ ہیں ۔ چنانچہ مذکورہ بالا واقعہ سے زیادہ سے زیادہ یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جو زخمی معرکۂ حق و باطل کے بعد عرصہ دراز تک زندگی کے تمام فائدوں سے بھرپور استفادہ کرے، ان زخموں سے موت کی توقع اور امید ختم ہو جائے جہادی زخموں کی وجہ سے خود اس کی تمنا و آرزو رکھے اور اسی آرزو کی بناء پر وہ اللہ کے پاس حاضر کر لیا جائے ۔اس کے ساتھ میدان جہاد والے شہیدوں کا معاملہ نہ کیا جائے گا۔ بعینہ مذکورہ کیفیت سے ملتی جلتی کیفیت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ میں بھی پیش آئی۔

لہٰذا قرآن وحدیث کے واضح دلائل کے مطابق مندرجہ ذیل شہداء "مرتَث" اور "مُدرَک" کی تعریف میں شامل نہیں ہو سکتے ۔ بلکہ ان کے ساتھ شہداء احد والا سلوک کرنا عین اتباع نبوی ہے۔

1. جو شدید زخمی اور گہرے زخموں والا مجاہد معرکہ قتال سے اٹھایا جائے اور قلیل عرصے میں انہی زخموں کی بناء پر اس کی موت واقع ہو جائے ۔خواہ وہ زندگی کے فائدوں میں سے کچھ فوائد بھی حاصل کر چکا ہو۔
2. جو اپنے زخموں کے ساتھ بے ہوشی کی حالت میں میدان قتال سے باہر زندہ رہے خواہ طویل عرصہ تک اور خواہ اس کو غذا اور دوا کی سینکڑوں خوراکیں دے دی جائیں ۔

بہت سے علماء محققین نے اسی بات کو راجح قرار دیا ہے ۔ کیونکہ یہ صحیح احادیث کے زیادہ مطابق اور عقل ونظر کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے ۔ مثلاً حافظ ابن عبد البر، سحنون ، ابن قاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ۔[۸۹]

مقروض اور خائن شہید:

شہید مقروض پر میدان جہاد کے شہیدوں کے تمام مخصوص احکام نافذ ہونگے ۔اگر وہ قرض کی ادائیگی کے لئے رقم چھوڑ گیا ہے یا تنگ حالی کی وجہ سے ادائیگی پر طاقت نہیں رکھتا تھا تو تمام علمائے اسلام کے نزدیک وہ شہید بخشا ہوا اور جنتی ہوگا ۔اگر ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود قرض کی ادائیگی کے لئے رقم نہیں چھوڑ گیا۔ تو صحیح موقف کے مطابق شہادت اس کے لئے گناہوں

---

[۸۸] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۸۳

[۸۹] المنتقی شرح الموطأ: ۳/۲۰۱ + حاشية الدسوقي: ۱/۴۲۶

کے کفارے کا باعث ثابت ہوگی ۔ امیر المؤمنین یا خلیفۃ المسلمین پر لازم ہے کہ بیت المال سے اس کے قرضہ جات کی ادائیگی کا اہتمام کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۸٦] « أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۔ فَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَ مَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَأَنَا أَوْلَى بِهِ فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ » [۵۹]

''میں مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ ان کیلئے خیر خواہ ہوں ۔جس نے کوئی مال چھوڑا ہے تو وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے اور جس پر کوئی قرض ہو یا اس کا کوئی نقصان ہو گیا ہوتو میں اس کی ادائیگی کا زیادہ حقدار ہوں ۔لہٰذا اس کی ادائیگی میرے ذمے ہے۔''

تاہم مجاہد پر لازم ہے کہ بغیر کسی اشد اور جائز ضرورت کے قرض نہ لے اور قرض لیتے ہوئے عدم ادائیگی کی نیت نہ ہو ۔ بندوں کے تمام حقوق سے سبکدوش ہوکر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے۔ [۶۰]

خیانت اور بددیانتی کا ارتکاب کرنے والے مجاہد اور شہید کے متعلق اگرچہ صحیح احادیث میں سخت وعید آئی ہے ۔تاہم دنیا میں ظاہری حالات کے مطابق اس کے ساتھ دیگر شہداء کی طرح معاملہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

[۹۸۷] « صَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ » [۶۱] ''اپنے ساتھی پر جنازہ پڑھ لو۔''

مقروض کی شہادت کے تفصیلی احکام اسی کتاب کے پانچویں باب میں زیر عنوان ''مقروض کا جہاد اور شہادت گناہوں کا کفارہ ہے'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ جبکہ بددیانت شہید کی تفصیلات اسی کتاب کے باب :۲٦ کے عنوان'' مال غنیمت میں خیانت اور بددیانتی حرام ہے''میں ملاحظہ فرمائیں۔

دفن سے پہلے میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

انسان کا قبل از موت شرعی طور پر کسی مقدس مقام میں دفن ہونے کی دعا اور تمنا کرنا مستحب

---

[۵۹] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۵۸

[۶۰] ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۱۷۵/٤ + فتح الباری :۷/۱٦+ شرح النووی:۳۵/۲ + ترجمة الباب صحیح إبن حبان :۱۷٦/۸

[۶۱] سنن أبی داؤد = کتاب الجهاد: باب فی تعظیم الغلول وصحیح أبی داؤد= کتاب البیوع: باب فی التشدید فی الدّین ، الحدیث: ۲۸۵۹ + سنن النّسائی = کتاب الجنائز: باب الصّلوة علی من غلّ + سنن إبن ماجة = کتاب الجهاد: باب الغلول + الموطا للإمام مالك= کتاب الجهاد: باب ماجاء فی الغلول،

ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ارض مقدسہ کے قریب دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی۔[۵۳] اسی طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ سے دعا کرتے تھے:

[۹۸۸] «اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ »[۵۴]

"اے اللہ! میں تیرے راستے میں شہید ہونے اور تیرے رسول کے شہر میں موت کی تجھ سے درخواست کرتا ہوں۔" (الحمد للہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں دعائیں بہت ہی اچھے انداز میں منظور ہوئیں)

شہید کے علاوہ کسی دوسری عام میت کو دفن سے پہلے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا اکثر اہل علم کے ہاں جائز ہے۔ مالکی، حنفی اور حنبلی فقہاء کا یہی موقف ہے۔ البتہ شافعی فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ دفن سے پہلے نقل میت کی ممانعت پر کوئی صریح شرعی دلیل قائم نہیں۔ البتہ جب اس کے نتیجہ میں میت کو دفن کرنے میں زیادہ تاخیر ہو رہی ہو یا میت اور اہل میت کے لئے بلا شرعی جواز نقصان کا باعث ہو تو اس جیسے نقصانات کی بناء پر بالاتفاق ناجائز اور مکروہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے:

[۹۸۹] «أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ ......»[۵۵] "جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔"

دفن کے بعد کسی میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

غیر شہید میت کو دفن کرنے کے بعد کسی ضرورت اور حاجت کے تحت قبر سے نکالنا اور پھر اس کو اس کی پہلی قبر میں ہی دفن کر دینا بالاتفاق جائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی منافق کو اس کے بیٹے ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر قبر کے گڑھے میں داخل کئے جانے کے بعد نکالنے کا حکم دیا اور اپنی ایک قمیض اتار کر اس کو پہنائی تاکہ عبداللہ بن ابی منافق کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا اس کی دل جوئی ہو سکے اور اس کے احسان کا بدلہ بھی اس کو لوٹایا

---

[۵۳] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = كتاب الجنائز: باب من أحبّ الدفن في الأرض المقدسة أو نحوها، الحديث: ١٢٧٤ + صحيح مسلم = كتاب الفضائل: باب من فضائل موسى صلّى الله عليه وسلم، الحديث: ٢٣٧٢

[۵۴] صحيح البخاری = كتاب فضائل المدينة: باب كراهية النبي صلّى الله عليه وسلّم ان تعرى المدينة، الحديث: ١٧٩١ و كتاب الجهاد: باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء.

[۵۵] صحيح البخاری = كتاب الجنائز: باب السرعة بالجنازة الحديث: ١٢٥٢ + صحيح مسلم = كتاب الجنائز: باب الإسراع في الجنازة، الحديث: ٩٤٤

جا سکے۔ کیونکہ اس نے مدینہ میں آمد کے وقت آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو ایک قمیض پہنائی تھی۔ [۵۶]

شہید کی لاش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

شہید میت کو قبل از دفن موت کی جگہ سے منتقل کرنا ممنوع ہے بلکہ انہیں ان کی قتل گاہوں میں ہی دفن کرنے کا واضح شرعی حکم موجود ہے۔ جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۹۰] «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَمَرَنَا بِقَتْلَى أُحُدٍ أَنْ يُرَدُّوا إِلَى مَصَارِعِهِمْ وَ كَانُوا نُقِلُوا إِلَى الْمَدِينَةِ» [۵۷]

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان شہداء احد کو ان کی قتل گاہوں میں واپس لوٹانے کا حکم صادر فرمایا جو مدینہ میں منتقل کر لئے گئے تھے۔“

یہ مسئلہ اکثر علماء وفقہاء کے مابین اتفاقی ہے۔ البتہ اسی حدیث سے شہید کو واپس قتل گاہ کی طرف لوٹانے کا وجوب اس صورت میں معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ دوسری جگہ دفن نہ کر دیا گیا ہو۔ [۵۸]

شہید کی لاش کو دفن کے بعد کسی شرعی ضرورت کے لئے قبر سے نکال کر اسی مدفن میں دوبارہ دفن کر دینا جائز ہے۔ جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے:

[۹۹۱] «دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِي حَتَّى أَخْرَجْتُهُ فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرٍ عَلَى حِدَةٍ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَإِذَا هُوَ كَيَوْمٍ وَ ضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ» [۵۹]

”میرے والد سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے ان کو ایک دوسرے شہید کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ لیکن میرے دل کو یہ بات اچھی نہ لگی حتی کہ چھ ماہ بعد میں نے ان کو قبر سے نکالا اور ایک علیحدہ قبر میں دفن کر دیا۔ اس وقت ان کی میت صحیح و سالم

---

۵۶ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب هل يُخرج الميّت من القبر واللّحد لعلّة، الحديث: ۱۲۸۵۔ اس حدیث کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۵۷ صحیح النّسائی = كتاب الجنائز: باب ان يُدفن الشّهيد، الحديث: ۱۸۹۳ + صحيح إبن ماجة = كتاب الجنائز: باب ما جاء في الصّلوة على الشّهداء و دفنهم، الحديث: ۱۲۳۰ + صحيح الترمذي = أبواب الجهاد: باب الفرار من الزحف / باب منه، الحديث: ۱۴۰۱

۵۸ نيل الأوطار: ۴/۱۲۱ + زاد المعاد: ۲/۲۴۶

۵۹ صحیح البخاری = كتاب الجنائز: باب هل يُخرج الميّت من القبر و اللّحد لعلّة، الحديث: ۱۲۸۷، ۱۲۸۶

تھی۔ بالکل ایسے جیسے موت کے دن والی حالت پر تھی۔ البتہ کان میں تھوڑی سی تبدیلی موجود تھی۔“

مؤطا امام مالک میں متصل سند کے ساتھ مروی ہے کہ سیدنا عمرو بن جموح اور سیدنا عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما (شہداء احد) ایک ہی قبر میں مدفون تھے جو سیلاب کے راستے پر تھی۔ چنانچہ سیلاب نے ان کی قبر اکھاڑ دی تو ان کو قبر تبدیل کرنے کے لئے نکالا گیا۔ وہ ایسی حالت میں پائے گئے گویا ابھی کل ہی فوت ہوئے ہوں۔ جسموں میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ غزوۂ احد اور اس واقعہ میں 46 سال کا وقفہ تھا۔ [20]

حدیث جابر اور روایت مالک میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے اور تعارض اور تضاد کو دور کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ دو مختلف واقعات ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ موطا امام مالک والی روایت میں یہ ہے کہ ایک قبر سے مراد دو قریب قریب قبریں ہیں یا یہ کہ سیلاب نے دونوں قبریں اکھاڑ کر ایک قبر کی طرح بنا ڈالی تھیں۔ قبروں کو اکھاڑنے کا یہ واقعہ دو (۲) بار ہی پیش آیا۔ (ایک دفعہ عہد نبوت میں وفات کے چھ ماہ بعد دوسرا واقعہ عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں چھیالیس (46) سال بعد۔ [21]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ والی روایت (جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کیا ہے) سے شہداء کی ایک مزید امتیازی خصوصیت کا علم ہوتا ہے کہ ان جانثاران حق کو اپنے مقتل اور قربان گاہ میں ہی دفن کیا جائے تاکہ راہ حق میں قربانی پیش کرنے پر وہ اپنے دو عادل گواہوں (خون اور قتل کی سرزمین) کے ساتھ ہی مبعوث ہوں۔

نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح بخاری کی روایت جس میں عہد نبوت کا ہی ایک واقعہ ہے۔ جو واقعہ سب لوگوں کے سامنے پیش آیا اور موطا امام مالک والی حدیث میں بھی یہ بات ہے کہ شہدائے اسلام کے جسم قبروں میں ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہیں۔ [22]

غائبانہ نماز جنازہ:

میت شہید ہو یا غیر شہید اس کا غائبانہ نماز جنازہ بغیر کسی شرط کے اور بغیر کسی قید کے جائز

[20] المؤطا للإمام مالك = كتاب الجهاد: باب الدفن في قبر واحد من ضرورة۔

[21] فتح الباري: ٣/ ٤٥٩، ٤٦٠ + المنتقى شرح المؤطا: ٣/ ٢٢٥، ٢٢٦ + نيل الأوطار: ٤/ ١٢١، ١٢٢

[22] المنتقى شرح المؤطا: ٣/ ٢٢٦ + فتح الباري: ٣/ ٤٦١

ہے۔ اور بعض صورتوں میں فرض اور واجب ہے۔ مثلاً اس وقت جب میت غیر شہید ہو اور موت کی جگہ پر جنازہ نہ پڑھا گیا ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا جابر بن عبد اللہ اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

[۹۹۲] «اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ۔ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى ۔ فَصَفَّ بِهِمْ وَ كَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ » [۶۳]

”حبشہ کا بادشاہ نجاشی جس وقت فوت ہوا تو نبی ﷺ نے جس روز وہ فوت ہوا اسی روز اس کی وفات کی اطلاع دی اور صحابہ کے ساتھ مل کر جنازگاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ ان کی صفیں درست کیں اور چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرمائی۔“

ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

[۹۹۳] «قَالَ اِنَّ اَخًا لَّكُمْ مَاتَ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلَيْهِ قَالَ فَقُمْنَا فَصَفَّنَا صَفَّيْنِ » [۶۴]

”آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی فوت ہو گیا ہے۔ اٹھو اور اس کا نماز جنازہ ادا کرو۔ چنانچہ ہم اٹھ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ہماری دو صفیں بنائیں۔“

مذکورہ بالا متواتر حدیث سے درج ذیل احکام معلوم ہوتے ہیں:

① مسلمان میت کے جنازے کا اعلان کرنا مستحب ہے تاکہ بکثرت لوگ اس میں شریک ہو کر اس کے لئے دعائے استغفار کر سکیں۔ لیکن جاہلیت کا وہ طریقہ جس کو ”نعی“ کہا جاتا ہے، جس میں میت کے اوصاف اور کارناموں کے تذکرے اور فخر و ریاء کا اظہار ہو، ممنوع ہے۔ [۶۵]

② جنازہ میں چار تکبیرات مسنون ہیں۔ اس بارے بہت زیادہ احادیث ہیں جو صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہیں اور تاریخی اعتبار سے متاخر ہیں۔ اس بناء پر یہی راجح ہے اور اکثر

---

۶۳ صحیح البخاری= کتاب الجنائز: باب التکبیر علی الجنازة أربعا ، الحدیث: ۱۲٦۸ + صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی التکبیر علی الجنازة ، الحدیث: ۹۵٦ ۔ اس حدیث کو امام ترمذی ، امام ابو داؤد ، امام نسائی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۶۴ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی التکبیر علی الجنازة ، الحدیث: ۹۵۲ ، اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۶۵ صحیح الترمذی = کتاب الجنائز : باب ماجاء فی کراهیة النعی ، الحدیث: ۷۸٦ + صحیح إبن ماجة= کتاب الجنائز: باب ما جاء فی النهی عن النعی ، الحدیث: ۱۲۰۳

صحابہ کا عمل بھی اس کے مطابق ہے۔[٦٦]

غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ بلکہ جب مسلمان پردیس میں فوت ہو اور وہاں جنازہ نہ پڑھا جائے تو فرض اور واجب ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے "بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُسْلِمِ يَلِيْهِ اَهْلُ الشِّرْكِ فِيْ بَلَدٍ آخَرَ" اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ایک ایسے مسلمان کا غائبانہ نماز جنازہ جہاں اہل شرک رہتے ہوں اور وہ پردیس میں فوت ہو۔

◉ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"وَاسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى مَشْرُوْعِيَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ الْغَائِبِ عَنِ الْبَلَدِ وَ بِذٰلِكَ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَ اَحْمَدُ وَ جُمْهُوْرُ السَّلَفِ حَتّٰى قَالَ ابْنُ حَزْمٍ لَمْ يَاْتِ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَنْعُهٗ ...... فَكَانَ غَائِبًا عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" [٦٧]

"اس حدیث سے شہر سے غائب میت پر جنازہ کے جواز کا استدلال کیا جاتا ہے۔ امام شافعی، احمد بن حنبل اور اکثر سلف صالحین اسی بات کے قائل ہیں۔ حتی کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کسی ایک صحابی سے بھی اس کی ممانعت کا ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ حنفی اور مالکی فقہاء کا اس میں اختلاف ہے۔ اور بعض علماء نے چند شرائط کے ساتھ اس کو جائز قرار دیا ہے۔"

غائبانہ نماز جنازہ سے روکنے والوں کے دلائل انتہائی کمزور ہیں۔ مثلاً یہ کہ نجاشی دوسرے علاقے میں فوت ہوا اور وہاں پر اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ لیکن یہ محض ظن اور احتمال ہے اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ اسی طرح یہ بھی انتہائی کمزور دلیل کہ نجاشی کی میت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واضح کر کے سامنے لا کر رکھ دی گئی تھی۔ لیکن یہ بھی محض احتمال اور گمان ہے جو ثبوت کا محتاج ہے۔ علاوہ ازیں اگر وہ میت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئی تو صحابہ نے جنازہ کیوں پڑھا؟

مالکی فقہاء نے کہا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف نجاشی کے لئے خاص عمل تھا۔ اس لئے کسی اور غیر موجود میت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ نہیں پڑھا۔ حالانکہ سیدنا معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ کا قصہ مجموعی طرق (تمام سندوں) کے اعتبار سے صحیح اور قوی ہے۔ پھر خصوصیت کا دعوی دلیل کا محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ کسی غیر موجود میت پر نماز جنازہ

---

[٦٦] ملاحظہ ہو صحیح الترمذی = أبواب الجنائز: باب التكبير على الجنازة ، الحديث: ٨١٥-٨١٦ + معالم السُّنَن للخطابي: ٤/ ٣٢٣،٣٢٤ + شرح النّووي: ١/ ٣٠٩ + فتح الباري: ٣/ ٤٤٥

[٦٧] فتح الباري: ٣/ ٤٣١،٤٣٢

کے جائز ہونے میں واضح اور صریح ہیں اور یہ الفاظ مذکورہ بالا تمام احتمالات کی نفی کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجنائز میں اس صحیح اور متواتر حدیث پر مختلف مقامات پر بہت زیادہ عنوانات قائم کر کے بہت زیادہ فقہی مسائل بیان کئے ہیں۔ مثلاً **ملاحظہ ہوں**:

1. "بَابُ الرَّجُلُ يَنْعَى إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِه"
2. "بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ أَوْ ثَلَثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ"
3. "بَابُ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ"
4. "بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلّٰى وَالْمَسْجِدِ"
5. "بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا"

قبر پر نماز جنازہ:

شہید میت کا جنازہ اگر پہلے ادا نہ کیا گیا ہو تو اس کی قبر پر غیر معینہ مدت تک نماز جنازہ پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ سنت رسول ﷺ ہے۔ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے شہداء کی امتیازی خصوصیات میں شامل ہے۔ جیسا کہ رسول اللہؐ نے آٹھ برس بعد شہداء احد کی قبروں پر جا کر میت والی نماز جنازہ ادا فرمائی (نہ کہ محض دعا و استغفار کیا) [۹۸]

غیر شہید میت کی تدفین کے بعد صحیح موقف کے مطابق ایک ماہ تک قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا سنت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے:

[۹۹۴] « أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَأَمَّهُمْ وَ صَلُّوا خَلْفَهُ » [۹۹]

"ایک ایسے شخص نے مجھے خبر دی جو نبی ﷺ کے ساتھ ایک علیحدہ بنی ہوئی قبر کے پاس سے گذرا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کی امامت کروائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔"

ایک روایت میں یوں ہے:

[۹۹۵] « اِنْتَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِلَى قَبْرٍ رَطْبٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَ

---

۹۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹۷۰

۹۹ صحیح البخاری= کتاب الجنائز: باب الصلوة على القبر بعد ما یدفن ، الحدیث: ۱۳۳۶ + صحیح مسلم= کتاب الجنائز : باب الصلوة على القبر ، الحدیث: ۹۵٤

صَفُّوْا خَلْفَهٗ وَ كَبَّرَ اَرْبَعًا » [1]

''تازہ بہ تازہ بنی ہوئی قبر کے قریب سے گزرے ،صحابہ نے آپ کی اقتداء میں صفیں درست کیں اور آپ ﷺ نے چار تکبیرات کہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[۹۹۶] « اَنَّ امْرَأَةً سَوْدَآءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابًّا فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: « اَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِىْ قَالَ فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْاَمْرَهٗ قَالَ : « دُلُّوْنِىْ عَلٰى قَبْرِهٖ » فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِىْ عَلَيْهِمْ » [2]

'' ایک سیاہ فام عورت (مرد) مسجد میں جھاڑو دیتا تھا آپ کو (چند دن) نظر نہ آیا تو آپ ﷺ نے صحابہ سے اس کے بارے دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا :یا رسول اللہ! وہ فوت ہو چکا ہے ۔تو آپؐ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہ مطلع کیا؟ تو صحابہ نے گویا اس کے معاملہ کو نہایت معمولی قسم کا سمجھا۔ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر کی نشاندھی کرو ۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو قبر کی نشاندھی کردی تو آپ ﷺ نماز جنازہ ادا فرمائی ۔بعد ازاں ارشاد فرمایا: یہ قبریں اپنے مردوں کے لئے ظلمت و تاریکی سے بھری ہوتی ہیں اور اللہ تعالی میرے جنازہ پڑھنے سے ان کو فوت شدگان کے لئے منور فرما دیتا ہے۔''

◎ امام ترمذی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم میں اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے ۔ امام شافعی ، احمد ، اسحٰق ، عبد اللہ بن مبارک کا بھی یہی موقف ہے ۔ البتہ امام مالک رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل نہیں۔ احمد اور اسحٰق نے کہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک قبر پر جنازہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے سعید بن مسیب سے مروی مرسل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ام سعد کی قبر پر ایک ماہ بعد نماز جنازہ پڑھا تھا۔ [3]

---

[1] صحیح مسلم = کتاب الجنائز : باب الصلوۃ علی القبر ، الحدیث: ۹۵٤

[2] صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی الصلوۃ علی القبر، الحدیث:۹۵٦ + صحیح البخاری = کتاب المساجد : باب کنس المسجد والتقاط الخرق والقذی والعیدان ، الحدیث: ٤٤٦

[3] ملاحظہ ہو صحیح الترمذی= أبواب الجنائز: باب ما جاء فی الصلوۃ علی القبر، الحدیث: ۸۲۹

علی بن ابی طالب، ابوموسیٰ اشعری، ابن عمر، سیدہ عائشہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی قبر پر نماز جنازہ کا جواز منقول ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواز کے قائل نہیں (مذکورہ بالا صحیح احادیث ان کے خلاف حجت ہیں) [3]

قبروں کی زیارت: (جواز کے دلائل اور اغراض و مقاصد)

زیارت قبور کا مسئلہ اگرچہ جہاد فی سبیل اللہ کے موضوع سے زیادہ تعلق نہیں رکھتا۔لیکن یہ اہم ترین دینی معاملہ ہے جس میں غلو کی وجہ سے اکثر و بیشتر قبروں کی زیارت کرنے والے عبادات، بندگی، سجدہ، طواف، مجاور بن کر بیٹھنا، اعتکاف، دعا ومناجات، مدد طلب کرنا، فریاد کرنا، صدقہ و خیرات اور نذر و نیاز جیسے وہ اعمال جو خالص اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں یہ تمام اعمال اس کے فقیر ومحتاج، نیازمند اور عاجز بندوں کے لئے جائز بنا کر قبروں کے عبادت گزار بن چکے ہیں۔ اسی مناسبت سے ہم شہداء کے فضائل و احکام کے عنوان میں زیارت قبور کی شرعی حیثیت، اس کی اصل غرض و غایت اور اس کے ساتھ ہی قبروں کی عبادت کے خطرناک شرکیہ عقائد و اعمال پر تبصرہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں زیارت قبور پر جواز کے دلائل، اس کی حکمت اور غرض و غایت اختصار کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[۹۹۷] «كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ» [4]

"کہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کر رکھا تھا۔اب تم ان کی زیارت کیلئے جایا کرو کیونکہ قبریں تمہیں موت کی یاد دلاتی ہیں۔"

ایک روایت میں یوں ہے:

[۹۹۸] «فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الآخِرَةَ» [5]

"(یہ قبروں کی زیارت) فکر آخرت پیدا کرتی ہیں۔"

---

[3] معالم السنن للخطابی: ۳۳۲/۱

[4] صحیح مسلم= کتاب الجنائز: باب فی الذهاب إلی زیارة القبور / باب استئذان النبی صلی الله علیه وسلم ربّه عزوجلّ فی زیارة قبر أمّه، الحدیث:۹۷۷

[5] صحیح الترمذی= أبواب الجنائز: باب الرخصة فی زیارة القبور، الحدیث: ۸۴۲+ صحیح إبن ماجة= کتاب الجنائز: باب ماجآء فی زیارة القبور: الحدیث: ۱۲۷۵

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

[۹۹۹] «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ. فَيَقُولُ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَ يَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَ لَكُمُ الْعَافِيَةَ »[۹]

"نبی ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع کے قبرستان کی طرف نکل جاتے اور کہتے: "اے مومنو! "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" اللہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں سب پر رحم فرمائے۔ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس آ ملنے والے ہیں۔میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کی دعا کرتا ہوں۔"

ابتدائے اسلام میں نوحہ، واویلا اور قبروں پر کئے جانے والے شرکیہ اعمال کی کثرت کی وجہ سے زیارت قبور سخت حرام تھی۔ پھر درج ذیل شرعی اغراض کیلئے اس کی اجازت دے دی گئی اور نبی ﷺ نے اپنے ارشادات کے ذریعے اور عملی طور پر ترغیب دلائی:

- اہل ایمان قبروں والوں کے لئے دعاو استغفار۔
- موت کی یاد دہانی اور فکر آخرت۔
- دنیا میں بے رغبتی اور اس کی بے ثباتی کا یقین۔

عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کے حرام ہونے کا بیان:

سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

[۱۰۰۰] «لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ »[۱۰]

"رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجد تعمیر کرنے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

[۹] صحیح مسلم = كتاب الجنائز: باب ما يُقَالُ عند دخول القبور والدُّعاء لأهلها، الحديث: ۹۷۴، ۹۷۵۔اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۱۰] سنن أبي داود = كتاب الجنائز: باب في زيارة النساء القبور + سنن الترمذي = أبواب الصّلوة: باب ما جاء في كراهية أن يُتَّخذَ على القبر المسجد + سنن النَّسائي = كتاب الجنائز: باب التّغليظ في اتّخاذ السّرج على القبور + صحيح إبن ماجة = كتاب الجنائز: باب ما جاء في النّهي عن زيارة القبور، الحديث: ۱۲۸۰

◎ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

بعض اہل علم کے نزدیک یہ حکم زیارت قبور کی اجازت دینے سے پہلے کا تھا اور بعض نے اسے عورتوں کے بہت زیادہ رونے دھونے، جزع و فزع کرنے اور بے صبری کا مظاہرہ کرنے کی بناء پر قطعی حرام قرار دیا ہے۔ [۴۸]

◎ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے:

عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کے مسئلہ میں علماء کے تین اقوال ہیں:

① **قطعی حرام**: مذکورہ صحیح احادیث کی وجہ سے قطعی حرام ہے۔

② **مکروہ**: ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی وجہ سے کہ ہمیں جنازوں کے ساتھ آنے سے منع کیا گیا مگر سختی اور تاکید کے ساتھ نہیں۔

③ **جائز**: زیارت قبور کی عام اور مطلق احادیث کی بناء پر جن کے عموم میں عورتیں اور مرد سب شامل ہیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر پر جانے کی حدیث کی وجہ سے۔ [۴۹]

لیکن شرک کے ذرائع کی روک تھام اور ان احادیث کے مفہوم پر عمل کرنے کی وجہ سے جن میں قبروں پر زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ پہلا قول زیادہ راجح اور زیادہ صحیح ہے۔ [۵۰] لہٰذا ثابت ہوا کہ درج ذیل تین برے اعمال اورافعال لعنت کے اسباب ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں شرک اکبر کے وسائل اور ذرائع ہیں:

1. عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت۔
2. قبروں پر مساجد تعمیر کرنا۔
3. ان پر چراغ جلانا۔

قبروں کی زیارت اور ان کی طرف سفر:

قبروں کی زیارت جائز ہے، ان قبروں کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے۔ سیدنا

۴۸ے سنن الترمذي= أبواب الجنائز: باب كراهية زيارة القبور للنساء.

۴۹ے سنن الترمذي= أبواب الجنائز: باب ما جاء في زيارة القبور للنساء.

۵۰ے التهذيب لابن القيم: ۴/ ۳۴۸-۳۵۰

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۰۱] « لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ وَ مَسْجِدِ الْأَقْصٰی » [۵۱]

"تین مساجد کے سوا کسی مقام کی طرف کجاوے باندھ کر (یعنی اہتمام کے ساتھ) ثواب کی نیت سے سفر نہ کیا جائے۔"

ایک اور روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں:

[۱۰۰۲] « إِنَّمَا يُسَافَرُ إِلَى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ، وَ مَسْجِدِيْ وَ مَسْجِدِ إِيْلِيَاءَ » [۵۲]

"سفر صرف تین مساجد کی طرف کیا جائے۔ (i) مسجد حرام (ii) مسجد نبوی (iii) مسجد اقصیٰ۔"

زیارت قبور کی تعریف صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ کسی خاص مقبرہ کی زیارت کا ارادہ و اہتمام کئے بغیر مومنین کے قبرستان میں دعاء استغفار، موت کی یاد دہانی اور آخرت کے فکر کی خاطر جانا زیارت قبور ہے۔ چنانچہ ایسی زیارت مردوں کیلئے مستحب اور عورتوں کے لئے صحیح موقف کے مطابق حرام ہے۔ "کجاوے باندھنا" کا معنی اور مفہوم عربی لغت، اور صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ ارادہ و اہتمام کے ساتھ ایسا سفر جو مذکورہ بالا تین مسجدوں کی طرف کیا جائے تو اللہ کے قرب کا باعث اور عبادت ہے۔ کسی دوسرے مقام یا مسجد کی طرف ایسا سفر کرنا شرعاً حرام ہے۔ محقق علمائے اسلام کا یہی موقف ہے۔ [۵۳]

قبروں پر مجاور بننا اور ان کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھنا:

سیدنا ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

[۱۰۰۳] « لَا تُصَلُّوْا إِلَى الْقُبُوْرِ وَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَيْهَا » [۵۴]

"قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ہی ان پر (مجاور بن کر) بیٹھو۔"

---

[۵۱] صحیح البخاری= کتاب التہجد: باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، الحدیث:۱۱۲۲ + صحیح مسلم= کتاب الحج: باب لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد، الحدیث: ۱۳۹۷

[۵۲] صحیح مسلم = کتاب الحج: باب لا تشد الرحال إلا إلى ثلثة مساجد، الحدیث: ۱۳۹۷

[۵۳] شرح النووی: ۱/۴۲۳ + معالم السنن للخطابی: ۲/۴۴۳ + نیل الأوطار: ۵/۱۰۱-۱۰۴ + فتح الباری: ۳/۳۰۷-۳۰۸ + المنتقی شرح المؤطا: ۱/۲۰۲

[۵۴] صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی النہی عن الجلوس علی القبر والصلوۃ إلیہ، الحدیث: ۹۷۲

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ،وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا :

[۱۰۰۴] « لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ » [۵۵]

'' تم میں سے کوئی شخص دہکتے انگاروں پر بیٹھے اور اس کے تمام کپڑے جل جائیں پھر وہ آگ جلد تک سرایت کر جائے ۔ تو یہ حالت اس کے لئے کسی قبر پر (مجاور بن کر) بیٹھ رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔''

قبریں یا سجدہ گاہیں:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض الموت میں (ڈرانے کے لئے) ارشاد فرمایا:

[۱۰۰۵] « لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ» قَالَتْ: وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزُوا قَبْرَهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا » [۵۶]

'' یہود و نصاریٰ پر اللہ نے لعنت نازل فرمائی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا ۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں :اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا تو اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (حجرۂ خاص کی بجائے) ظاہر و نمایاں رکھتے ۔''

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت کے مطابق یہ ہے:

[۱۰۰۶] « أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ » [۵۷]

'' آگاہ رہو کہ تم سے پہلی امتیں اپنے انبیاء اور بزرگوں کی قبور کو سجدہ گاہیں بنالیتی تھیں لہٰذا تم قبروں کو سجدہ گاہوں میں تبدیل نہ کرنا ،میں تمہیں اس سے منع کر رہا ہوں۔''

ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما (امہات المومنین) نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سرزمین حبشہ

---

۵۵ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب في النهي عن الجلوس على القبر والصلوة إليه ، الحديث: ۹۷۱

۵۶ صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب ما يُكرَه من إتخاذ المساجد على القبور، الحديث:۱۲۶۵ + صحیح مسلم = كتاب المساجد و مواضع الصلوة : باب النهي عن بناء المساجد على القبور، الحديث:۵۲۹

۵۷ صحیح مسلم= كتاب المساجد : باب النهي عن بناء المساجد على القبور..... ، الحديث: ۵۳۲

میں دیکھے ہوئے ماریہ نامی ایک گرجے کا تذکرہ کیا اور اس میں موجود تصاویر کو بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۰۷] « اُولٰئِكَ قَوْمٌ اِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَ صَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ ۔ اُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ » [۵۸]

''وہ ایسی قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہوجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اوراس میں یہ تصاویر آویزاں کر لیتے ۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق میں سے بدترین ہیں۔''

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مشرکین کے ساتھ مشابہت کی بنا پر حرام ہے ۔ نیز اس لیے بھی کہ یہ وسیلہ شرک ہے۔ لیکن جب صاحب قبر کا تقرب مقصود ہو تو عین شرک اکبر ہے ۔ تاہم قبر پر نماز جنازہ اور قبر کی طرف نماز پڑھنے میں واضح فرق ہے۔ جنازہ محض دعا اور استغفار ہے اس لئے رکوع اور سجدہ وغیرہ سے خالی ہے ۔ جبکہ دیگر نمازیں خالصتاً اللہ کی عبادت کا مظہر ہیں۔

② قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا (نہ کہ محض بیٹھنا) شرعی طور پر حرام ہے اور دہکتی آگ میں جل کر کوئلہ ہوجانے سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ چیز ہے۔

③ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام اور دیگر بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینے کی وجہ سے ملعون ٹھہرے لہٰذا امت محمدیہ کو بطور خاص اللہ کے غضب اور اللہ کی لعنت کے سبب سے روکا گیا۔ نیز شرک کی طرف لے جانے والے برے عمل سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا۔

④ قبروں پر مساجد تعمیر کرنا یا ان کو سجدہ گاہیں ٹھہرا لینا ایک ہی بات ہے ۔ معنوی طور پر اور حکم کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ۔ اسی طرح ان میں تصاویر آویزاں کرنا بھی حرام ہے۔ یہ تمام کام کرنے والے اللہ کے ہاں مخلوق میں سے سب سے بدترین لوگ

---

[۵۸] صحیح البخاری= کتاب الصلوۃ : باب الصلوۃ فی البیعۃ، الحدیث: ۴۳۴ + صحیح مسلم = کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ : باب النھی عن بناء المساجد علی القبور، الحدیث: ۵۲۸

ہیں اور یہ بدترین لوگوں کے برے اعمال کی مختلف صورتیں ہیں۔

⑤ قبروں کو مسجدوں میں تبدیل کرلینا، ان پہ چراغ روشن کرنا اور عورتوں کا قبروں کی زیارت کے لئے جانا شرک اورشرک کے وسائل ہونے کی بناء پہ اللہ کی لعنت کے اسباب ہیں۔

⑥ مذکورہ بالا مسائل میں سے اکثر مسائل و احکام کی راہنمائی رسول اللہ ﷺ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق مرض الموت میں فرمائی۔ لہٰذا نہ تو ان کے منسوخ ہونے کا کوئی امکان ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش ہے۔

ابھری ہوئی نمایاں قبروں کو برابر کرنا:

ابوالھیاج الاسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۱۰۰۸] «أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ وَلَا صُوْرَةً إِلَّا طَمَسْتَهَا »[۵۹]

”میں تجھے ایسے کام کی ذمہ داری سونپتا ہوں جس کیلئے مجھے رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا۔ ذی روح اشیاء کے تمام مجسمے اور صورتیں مٹا دو اور تمام اونچی قبروں کو ہموار کر ڈالو۔“

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۰۹] « نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ »[۶۰]

”رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو چونا گچ کرنے (یعنی ان کو پختہ بنانے) سے، ان پر بیٹھنے اور کوئی عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

ترمذی اور نسائی کی روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں: ”اور قبروں پہ کتبہ لگانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔“[۶۱]

---

[۵۹] صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی طمس التمثال و تسویۃ القبر المشرف / باب الأمر بتسویۃ القبر، الحدیث: ۹۶۹

[۶۰] صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب النھی عن تجصیص القبور والقعود والبناء علیه، الحدیث: ۹۷۰

[۶۱] ملاحظہ ہو صحیح الترمذی = أبواب الجنائز: باب کراھیة تجصیص القبور والکتابة علیھا، الحدیث: ۸۴۶ + صحیح النسائی = کتاب الجنائز: باب الزیارۃ علی القبر، الحدیث: ۱۹۱۶

اور نسائی کی ایک روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی ہیں کہ ان پر کوئی اضافہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ [۹۲]

چنانچہ محدثین اور فقہاء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک بالشت سے زیادہ بلند قبر بنانا، بلند قبروں کو اسی حالت میں برقرار رکھنا، مجسمہ سازی اور تصویر کشی، مجسموں اور تصویروں کا لٹکانا، گھروں میں رکھنا، قبروں کو قلعی کرنا، ان پر بیٹھنا، ان پر کوئی عمارت تعمیر کرنا، کتبے نصب کرنا اور کسی طرح کے اضافے کرنا یہ سب کام حرام اور شرک کے وسائل ہیں۔ [۹۳]

قبروں اور قبروں کی زیارت سے متعلق مذکورہ بالا تمام نبوی ارشادات اور احکام قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر اور تشریح ہیں جن آیات میں اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی خالص عبادت اور ہر قسم کے شرک سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین میں تمام علماء اور فقہاء دین مذکورہ احکام کے صحیح اور درست ہونے پر متفق نظر آتے ہیں۔

ملاحظہ ہو

1. شرح النّووی= كتاب الجنائز :١ /٣١٢-٣١٤
2. معالم السُّنن و تهذيب السُّنن :٤ /٣٣٨-٣٤١
3. نيل الأوطار : ٤ /٨٩-٩٧، ٥ /١٠١-١٠٤، ٢ /١٣٧-١٤١
4. المغني لإبن قدامة الحنبلي: ٢ /٤٢١-٥٦٥
5. ردُّ المحتار علَى الدُّر المختار لإبن عابدين الحنفي :١ /٨٤٢-٨٤٤

رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام:

رحمة لِلعالَمِيْنَ ،خاتم الانبياء و المرسلين محمد رسول اللہ ﷺ کے اپنی امت پر بہت سے حقوق ہیں جن میں آپ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری، آپ کے اسوۂ حسنہ اور آپ کے بتائے ہوئے ہدایت کے طریقوں کی پیروی اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے صلوٰۃ وسلام کی صورت میں رحمت طلب کرنا سرفہرست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[١٠١٠] ﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

[۹۲] صحيح أبوداؤد= كتاب الجنائز: باب في البناء على القبر: الحديث: ٢٧٦٦ + صحيح النّسائي= كتاب الجنائز: باب الزّيادة على القبر ، الحديث: ١٩١٦

[۹۳] شرح النّووي:١ /٣١٢ + معالم السُّنن للخطابي: ٤ /٣٣٨-٣٤١ + تهذيب السُّنن لإبن القيّم: ٤ /٣٣٨-٣٤١

عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيْمًا۝﴾ [الأحزاب-۳۳:۵۶]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے ایماندارو! تم بھی آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجو۔“

صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، سنن نسائی، جامع الترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق صحابہ کے سوال پر نبی ﷺ نے نماز میں سلام یعنی التحیات کے ساتھ درود ابراہیمی پڑھنے کا لازمی حکم فرمایا۔ نیز نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۱۱] « مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا » [۹۴]

”جو شخص ایک بار مجھ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا۔“

نیز ارشاد فرمایا:

[۱۰۱۲] « اَلْبَخِيْلُ الَّذِيْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ » [۹۵]

”بخیل ہے وہ شخص جس کے پاس میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“

نیز فرمایا:

[۱۰۱۳] « اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ۔ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ ۔ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ » فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَ قَدْ اَرِمْتَ ؟ قَالَ: « اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ » [۹۶]

”تمہارے لئے افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے لہٰذا اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ ﷺ نے عرض کیا: ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہو گا؟ جبکہ آپ کا جسم خاک میں مل جائے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء صلی اللہ علیہم کے جسم زمین پر حرام کر دیے ہیں۔“

۹۴ صحیح مسلم = کتاب الصّلوٰۃ: باب الصّلوٰۃ علی النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم بعد التّشھّد، الحدیث: ۴۰۸

۹۵ صحیح التّرمذی = أبواب جامع الدّعوات: باب ماجاء فی فضل التّوبۃ والإستغفار و ما ذُکِرَ من رحمۃ اللہ لعبادہ / باب منہ، الحدیث: ۲۸۱۱ ۔ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۹۶ صحیح أبوداؤد = کتاب الصّلوٰۃ: باب فی الإستغفار، الحدیث: ۱۳۵۵ / و تفریع أبواب الجمعۃ: باب فضل یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ، الحدیث: ۹۲۵

مزید فرمایا:

[١٠١٤] « لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَ صَلُّوْا عَلَیَّ فَإِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ » ٩٧

''میری قبر کو عید کی طرح اجتماع گاہ نہ بنا لینا اور مجھ پر درود بھیجتے رہنا ۔ یقیناً تمہارا درود جہاں بھی تم ہوں گے مجھے پہنچ جائے گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ایک نمازی کو اللہ کی حمد اور درود پڑھے بغیر دعا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا:

[١٠١٥] « إِذَا صَلّٰی أَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِتَحْمِیْدِ رَبِّهٖ جَلَّ وَعَزَّ وَالثَّنَاءِ عَلَیْهِ ۔ ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ۔ ثُمَّ یَدْعُوْا بَعْدُ بِمَا شَاءَ » ٩٨

''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ لے تو اللہ کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے پھر نبی پر درود بھیجے اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یوں کہو:

[١٠١٦] « اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ، إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ » ٩٩

ملاحظہ ہو:
1. مشكوة المصابيح مع تعليق الألبانى: ١/ ٢٩٠۔٢٩٦،
2. التلخيص الحبير: ١/ ٢٦٢۔٢٦٨
3. سُبُل السّلام: ١/ ٣٨٩۔٣٩١
4. نيل الأوطار: ٢/ ٢٩٤۔٣٠٠

((..........۞۞۞۞۞..........))

با قی حصہ جلد نمبر ٣ پر دیکھیں ۔

٩٧ مسند احمد: ٢/ ٣٦٧ + المصنّف لإبن أبى شيبة = كتاب الجنائز: باب من كره زيارة القبور + المصنّف لعبد الرّزاق الصّنعاني = كتاب الجنائز: باب السّلام على قبر النّبيّ.

٩٨ صحيح ابوداؤد = كتاب الصّلوة : باب الدّعاء، الحديث: ١٣١٤ + صحيح الترمذى = أبواب جامع الدّعوات / باب منه، الحديث: ٢٧٦٧

٩٩ صحيح البخارى = كتاب الأنبياء : باب ﴿يَزِفُّونَ﴾ النّسلان فى المشى ، الحديث: ٣١٩٠ + صحيح مسلم = كتاب الصّلاة: باب الصّلوة على النّبى بعد التّشهّد ، الحديث: ٤٠٦/٤٠٧